جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ کَانَ زَهُوْقًا

اَلْحَقُّ

مباحثہ

مابین حضرت اقدسؑ و مولوی محمدؐ بشیر بھوپالوی بمقام

دہلی

و مباحثہ بذریعہ مراسلت مابین مولوی سید محمدؐ احسن صاحب

امروہی و مولوی محمدؐ بشیر مذکور



مطبع ضیاء الاسلام قادیان میں باہتمام حافظ حکیم فضل دین صاحب

مالک مطبع کے چھپکر شائع ہوا

تعداد اشاعت ۷۰۰ تاریخ طبع جنوری ۱۹۰۵ء قیمت ۸/

فہرست کتب موجودہ و زیر طبع

یہ کتابیں بذریعہ وی پی حافظ حکیم فضل الدین صاحب مالک مطبع ضیاء الاسلام قادیان سے مل سکتی ہیں

مصنفہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام

نام کتاب	زبان	قیمت
براہین احمدیہ حصہ اول اشتہار انعامی دس ہزار روپیہ۔ حصہ دوم و سوم و چہارم۔ دلائل حقیقت اسلام تفسیر چند آیات و رد آریہ و عیسائی و برہمو و دہریہ وغیرہ	اردو	۵ر کل مجموعہ
سرمہ چشم آریہ۔ آریوں کے رد میں۔	”	۱۲؍
برکات الدعاء۔ دعا کے فوائد اور ضرورت۔	”	۲ر
آئینہ کمالات اسلام مع تبلیغ حقیقت اسلام و تبلیغ رسالت حقہ۔	اردو عربی مترجم فارسی	عہ
انوار الاسلام۔ عبد اللہ آتھم کی پیشگوئی پوری ہونے کی تفصیل رد عیسائی	اردو	۴ر
نسیم دعوت و سناتن دھرم۔ رد آریہ	”	[illegible]
کتاب البریہ سوانح حضرت اقدس و چند پیشگوئیوں کا پورا ہونا		عہ
ایام الصلح دعوی مع دلائل و پیشگوئی طاعون۔	”	۸ر
ایام الصلح	فارسی	۸ر
اربعین نمبر ۱ و ۲ و ۳ و ۴۔ نشان صدق مرسلین اور لوگوں کو ایک نصیحت بطور دعوت۔	اردو	۴ر
حضرت اقدس علیہ السلام کا ریویو۔ عبد اللہ چکڑالوی و محمد حسین بٹالوی کے مباحثہ پر	”	[illegible]
روئداد جلسہ دعا۔ ٹرانسوال کی فتح کے لئے دعا اور حضرت اقدس کا لیکچر۔	”	[illegible]
استفتاء۔ لیکھرام کا قتل پیشگوئی سے ہوا	”	۱ر
نور القرآن حصہ اول و دوم۔ رد عیسائی و آریہ	”	۶ر

نام کتاب	زبان	قیمت
مجموعہ آمین حضرت اقدس کے تینوں صاحبزادوں کی آمین	نظم اردو	۰
ستارہ قیصرہ } شکریہ سلطنت ملکہ معظمہ	اردو	۰
تحفہ قیصریہ } قیصرہ ہند اور اس کو دعوت اسلام	”	۲
کرامات الصادقین۔ تفسیر سورہ فاتحہ۔	عربی	۸
حمامۃ البشری حصہ اول ثبوت وفات مسیح و رسالت خود	عربی مترجم اردو	۸
سیرۃ الابدال۔ مقربین کی علامات۔	عربی	۱
سچائی کا اظہار۔ رد عیسائی۔	اردو	۰
نور الحق حصہ اول و دوم۔ عیسائی پیشگوئی۔ خسوف کسوف رمضان کا ثبوت و تفصیل	عربی مترجم اردو	۱۴
تحفہ بغداد۔ ایک بغدادی مولوی کے اعتراضوں کا جواب	عربی	۲
سراج منیر چند پیشگوئیوں کے پورا ہونے کی تفصیل	اردو	۴
درثمین اشعار تصانیف حضرت اقدس کے انتخاب	اردو فارسی	۵
” حصہ اول اشعار صرف	اردو	۱
حقیقۃ المہدی۔ آنیوالا مہدی صلح کار یا خونی	”	۱
شرائط بیعت عشرہ مع تکمیل تبلیغ و عبارت جو بیعت کے وقت پڑھائی جاتی ہے	”	[illegible]
اعجاز المسیح۔ تفسیر سورہ فاتحہ اور پیر گولڑوی کو اس کی نظیر بنانے کی تحدی۔	عربی مترجم فارسی	۱۲
ازالہ اوہام حصہ اول و دوم جواب معترضین۔ وفات مسیح و حقیقت دجال یاجوج ماجوج و تفسیر چند آیات	اردو	۳
حجۃ الاسلام۔ رد عیسائی۔	”	۱
شحنہ حق۔ رد آریہ۔	”	۴
فتح اسلام۔ دعوی خود و ذکر پنج شاخ	”	۳
توضیح مرام حقیقت نزول ملائکہ و تفسیر چند آیات	”	۳
اتمام الحجہ۔ مولوی رسل بابا امرتسری کو تحدی	عربی اردو	۳
انجام آتھم۔ رد نصرانیت علماء کو دعوت۔	اردو و عربی مترجم اردو	[illegible]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین الرحمن الرحیم والصلوٰۃ والسلام علی النبی الامی الصادق المصدوق المطاع الامین

دہلی کے مباحثہ کی شیوع میں امید سے زیادہ توقف ہوا اس عرصہ میں بیقرار اور منتظر شائقین کو فرط تحیر سے طبعاً طرح طرح کے ظنون و اوہام کے پنجہ میں اسیر ہونا پڑا۔ مگر اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس التوا و توقف میں بھی بڑی مصلحتیں ثابت ہوئیں اور اب یہ ہے نیا میں اپنی پوری تجلّی کے ساتھ آفتاب نصف النہار کیطرح چمکا ہے۔ بے شک ایک عالم کو انتظار لگ رہا تھا کہ اس جلیل اور باہیبت دعوے کے مقابلہ پر جو مرسل یزدانی امام ربّانی حضرت غلام احمدؐ قادیانی نے کیا ہے مستند اور مسلم فضلا سے کوئی شخص کھڑا ہو اور مسلمانوں کو دلی شوق تھا کہ قدیم نقل پرورده عقیدہ کو نہ چھوڑیں جبتک کسی زبردست مقابلہ کی محک پر کس کر اس کا ناسرہ ہونا ثابت نہ ہو جائے۔ لودیانہ کے مباحثہ سے جو اصل دعویٰ مسیح موعود سے بالکل اجنبی واقع ہوا تھا مسلمانوں کی پیاس کو ایک قطرۂ آب بھی ہونٹ تر کرنے کے لئے نہ ملا تھا۔ گو ایک وجہ سے اہل حق متبصر کو اُس سے بھی حضرت مرزا صاحب کا موید من اللہ ہونا صاف طور پر ثابت ہو چکا تھا۔ مگر عام لوگ جنکی نگاہیں مبادی سے متجاوز ہو کر مقاصد کی تہ در تہ باریکیوں پر پہنچ نہیں سکتیں کھلا کھلا ثبوت اور بیّن حجت کا ظہور چاہتے تھے سو رحیم کریم اللہ تعالیٰ نے جو انسان کو حیرت و تردد کی ظلمتوں میں ابتلا کیوقت اپنی خاص رحمت سے چراغ ہدایت ہاتھ میں دیتا ہے اپنی دائمی سنّت کیموافق اب بھی تقاضا فرمایا کہ اُن فطری سعید دلوں کو جن پر بعض بواعث سے آنی حجاب پڑ گئے ہیں اور جنہیں حقیقتہً قبول حق کی سچی اور پرجوش تڑپ لگی ہوئی ہے مگر وہ حقیقی ایمان کے خلاف قاطع حجت اور باہر دلیل دیکھ کر ایمان لانا پسند کرتے ہیں۔ اپنی مرضیات کی راہیں دکھانے کیلئے ایک خاص امر فارق بین الحق والباطل دکھلائے اُس حکیم حمید اللہ تعالیٰ نے اپنی زبردست حکمت کو پورا کرنے کے لئے حضرت مسیح موعود کے دل میں سفر دہلی کا ارادہ القا کیا۔ آپ ۲۸ ستمبر کو مع الخیر وارد دہلی ہوئے۔ کل پنجاب اور ہندوستان کی آنکھیں بڑی بے صبری سے دہلی کی کارروائیوں کو دیکھنے لگیں۔ ان کا یہ موروثی اعتقاد چلا آتا تھا کہ دہلی بڑے بڑے نامی علما اور اجلہ اولیا کا مسکن و ماوےٰ ہو چکی وہاں کما ینبغی احقاق حق اور ابطال باطل ہو جاویگا مگر افسوس وہ نہ جانتے تھے کہ اُن کے حسن اعتقاد کے محرک و مرجع جنکی پاک اور برگزیدہ تصنیفات و تالیفات اُنکی دلکش تصاویر مرقع کی بجائے قائم مقامی کر کے پڑھنے والوں کے دل میں سوسو حسرتیں چھوڑتی ہیں قبروں میں سو رہے ہیں اور اُن کے سینوں کو رونْدتے ہوئے اترا اترا کر چلنے والے وہ لوگ ہیں جو فخلف من بعدھم خلف اضاعوا الصلوٰۃ واتبعوا الشہوات

کے پورے مصداق ہو رہے ہیں بے شک بعض اب بھی ہیں جنہیں مقدس اسلاف کی سچی یادگاریں کہنا کچھ بھی مبالغہ نہیں۔ الغرض حضرت مرزا صاحب اپنے مخدوم آقا اپنے مقتدا جناب ہادی کامل علیہ الصلوٰۃ والسلام کیطرح جبکہ وہ اہل مکہ سے ایذائیں سہکر طائف ایسے مہذب شاداب شہر کو تشریف لے گئے تھے کہ کہیں اُن میں ہی کوئی طالب حق ملجائے ہندوستان کے مہذب شہر دہلی میں آئے۔ مگر کیا ہمیں اسبات کے اظہار پر دلی رنج مجبور نہیں کرتا کہ اہل دہلی نے (الاماشاء اللہ ومن شاء عصمہ) شاید اہل طائف کی تاریخ پڑھ کر اور اپنی پر زور نخوت و رعونت پر اعتماد کر کے چاہا کہ وہ ایک مرد خدا کیساتھ بدسلوکی کرنے میں اُن گذشتہ مخالفان راستی سے کوئی قدم پیچھے رہجائیں خیر جو کچھ اُن سے بن پڑا انہوں نے کہا اور کیا اور ایک با امن۔ رحیم۔ مہذب اور نیکی سے طرفدار گورنمنٹ کے پرسطوت و بارعب وقت میں جسقدر مخالفت کا وہ حوصلہ رکھتی تھی انہوں نے کی مگر اُن کی متفق کوششوں سے نور اللہ بجھ نہ سکا بلکہ آخر انہی کے ہاتھوں اُنہی کی کوششوں کو اللہ تعالیٰ نے اس نور کی ترقی کا موجب بنایا مگر انہوں نے سخت غفلت کیوجہ سے نہ سمجھا شاید اب بہتیرے سمجھ جائیں یہاں ہمیں ضرورت معلوم نہیں ہوتی کہ ہم دہلی کی کارروائی کے جزوی و کلی حالات مفصلاً لکھنے کی تکلیف اٹھائیں اس امر کو ہمارے مکرم دوست منشی غلام قادر صاحب فصیح ضمیمہ پنجاب گزٹ مورخہ ۱۴ ۔ نومبر میں بڑی وضاحت اور صداقت سے شایع کر چکے ہیں ہمارے نزدیک اتنا ہی کہنا ایک جامع مضمون کے قائم مقام ہو کہ اُن لوگوں نے ایک مسلم انسان کے ساتھ برتاؤ کرنے میں حقوق العباد میں سے کسی ایک حق کی بھی رعایت نہ کی لیکن اللہ تعالیٰ کو منظور تھا کہ بہر نہج اُنپر حجت تمام کر دی گو میاں مولوی سید نذیر حسین صاحب اور انکے لشکروں نے اللہ تعالیٰ کے اتمام حجت کی راہ میں عمداً بڑی بڑی چٹانیں ڈالدیں اور ہر طرح ہاتھ پاؤں مارے کہ انکا لشکر قیام بینہ سے پاک نہ ہونے پائے اور جوں توں کر کے وہ پیالہ انسے ٹل جائے مگر اللہ تعالیٰ نے مولوی محمد بشیر صاحب بھوپالوی کو ایک دوست کی صورت میں اُن کا خانہ برانداز دشمن بھیج دیا یہ کہنا نادرست نہیں کہ مولوی صاحب کو دہلی کے بعض بیرونی میاں صاحب نے جو میاں صاحب سے بوجہ شدت حرم اور دیگر ملاؤں سے بوجہ فقدان قابلیت مایوس ہو چکے تھے بڑے شوق سے بلایا اور یہ بھی بالکل حق ہو کہ مولوی محمد بشیر صاحب کو باغراض شتّی خود بھی خواہش تھی کہ حضرت مرزا صاحب سے مباحثہ کریں بہرحال اس سادہ دل مولوی نے میاں سید نذیر حسین صاحب اور اُن کے تابعین کے رحم انگیز زار نالے اور سخت سرزنش پر بھی مطلق کان نہ دہر کے بڑی جرأت سے حیات مسیح علیہ السلام کا دعوے کیا اور اس دعوے کو کیونکر نبایا ناظرین اِن مضامین کو پڑھ کر خود ہی سمجھ لیں گے گو

مولوی محمد بشیر صاحب نے کسی نیت پر اس میدان مین قدم رکھا ہو مگر ہم انھیں مبارکباد دیتے ہیں کہ انھوں نے ہند و پنجاب کے علما کیطرف سے اپنے تئیں فدیہ دیا ہے واقعی وہ ایک زبردست کفارہ اپنے ہم پیشہ لوگوں کی طرف سے ہوئے ہیں اللہ تعالے نے انھیں اس لق و دق بیابان مین جہان کوئی جادہ نہ ملتا تہا اور نہ جہان کوئی نقش پائے رہرواں ہی نظر آتا تہا اس نشان کیطرح کھڑا کیا جس سے مسافر سمت کا پتہ لگاتے ہیں اگرچہ اس میل (نشان) کو شعور نہ ہو کہ اس کا وجود اتنے بڑے فائدہ کا موجب ہے مگر ہم امید رکھتے ہیں کہ شاید شاکر علیم خدا اُن کو بوجہ دال علی الخیر ہونے کے واقعی فہم بھی عطا کر دے تو کہ وہ اس فرستادہ خداوندی کو طوعاً قبول کریں میرا ایکبار ارادہ تہا کہ میں معمولا ان مضامین پر کچہہ نوٹ یا ایک مختصر سا ریویو کرتا مگر میرے دلی دوست بلکہ مخدوم معظم مولوی سید محمد احسن صاحب نے مجھے اس فرض سے سبکدوش کر دیا انھوں نے جیسا اس خدمت کو ادا کیا ہے درحقیقت انہی جیسے فاضل اجل کا حصہ تہا۔ جزاہ اللہ احسن الجزا میرا یقین ہے کہ یہ ایسا نیک کام اُن کے مبارک ہاتھ سے پورا ہوا ہے کہ اللہ تعالے کے نزدیک اُن کے رفع درجات کے لئے ایک یہ ہی بس ہے مگر قوی امید ہے کہ ہمارے حضرت سید صاحب موصوف روح قدس سے موید ہو کر اور بھی بڑی مفید اور منتج ثواب کام کریں گے ✤ الغرض مولوی محمد بشیر صاحب کے وجود کو ہم مغتنم سمجھتے ہیں جنہوں نے غیر ضروری مباحث اور بخلاف ایک پنجابی ملا کے لاطائل اصول موضوعہ کو چہوڑ کر اصل امر کو بحث کا تختہ مشق بنایا اور یوں خلق کثیر کے ہر روزہ انتظار جان کاہ کو رفع کر دیا گو اس پر بھی اس بات کے کہنے سے چارہ نہیں کہ ہدایت ایک منجانب اللہ امر ہے اور وہ سچا ہادی لامعلوم اسباب کے وسایط سے سعیدان ازلی کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے مگر کہنے کو کہا جا سکتا ہے کہ راہ خوب صاف ہو گئی اور اس مضمون حیات مسیح کی بحث کی حجت قطعاً و حکماً تمام ہو گئی ✤ ہم کمال ہمدردی اور اسلامی اخوت کی راہ سے اہل دہلی کو اتنا کہنا ضروری سمجھتے ہیں کہ وہ ناحق کی ضد کو چہوڑ کر اس مامور من اللہ کو قبول کریں ورنہ اُن کا انجام خطرناک معلوم ہوتا ہے میں کانپتے ہوئے دل سے انھیں اتنا کہنے سے رک نہیں سکتا کہ اُن کا جامع مسجد دہلی میں حضرت مسیح موعود کے خلاف چھ سات ہزار آدمی کا مجمع کر کے طرح طرح کے ناسزا حرکات کا مرتکب ہونا دیکھ کر مجھے یاد آ گیا حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا وہ واقعہ جو کمالات عزیزی مطبوعہ دہلی میں لکھا ہے جناب مولٰنا شاہ عبدالعزیز جو واسطے نماز جمعہ کے جامع مسجد میں تشریف لیجاتے تو عمامہ آنکھوں پر رکھتے ایک شخص فصیح الدین نام جو اکثر حضور میں حاضر رہتے تھے انہوں نے عرض کیا

کہ حضرت اس کی کیا وجہ ہے جو آپ اس طرح رہتے ہیں آپ نے کلاہ اتار کر اُن کے سر پر رکھ دی ایک دفعہ ہی بے ہوش ہو گئے جب دیر میں افاقہ ہوا عرض کیا سو سوا سو کی شکل آدمی کی تھی اور کوئی ریچھ اور کوئی بندر اور کوئی خنزیر کی شکل تھا اور اس وقت مسجد میں پانچ چھ ہزار آدمی تھے حضرت نے فرمایا کہ میں کس کی طرف دیکھوں اس باعث تو نہیں دیکھتا"۔

دہلی والو خدا کے لئے اس واقعہ سے عبرت پکڑو مجھے ڈر لگتا ہے کہ اسوقت بھی تم نے اپنی حرکات سے ثابت کر دیا ہے کہ تم میں بہت ہی تھوڑے ہیں جو اصلی انسانی صورت پر ہیں اللہ تعالےٰ تم پر رحم کرے اے اہل پنجاب! موقعہ ہے کہ تم اس دہلی کے واقع کو سنکر پوری نصیحت حاصل کرو۔ سعادتمند وہ ہے جو دوسروں کا حال دیکھ کر عبرت پاتا ہے تم ان تکفیر باز خشک ملاؤں کو ان کی اپنی غضب و حسد کی دہکتی ہوئی بھٹی میں جلنے دو۔ ان سنگدل حقد مجسم صاحبان غرض کو کبھی بھی خلوص حق سے سروکار ہوا ہے جو اب ہوگا؟۔ اے علم خیز سرزمین لاہور کے رہنے والو ہوشیار ہو جاؤ تمہارا یہ بزرگ خطہ سارے پنجاب کا مرجع ہے۔ دیکھنا وہ پتھر جسے خود تم نے بڑی کوششوں کے ساتھ اپنی راہ سے ہٹایا ہے وہ پھر تمہاری ٹھوکر کا باعث نہ ہو۔ تم خوب جانتے ہو وہ شاخ کس جڑ سے پھوٹی ہے کس زمین میں اس کا نشوونما ہوا ہے۔ دیکھنا دیکھنا اب ہونے سے بھی تمہارے ہاتھ سے پھر اس کی آبیاری نہ ہو!۔ ایسا نہ ہو کہ دلّی کا اُلّو تمہاری دیواروں پر بھی بولنے لگے!

اے دانشمندو! تم ان کاغذی گڑیوں پر کیوں فریفتہ ہوتے ہو کیا یہ کفر کے فتوے غیر معصوم ہاتھوں کے لکھے ہوئے اور ظالم دلوں کے نتائج نہیں؟ کیا یہ ناشدنی سیاہ کارروائی کرنے والے خود ہی کاغذی پیرہن پہن کر دادخواہ نہیں ہوئے کہ انپر ناحق کفر کا فتوے لگایا گیا؟ بس یہ مسلسل کافر ہی کیا کسی دوسرے کو کافر بنانیکا استحقاق رکھتے ہیں؟ یہ دھوکے کی ٹٹی ہے جو ان ملاؤں نے کھڑی کر رکھی ہے۔ اے صاف باطن حق کے طالبو اسکو پھاند کر آگے بڑھو اور دیکھو کہ وہ جسے یہ حاسد سیاہ غول ثابت کرنا چاہتے اور ڈھٹ بندی کر کے لوگوں کو ایک ڈراؤنی صورت دکھاتے ہیں وہ درحقیقت ایک عظیم الشان روشنی کا فرشتہ ہے۔ اے خدا اے ہدایت کے مالک خدا تو ان لوگوں کو توفیق عنایت فرما کہ وہ تیرے اس بندہ کو پہچانیں! آخر میں اس دل لبھانیوالے عربی قصیدہ کی نسبت جس کی اشاعت کو بڑا ضروری اور مفید سمجھا گیا ہے میں اتنا کہنا چاہتا ہوں کہ یہ ہمارے ایک نہایت برگزیدہ دوست کا لکھا ہوا ہے جسکے وجود کو ہم اپنے درمیان اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت سمجھتے ہیں۔ ہم کسی وقت بشرط ضرورت اُنکا حال بھی لکھینگے۔ امید ہے کہ اس قصیدہ کے اردو ترجمہ کو جو اکثر جگہ حاصل مطلب کے طور پر کیا گیا ہے دلچسپی سے خالی نہ پائینگے۔

اب ہم ان تکفیر بازوں کو حضرت امام ابن قیم کے چند شعر سنا دیتے ہیں شاید ان میں کوئی خدا ترس بات کی تہ کو پہنچکر اللہ تعالےٰ سے ڈر جائے۔

(۱) ومن العجائب انکم کفّرتم … اهل الحدیث وشیعة القرآن
(۲) الکفر حق الله ثم رسوله … بالنص یثبت لا بقول فلان
(۳) من کان رب العلمین وعبده … قد کفراه فذاك ذو کفران
(۴) فهلمّ ویحکم نحاکمکم الی … النصّین من وحی ومن قرآن
(۵) وهناك یعلم ایّ حزبینا علی … الکفران حقا او علی الایمان
(۶) فلیهنکم تکفیر من حکمت … باسلامه وایمانه النّصان
(۷) ان کان ذاك مکفرا یا امّة … العدوان من هذا علی الایمان
(۸) کفّرتم والله من شهد الرسول … بانه حقا علی الایمان
(۹) کم ذا التلاعب منکم بالدّین … والایمان مثل تلاعب الصبیان
(۱۰) خسفت قلوبکم کما کسفت عقو … لکم فلا تزکوا علی القرآن
(۱۱) یا قوم فانتبهوا لانفسکم وخلوا … الجهل والدعوی بلا برهان

(۱) بڑے تعجب کی بات یہہ ہے کہ تم نے اہل حدیث اور اہل قرآن کی تکفیر کی۔
(۲) تکفیر تو اللہ اور اُس کے رسول کا حق ہے (تمہیں کافر بنانے کا منصب کس نے دیا) وہ نص سے ثابت ہوتا ہے نہ فلاں وبہماں کے
(۳) جس کو اللہ تعالےٰ اور اس کا رسول کافر کہیں وہی کافر ہے۔
(۴) افسوس تم لوگوں پر! تو اب آؤ ہم تم کتاب و سنت پر اپنے مقدمہ کو عرض کرتے ہیں۔
(۵) وہاں چل کر کھل جائے گا کہ واقعی ایمان پر کون ہے اور کفر پر کون۔
(۶) اُن لوگوں کا کافر کہنا جنکے ایمان و اسلام پر کتاب و سنت گواہی دیں تمہیں مبارک ہو۔
(۷) سرکشو! اگر ایسے برگزیدہ لوگ عاملیں بہ کتاب اللہ کافر ہیں تو پھر مومن کون ہے۔
(۸) اللہ کی قسم تم دلیری کر گئے ایسے کی تکفیر کر رہے ہو جسکی نسبت رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام گواہی دیتے ہیں کہ وہ
(۹) او خدا کا خوف کرو کب تک بچوں کی طرح دین کو بازیچہ بنا رکھو گے؟
(۱۰) تمہارے دل اور عقلیں گہنا گئیں ہیں اب قرآن پر تو زیادتی نہ کرو۔
(۱۱) اے لوگو اپنی جان کے بچاؤ کے لئے بیدار ہو جاؤ اور اس جہل اور دعوے بلا دلیل کو چھوڑ دو۔

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی السید الامین وعلی آلہ وصحبہ اجمعین

قصیدہ

یتشرف المنظوم بتشریف الامام الجلیل والھمام النبیل المجدد المحدّث میرزا

غلام احمد قادیانی ادام اللہ تعالیٰ ظلہٗ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ألى كم تمادى الهجر يلعب بالصبّ ۔ وحتّام يبلو الزمان بذا النكب

فهل لمعنّى زورة يطفى بها ۔ تباريح وجد توقد النار في الجنب

ألا هل علمتم ما حملت بحبّكم ۔ واوزاره من بعدكم ما انقضت صلبي

أبيتُ على جمر الغضا متقرّعا ۔ ودمعي طويل الليل يشرح للغرب

حرام على جفني الكرى فاسئلوا به ۔ نجوم الدجى والهدب يجفو عن الهدب

(۱) تمہیں معلوم ہے ہجر کی درازی کب تک عاشق کو ستاتی رہیگی + اور زمانہ اُس کو اِن دکھوں میں کب تک مبتلا رکھیگا

(۲) کبھی دُکھ سہنے والے (عاشق) کو بھی ایک بار ملاقات میسّر ہوگی جس سے وہ عشق کی اُس جلن کو بجھا سکے جس نے اس کے پہلو میں آگ مشتعل کر رکھی ہے +

(۳) ہائے تمہیں کیا خبر ہے؟ کہ میں نے تمہارے عشق میں کیا کیا اٹھایا۔ اُن بوجھوں نے تمہاری جدائی میں میری پیٹھ توڑ دی +

(۴) میں جب غضا کی دہکتی کوئلوں پر کروٹیں بدل بدل کر راتیں کاٹتا ہوں اور میری آنسو رات بھر رگ آب چشم کو کھولتے رہتے ہیں۔

(۵) نیند میری آنکھوں پر حرام ہے تم اُسکی بابت تاریکی کے ستاروں سے ہی دریافت کرلو کیا مجال جو پلک سے پلک لگی ہو۔

كذا حال مسلوب القرار متيم	۶	عديم اصطبار وامق في الهوى صب
حليف الضنى مستوحش ذى كآبة	۷	طويل اغتراب نازح الاهل والحب
هل العيش الا في وصال احبة	۸	نأت دارهم لكن عن الجسم لا القلب
فان بعدوا عني فان حديثهم	۹	يخفف اشجاني وينهى عن النحب
بلاني الليالي ويلي من صروفها	۱۰	بما صرت فيه حائر الفكر واللب
والهي عن الانشاء والشعر بعد ما	۱۱	تعودت شعراً والكتابة من طلبي
كاني ما كنت امرأ ذا فطانة	۱۲	ولا ورثت نفسي الفصاحة من كعب
هموم وتنكيد واسر وغربة	۱۳	وفي سفهاء الناس داري وهم كربي
فقدت سروري مذ فقدت احبتي	۱۴	كرام اناس خلفوا الهم في العقب

۶ عاشق بے قرار۔ سوختہ دل۔ بے صبر۔ شیدا اور عشق میں ثابت قدم کا ایسا ہی حال ہوا کرتا ہے۔

۷ وہ عاشق جس نے بیماری سے دائمی دوستی کا عہد باندھ رکھا ہے۔ لوگوں کی صحبت سے گریزاں۔ دکھی۔ مدتوں کا مسافر۔ اہل وعیال اور دوستوں سے جدا ہے۔

۸ زندگی کا لطف تو بس اُن پیاروں کی صحبت میں ہے جنکا وطن جسم سے دور۔ پر قلب کے نزدیک ہے۔

۹ وہ جو مجھ سے دور ہیں تو مضائقہ ہی کیا ہے کیونکہ اُنکی پیاری باتیں میرے دُکھ درد کو ہلکا کرتی اور مجھ گریہ زاری سے روکتی ہیں

۱۰ مجھے جدائی کی راتوں نے سخت ستایا۔ اُنکی گردشوں اور حادثوں پر افسوس! میری تو اس میں عقل ذکر و فکر کھا گئی ہے۔

۱۱ مجھے انشاء اور شعر گوئی سے بالکل غافل کر دیا حالانکہ شعر گوئی اور اعلے درجہ کا لٹریچر لکھنا تو میری عادت تھی۔

۱۲ اب میری یہ حالت ہے کہ گویا میں کبھی بھی زیرک شخص نہ تھا۔ اور جیسے میں کعب (صاحب قصیدہ بانت سعاد) سے فصاحت کا وارث ہی نہیں ہوا۔

۱۳ رنج وغم۔ گرفتاری اور سفر میں مبتلا۔ بیوقوف لوگوں میں مکان ہے جنکے ہاتھوں دکھ سہ رہا ہوں۔

۱۴ میری خوشی اور عیش مفقود ہو گئی جب سے اپنے پیارے دوستوں سے جدا ہوا۔ وہ کیا ہی برگزیدہ لوگ تھے ان کے پیچھے میرے حصہ میں تو اب غم ہی غم ہے۔

حفالتهم بقيت فيها اذا مضوا	١٥	فامسيت احيى بالطعام وبالحب
بليت باهل الجهل ويل لامهم	١٦	مضرتهم ادهى من الذئب والكلب
يعادون اهل العلم والعلم كله	١٧	لما همتهم في لذة الفرج والشرب
اقاسي الاذى من جهلهم ومرائهم	١٨	وشدتهم بالسبع كالطعن والخلب
علي غربة فيها هموم وكربة	١٩	وانواع اسقام وفقد اخي الحب
وما لاقيت في ذي البلاد مواسيا	٢٠	ولم يتيسر اسيا من فتى ندب
وحيدا واصناف الخطوب تنوبني	٢١	تعددت البلوى على عادم الصحب
الا انني مع الاوغاد يستصحبونني	٢٢	اعلم غير الاهل كالقرد والدب
لقد ضاق صدري بالاوغاد منهم	٢٣	وسوء جوار العابس الوجه ذي قطب

١٥ وہ برگزیدے تو چلے گئے اور میں ردّی سا پیچھے رہ گیا - اب کمینوں قلاشوں میں مجھے زندگی بسر کرنی پڑ گئی۔

١٦ جاہلوں سے میرا پالا پڑ گیا - اُن کی جننے والی پر افسوس - یہ تو کتوں اور بھیڑیوں سے بھی بڑھ کر موذی ہیں۔

١٧ فسق و فجور اور مے خواری کے دلدادہ ہیں اس لئے علم اور اہل علم سے بَیر رکھتے ہیں۔

١٨ مجھے اُن کے ناحق کے جھگڑے - جہالت اور گالی گلوچ سے سدا تکلیف رہتی ہے۔

١٩ مزید برآں پردیس - اور ہر طرح کے رنج و غم اور بیماریاں اور محبوں کا نہ ہونا۔

٢٠ افسوس ان دیسوں میں مجھے کوئی غم خوار نہ ملا اور نہ کوئی جوانمرد فیاض غم گسار ہاتھ آیا۔

٢١ میں اکیلا ہوں اور اس پر طرح طرح کے مصائب مجھ پر ٹوٹ پڑے ہیں - جس کے دوست نہ ہوں اُس پر بہت سی مصیبتیں وارد ہوا ہی کرتی ہیں۔

٢٢ میرا یہ حال ہو رہا ہے کہ فرومایہ لوگوں سے سنگت نصیب ہو رہی ہے - اور بندروں اور ریچھوں کے ایسے نا اہلوں کا معلّم بنا ہوا ہوں۔

٢٣ ان بدمزاج - بدخو - ترش رو ہم نشینوں میں رہنے اور اُن کی سنگت سے میرا دل اکتا گیا ہے۔

الی اللہ اشکو قارعات تصیبنی	۲۴	من الدهر قد ضاقت بها ساعة القلب
ومن مفتر یرمی بانواع تهمة	۲۵	وتلبیس مغتاب ومستهزئ یسب
وعلماء السوء یدعون اسوة	۲۶	علی فرط جهل بالحقائق والکتب
عمائمهم والجبات والقمص واللحی	۲۷	بها فخرهم لکنها الجهل لا تخبی
یکل سمع الالمعی حدیثهم	۲۸	ورؤیتهم مستقذی بها عین ذی لب
فوالله انی ما هجرت خلاطهم	۲۹	لغیر جفاء لیس من شیمة النجب
وجهلهم المزری بعلمی ولومهم	۳۰	ورغبتهم فیما یناسب بالوغب
یلوموننی انی اعاف لقاءهم	۳۱	وکیف الاقی جاهلا لیس من حزبی
فکم بین ذی لب ادیب وجاهل	۳۲	وشتان بین الماجد الحر والوشب
من الجهل ان تلقی وتکرم جاهلا	۳۳	للحیته او جبة او عظم السب
عذیری من الایام من جور اهلها	۳۴	اقاموا جبال الفادحات علی قلبی

۲۴ زمانہ کے مصائب سے جنہوں نے میرے سینہ کو بھی تنگ کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حضور میں شکوہ کرتا ہوں۔
۲۵ اور اس مفتری سے جو طرح طرح کی تہمتیں لگاتا ہو اور غیبت کرنے والے کے دھوکے اور ٹھٹھا باز گالی دینے والے سے
۲۶ اور برے عالموں سے جو باوجود حقائق و معارف و علوم کے نہ جاننے کے اپنے تئیں نمونے سمجھتے ہیں۔
۲۷ عمامے اُن کا مایہ ناز ہے جبے قمیصیں اور ڈاڑھیاں ہیں مگر اُن سے جہل کیونکر چھپ جاتا ہے
۲۸ سمجھ دار اُن کی گفتگو کو سننا گوارا نہیں کرتا۔ اور دانش مند اُن کے دیکھنے سے گھن کرتا ہے۔
۲۹ بخدا میں نے جو اُن سے ملنا جلنا چھوڑ دیا تو اُن کی جفا کے باعث جو شریفوں کا شیوہ نہیں۔
۳۰ اور اُن کے جہل کے باعث جس کی وجہ سے وہ میرے علم کو حقیر جانتے اور اُن کی فرومایگی اور رذیلانہ کمینی عادات سے مانوس ہونے کے باعث۔
۳۱ وہ مجھے ملامت کرتے ہیں کہ میں انہیں دیکھنا روا نہیں رکھتا یہ سچ ہے۔ میں کیونکر جاہل سے ملوں جو میری جماعت سے نہیں
۳۲ دانا۔ ادیب۔ اور جاہل۔ نجیب و شریف اور کمینے میں بڑا فرق ہوتا ہے۔
۳۳ کسی جاہل سے ملنا اور اُس کی بڑی پگڑی اور لمبی ڈاڑھی اور جبہ کے باعث اُسکی عزت کرنا بھی جاہل ہی کا کام ہے

۳۴۔ زمانہ اور اہل زمانہ کے ظلم و جفا سے جو میں شکوہ کروں تو مجھے معذور رکھنا چاہیے کیونکہ انہوں نے میرے دل پر مصائب کے پہاڑ رکھ دیے ہیں

شرقت بانواع اللئام وشرّهم	۳۵	وفتنتهم لا بالملام ولا العتب
لعمری هذه النائبات اخفها	۳۶	اشد علی الانسان من وقعة القضب
رعی الله طیفا قد اتانی بفرحة	۳۷	تکاد بها انجو من الهم والنصب
فانی بلیل بین هدء ورقدة	۳۸	اذا شیم برق الشرق فی اسرع الوثب
اضاءت به الآفاق والارض کلها	۳۹	وخال الوری فیه خوفا من الخطب
فقالوا بما شاءوا ولم یتفکروا	۴۰	لفرط اختباط بالضجیج وبالصخب
وکم مدع للعلم من فرط جهله	۴۱	تأوله بالهرج والطعن والضرب
تأنقت فیه غیر یوم ولیلة	۴۲	اراقب ما یبدی الزمان من العجب
وقد اجتلی آثار خیر ورحمة	۴۳	من الجانب الشرقی مستوطن الخصب
واشتق من ریح الصبا کل سحرة	۴۴	روائح تروی القلب کالغصن الرطب

۳۵ میں خبیث طینت لوگوں کے شرّ و فتنہ سے نہ اُن کی ملامت و عتاب سے سخت تنگ آگیا ہوں۔

۳۶ بخدا یہ ایسی مصیبتیں ہیں کہ اُن میں سے ہلکی بھی انسان پر تلوار کی ضرب سے زیادہ شدید ہیں۔

۳۷ اللہ تعالے اُس خیال کا حافظ و ناصر ہو جو میرے پاس ایسی بشارت لایا جس سے امید پڑتی ہے کہ میں غم و الم سے نجات پا جاؤں گا۔

۳۸ اُس کا واقعہ یوں ہے کہ میں ایک رات کچھ بیداری اور نیند کے درمیان تھا کہ شرقی بجلی اس زور سے گوندتی نظر آئی۔

۳۹ کہ ساری دنیا اُس کی روشنی سے منور ہوگئی اور لوگ حیران ہو کر کہنے لگے کہ کوئی بڑا حادثہ واقع ہوا چاہتا ہے۔

۴۰ جو کچھ کسی کے منہ میں آیا بولتا رہا۔ مگر کسی کو بھی شدت اضطراب اور شور و غل کی وجہ سے سوچنے کا موقعہ نہ ملا۔

۴۱ بعض مدعیان علم نے بڑی جہالت سے اُسکی یہ تاویل کی کہ کوئی بڑا فتنہ اور جنگ ہونیوالی ہے۔

۴۲ میں بھی اس امر میں کئی رات دن غور کرتا رہا اور منتظر تھا کہ زمانہ کیا عجیب واقعہ ظاہر کیا چاہتا ہے۔

۴۳ مگر میں اپنے زعم میں مبارک سرزمین مشرق کیطرف سے رحمت و خیر کے آثار کا منتظر تھا۔

۴۴ اور مشرقی ہوا سے ہر سحر مجھے ایسی خوشبو آتی۔ جو شاخ تر کی طرح دل کو تر و تازہ کر جاتی۔

وتُهدى له من نفحةٍ عنبريّة	۴۵	فحنّ لذكر الشرق شوقاً الى القرب
وأُلقي فيه انّ بالشرق قدوة	۴۶	تفوح انفاس له موجب الجذب
فقد جاءنا من قاديان مُبشّرٌ	۴۷	بخيرِ امامٍ منتظرناه مُذ حقب
واخبر ان اضحى غلامٌ لاحمدٍ	۴۸	خليفته فينا ومنا بلا ريب
امامٌ همامٌ نائب الشرع مُلهمٌ	۴۹	من الله ربّ العرش عافٍ عن الذنب
مجدد دين الله فى امّةٍ غوت	۵۰	وصاحب هذا العصر حقا بلا كذب
جليل جميل حسن الناس كلّهم	۵۱	كريم المحيّا اسمر اللون ذو الرّعب
وقور حليم ربعة ربّ وفرةٍ	۵۲	له شعر سبط كما قال من نبّي
سمي صفي بيّن الوصف ماجد	۵۳	حميد السجايا وافر العلم واللب
هو الحجة البيضاء لله فى الورى	۵۴	كشمس الضحى قد ضاء شرقا الى غرب

۴۵ اور اُسے بوے عنبر نفحہ دیتی جس سے میرے دل کو یاد شرق اور اُس کے قرب کا اشتیاق لگ گیا۔

۴۶ اور میرے دل میں ڈالا گیا کہ مشرق میں ایک برگزیدہ ہے جسکے دم مبارک کی ہوا یہ کشش کر رہی ہے۔

۴۷ اتنے میں قادیان سے ایک بشارت دینے والا آیا کہ جس برگزیدہ امام کا ہم برسوں سے انتظار کرتے تھے وہ آگیا۔

۴۸ اور اُس نے اطلاع دی کہ احمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کا ایک خادم و غلام ہم میں اور ہم ہی میں سے اُس کا جانشین ہوا ہے۔

۴۹ مبارک امام۔ نائب شرع اور اللہ رب عرش کیطرف سے ملہم اور گناہوں سے پاک۔

۵۰ بھٹک گئی ہوئی امت میں از سر نو اللہ کے دین کو بحال کرنے والا اور لاریب اس زمانہ کا صاحب۔

۵۱ صاحب جلال و جمال اور حسن میں سب لوگوں سے برتر۔ کریمانہ بشرہ والا۔ گندم گون اور صاحب رعب۔

۵۲ باوقار حلیم۔ میانہ قد اور بڑا سخی ہے۔ اُس کے نیچے لٹکنے والے بال ہیں جیسی کہ جناب نبوت مآب نے خبر دی۔

۵۳ عالی قدر۔ برگزیدہ۔ جس کی وصف عیاں ہے۔ بڑی شرافت والا۔ جس کی تمام عادتیں ستودہ ہیں بڑے علم و دانش والا۔

۵۴ وہ جہان میں اللہ تعالےٰ کی روشن حجت ہے۔ آفتاب نیمروز کیطرح شرق و غرب میں درخشاں ہے۔

علیم باسرار الشریعة عامل	٥٥	بموجبها فی محکم الفرض والندب
بشیر بفوز بالمنی لمن اقتدی	٥٦	نذیر لمن ولی من البؤس والکرب
قوی مهیب اشجع القوم باسل	٥٧	شدید علی الکفار کالصارم العضب
محب لمن ود الرسول وصحبه	٥٨	عدو لاهل الغی والجبت والنصب
عفیف تقی اورع الناس خیرهم	٥٩	واصدقهم فیما یقول وما ینبی
حیی ستار ذو المروة والوفا	٦٠	عفو صبور هین لین القلب
وضیئ طلیق الوجه بشر مبارک	٦١	کریم رحیب الباع ذو المنزل الرحب
سریع الی الحسنی نفور عن الخنا	٦٢	بعید عن الایذاء والزجر والسب
امین علی حق مطاع محدث	٦٣	بکل الذی یقضی ویسطر فی الکتب
یعین ذوی الامال بالمال والعطا	٦٤	ویغنی ذوی الافلاس بالجود والوهب

٥٥ شریعت کے اسرار کا جاننے والا۔ فرض وندب میں شریعت کے موجبات پر عمل کرنے والا۔

٥٦ اپنے پیرو کو حصول آرزو کی بشارت دینے والا۔ اور منکر کو دکھ درد سے ڈرانے والا۔

٥٧ زبردست ۔ باہیبت ۔ شجاع ترین قوم ۔ جوان مرد ۔ کافروں پر شمشیر تیز سے زیادہ تیز۔

٥٨ جناب رسولؐ اور ان کے دوستوں کے دوست کا دوست ۔ گمراہوں اور غیر اللہ کے پوجنے والوں کا دشمن

٥٩ پاک دامن تقوے شعار سب لوگوں سے برگزیدہ ۔ اور پرہیزگار اور اپنی تمام باتوں اور پیشگوئیوں میں سچا۔

٦٠ بڑی حیا وشرم والا ۔ بڑی مروت ووفا والا ۔ درگذر کرنے والا ۔ برداشت کرنے والا ۔ بڑا ہی نرم دل۔

٦١ روشن رو۔ کشادہ بشرہ والا۔ نیکی رساں مبارک ۔ کریم بڑا ہی مہمان نواز جسکا مکان سدا مہمانوں کیلئے کھلا رہتا ہے۔

٦٢ نیکی کرنے میں جلد باز ۔ اور بدکاری سے بھاگنے والا ۔ کسی کو سرزنش کرنے دکھ دینے اور دشنام دہی کو سوں دور۔

٦٣ مانا گیا ۔ خدا کی ہم کلامی سے مشرف ۔ اور جو کچھ اپنی کتابوں اور رسالوں میں لکھتا ہے اس سب میں امین برحق۔

٦٤ امیدواروں کی داد ودہش سے اعانت کرتا ہے ۔ اور مفلسوں کو جود وکرم سے غنی کرتا ہے۔

يضيف مساءً وافديه وغدوةً	۶۵	ويدعى ابا الاضياف في الخصب والجدب
تسير اليه الوفد من كل وجهةٍ	۶۶	ويقصده الركبان ركباً على ركب
حليف التقى يهدي الانام الى التقى	۶۷	ويسعى لمرضاة المهيمن والقرب
طبيب بامراض القلوب مبصّرٌ	۶۸	ينقّي من الاهواء والدرن والثلب
مشيّد قصر الدين من بعد ما وهت	۶۹	اساطينه فيناء عن الثلم والشعب
تصدّى لاصلاح المفاسد في الورى	۷۰	بمنفعة تدعو الى السلم لا الحرب
واذّن اني قد بعثت مؤيّداً	۷۱	بارشاد من في الحضر منهم وفي السهب
يصنّف في هذا رسائل جمّةً	۷۲	ويرسلها جهراً الى العجم والعرب
واعلن في الآفاق دعوة بيعةٍ	۷۳	فشدّوا اليه الرحل حزباً على حزب
يزفّون من بدوٍ اليه وحضرةٍ	۷۴	ثباتاً واشتاتاً من الشيب والشبّ

۶۵ صبح شام مہمانوں کی مہمانی میں مصروف رہتا ہے۔ اسی لئے گرانی اور ارزانی میں اسے مہمانوں کا باپ کر کے پکارا جاتا ہے۔

۶۶ ہر سمت سے جماعتوں کی جماعتیں اسکے پاس آتی ہیں اور گروہ در گروہ ٹرینوں میں بھر کر اسکے پاس ملنے حاضر ہوتا ہے

۶۷ بڑا ہی پرہیزگار اور پرہیزگاری کی راہ خلقت کو دکھانے والا۔ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی اور قرب میں کوشش کرتا رہتا ہے۔

۶۸ دل کی بیماریوں کا طبیب۔ بڑی پہچان والا جو ہر قسم کے عیب۔ ننگ اور بری خواہشوں سے پاک صاف کرتا ہے۔

۶۹ دین کی عمارت کا مضبوط کرنیوالا۔ جب کہ رخنے پڑ پڑ کر اس کی دیواریں ڈھینے پر آ رہی تھیں۔

۷۰ خلقت کی بگاڑوں کی اصلاح کا بیڑا ایسی نفع رسانی کی بنا پر اٹھایا ہے جسکی بناوٹ صلح کی جانب ہے نہ لڑائی کی طرف۔

۷۱ اور اشتہار پر اشتہار دیئے ہیں کہ میں تائید یافتہ از خدا آیا ہوں تاکہ ان سب کو جو دیہاتوں اور شہروں میں رہتے ہیں راہ حق دکھاؤں۔

۷۲ اس بارہ میں متعدد رسالے تصنیف کر کے علانیہ طور پر اطراف واکناف عالم میں بھیجتا ہے۔

۷۳ عالم میں بیعت کی دعوت کا اعلان دے دیا ہے اور جوق جوق لوگ تیاریاں کر کر اس کے قدموں میں حاضر ہوتے ہیں

۷۴ دیہات سے شہر سے ہر سمت سے الگ الگ اور مل مل کر زائرین اس کے حضور میں حاضر ہوتے ہیں۔

يبايعه من كل حزب عريفه	٧٥	على طاعة الرحمن في السهل والصعب
تراهم خضوعا خاشعين لربهم	٧٦	قلوبهم ملأى من الشوق والحب
نفوع يفيد الناس من نفثاته	٧٧	ويسبي قلوب الخلق من خلقه العذب
رحيم بهم كالوالد البر مشفق	٧٨	يفرج عنهم كربة الجهل والعجب
وبحر علوم تقذف الدرّ موجه	٧٩	الى الناس طرًّا لا يذود عن النهب
يحلق اهل العلم والفضل عنده	٨٠	صباحا مساءً وهو كالبدر في الشهب
قعودا لديه تسقط الطير فوقهم	٨١	كانهم استولت عليهم يد الرهب
يدورون في اخذ المكارم حوله	٨٢	مثال النجوم الدائرات على القطب
وكم من كتاب جاءنا منه معجب	٨٣	له درجات عاليات على الكتب
براهينه تهدي البرايا لحقه	٨٤	يجلي عيون الشك والجهل والعصب

٧٥ ہر گروہ کے شناسا آدمی اُس سے بیعت کرتے ہیں کہ وہ ہر حال میں راحت و رنج میں اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار رہینگے۔

٧٦ ان بیعت کرنیوالوں کو تم دیکھو (وہ کیسے ہیں!) وہ اپنے رب کے آگے گڑگڑانے والے ہیں۔ اُن کے دل شوق و محبت الٰہی سے بھرپور ہیں۔

٧٧ وہ نفع رساں ہے۔ خلقت کو اپنے کلام سے فائدہ بخشتا ہے اور اپنی خلق شیریں سے خلقت کے دل مٹھی میں کر لیتا ہے۔

٧٨ اُن پر مہربان باپ کی طرح رحیم و مشفق ہے۔ اور جہل اور خودبینی کی بلاؤں کو اُن پر سے ٹالتا ہے۔

٧٩ وہ علوم کا سمندر ہے جس کی موجیں تمام لوگوں کیطرف موتی پھینکتی ہیں اور پھر لوٹنے سے کسیکو روکتا نہیں

٨٠ صبح و شام اہل علم و فضل اُس کے گرد حلقہ کئے رہتے ہیں اور وہ اُن میں ایسا ہے جیسے ستاروں میں بدر۔

٨١ وہ اہل علم اُس کے حضور میں ایسے محو ہو کر بیٹھے رہتے ہیں کہ انہیں بیجان خیال کر کے پرندے اُن پر بیٹھ جاتے ہیں گویا ہیبت کا ہاتھ اُن لوگوں پر غالب ہے۔

٨٢ جسطرح بنات النعش قطب کے گرد گھومتے ہیں اسی طرح یہ اہل علم تحصیل معارف کیلئے اُسکے گرد گھومتے ہیں۔

٨٣ اُس کی کئی بڑی بڑی عجیب کتابیں بھی ہمیں ملی ہیں جنہیں اور کتابوں پر بڑی بھاری فضیلت اور ترجیح ہے۔

٨٤ اُس کی براہین (احمدیہ) خلقت کی ہادی ہے اور سرمہ چشم آریہ جہل شک اور تعصب کی آنکھوں کو جلا دیتا ہے۔

وتوضيحه تجلو ظلام غوايةٍ	۸۵	وما الفتح الا مفتح الفتح والغلب
وكم معجزات النظم قد تبهر النهى	۸۶	تغادر من باراه احير من ضبّ
يروق عيونا حسنها ونظامها	۸۷	وتكسو نفوسا كلها نشوة الشرب
قصائد فيها النور والصدق والهدى	۸۸	تدل على الاحسان والفوز بالقرب
تكاد النجوم الزاهرات من السما	۸۹	تخر اليها ساجداتٍ على الترب
يلذ على الاسماع حسن كلامه	۹۰	ولطف معانٍ فيه البابا يسبي
نفيس اراناً من نفائس سرّه	۹۱	دقائق علم لا ينال عن الكسب
واعجز من اعجاز انفاسه العدى	۹۲	وقد باء من احداه بالخسر والتبّ
شياطين انسٍ منه فرّوا وجنّةٍ	۹۳	كأن لهم انفاسه شهب الثقب
اقرّ له الاعداء بالفضل والعلى	۹۴	وذل لديه كل ذي العز والنصب

۸۵ توضیح مرام گمراہی کی تاریکی کو کھول دیتی ہے۔ اور فتح اسلام تو فتح و غلبہ کی کنجی ہے۔

۸۶ اور آپ کی منظومات کے معجزے عقل کو حیران کر دیتے اور مقابلہ کرنے والے کو سوسمار سے بھی زیادہ سراسیمہ کر ڈالتے ہیں۔

۸۷ ان کا حسن و نظام آنکھوں کو سرور بخشتا اور سخن فہموں کے دلوں کو سرشار بھی کر دیتا ہے۔

۸۸ قصائد میں تو نور۔ صدق۔ ہدایت۔ توحید اور قرب الٰہی کے حصول کی باتیں بھری ہوئی ہیں۔

۸۹ کچھ عجب نہیں جو آسمان کے نورانی تارے اُن قصائد کے آگے سجدہ کرنے کے لئے زمین پر آ رہیں۔

۹۰ آپ کا لطیف کلام کانوں کو لذت دیتا اور اُسکے معانی کی خوبی تو ہماری دانشوں کو اسیر ہی کر لیتی ہے۔

۹۱ آپ کی ذات مبارک نے عجائبات اسرار الٰہیہ سے ہمیں ایسے دقائق معارف دکھلائے ہیں جو کسب سے حاصل نہیں ہو سکتے۔

۹۲ اپنے کلمات طیبات سے مخالفوں کو عاجز کر دیا ہے اور معارضہ کرنے والے کے لئے زیان اور وبال کے سوا کچھ نہیں پڑا

۹۳ تمام شیاطین انس و جن اُسکے ظہور سے رفو چکر ہو گئے ہیں گویا آپ کے انفاس اُنکے حق میں شہاب ثاقب ہو گئے۔

۹۴ دشمن بھی آپکی فضیلت کا اقرار کر چکے ہیں۔ اور بڑے بڑے صاحب اختیار لوگ بھی آپ کے سامنے سر نیچا کر دیتے ہیں۔

دعا امة من ههنا ثم ههنا	٩٥	فقال سويداء القلوب لها لبي
يؤثر في اتباعه ما يقوله	٩٦	ويكثرهم يوما فيوما ولا يكبي
ويحمده من شط منه ومن دنا	٩٧	سوى من ترى في الدين غير اولي الارب
وكم من كبير القوم اصغى وانما	٩٨	حذارا على الدنيا تنحى جنبه الجنب
فلم يبق الا من تعدى بجهله	٩٩	يمارى مراء عن غوايته ينبي
اذا قيل برزوا اختبره مناظرا	١٠٠	يفر ويهذي بالوقاحة واللجب
واكبر من اعزاه نشوة جهله	١٠١	بانكاره من يدعي العلم عن كذب
يميل الى الطاغوت طورا وتارة	١٠٢	الى الرفض ثم النيچر الكفر كالضب
ومتبع طورا ووقتا مقلد	١٠٣	وعبد النصارى تارة ناصر الصلب
تزيا بزي الكفر يشري به الهدى	١٠٤	ويبغي رضى الكفار في سخط الرب

٩٥ اُس نے قوم کو ہر سمت سے آواز دی جسے سن کر سویدائے دل نے کہا کہ اُسے مان ہی لو۔

٩٦ آپکا کلام معجز نظام پیرؤں کے دلوں میں پوری تاثیر کرتا ہی جسکا نتیجہ یہ ہی کہ انھیں روزافزوں ترقی نصیب ہو رہی ہے۔ تنزل نہیں۔

٩٧ سب ہی نزدیک دور آپکی مدح سرائی کرتے ہیں۔ سوائے اُن بدقسمت کی جسے دین سے کوئی غرض واسطہ نہو۔

٩٨ بڑے بڑے سرداران قوم کو آپکی باتیں دل میں لگ جاتی ہیں۔ مگر پھر دنیا سے ڈر کر آپ سے الگ ہو جاتے ہیں۔

٩٩ اب سوائے جاہل بے انجام کے اور کوئی نہیں رہا جو ناحق کے جھگڑوں سے اپنی گمراہی کا ثبوت دیتا ہی۔

١٠٠ جب اسے کبھی میدان میں نکل اور مناظرہ کرکے حضرت مثیل کو آزمالے تو نوک دم بھاگتا اور ناگفتنی باتیں بکتا ہی

١٠١ اور سب سے بڑھ کر ایک جاہل ہی جو نادانی کے نشے میں چور ہو کر انکار پر کٹڑا اور علم کا جھوٹا دعوے کرتا ہی۔

١٠٢ کبھی تو وہ پاگل آدمی کیطرح طاغوت کیطرف جھک پڑتا ہی کبھی رافضی بن جاتا اور کبھی فرقہ ضالہ نیچریہ کا پہلو اختیار کر لیتا ہے۔

١٠٣ وہ گرگٹ کیطرح رنگ بدلتا رہتا ہی کبھی ادہر کبھی ادہر کبھی کبھی نصارا کا غلام صلیب کا حامی بھی بن جاتا ہی۔

١٠٤ کفر کا لباس پہنکر دین کو بیچتا ہی۔ اور اپنے مولا کی ناراضی میں کفار کو خوش کرنا چاہتا ہی۔

وما هاجه شيء سوى حسد له	۱۰۵	وذلك داء لا يعالج بالطب
اذا بهت المرتاب عند حجاجه	۱۰۶	تبادر للبهتان والشتم والقشب
ولم يدر ان الله ينصر عبده	۱۰۷	على الجاهل المرتاب والمبطل الخب
ومن يخذل المبعوث يخذله ربه	۱۰۸	ويجعله في خلقه عالي الكعب
ومن لم يعاونه سيبكي تاسفا	۱۰۹	ويلق اثاما بالمذلة والكب
هلموا عباد الله واستمعوا له	۱۱۰	وقوموا جميعا قومة الجحفل اللجب
اعينوه بالاموال وافدوه بالنفوس	۱۱۱	تنجوا من الآفات في الخلف والشجب
عليكم عليكم باتباع امامكم	۱۱۲	فنعم امام جاء فيكم من الرب
يقودكم نحو الهدى فاقتدوا به	۱۱۳	ووالوه بالاخلاص والصدق والرغب
اتاكم ببرهان وما فيه مرية	۱۱۴	فلا تبطلوه بالممارأة والشغب

۱۰۵ اُس کی مخالفت کی اور کوئی وجہ سوائے حسد کے نہیں۔ اور اس بیماری کا علاج تو طب میں بھی نہیں۔

۱۰۶ جب وہ اللہ کی باتوں میں شک لانے والا مباحثہ میں ہار کر بغلیں جھانکنے لگا تب گالی گلوچ جھوٹ اور بہتان لئے بولیگا

۱۰۷ اور یہ نہ سمجھا کہ اللہ تعالیٰ بہ مقابلہ جاہل شکی مبطل دہوکے باز کے اپنے بندہ کا ناصر ہے۔

۱۰۸ اصل یہی کہ جس نے بھیجے ہوئے کو چھوڑا اس کو اس کا رب بھی ضرور چھوڑیگا اور وہ اسی خلقت میں ذلیل کریگا۔

۱۰۹ جس نے آج اُسکی مدد نہ کی کل وہ افسوس کیا کر روئے گا۔ اور بڑی ذلت و رسوائی کے علاوہ سخت گنہگار ہوگا۔

۱۱۰ آؤ۔ اے خدا کے بندو! اس کی باتیں سنو۔ اور جرار لشکر کی طرح سب کے سب اُٹھ کھڑے ہو۔

۱۱۱ مالوں سے اُسکی مدد کرو۔ جانوں کو اُس پر فدا کرو تو تم تمام دکھ درد کی آفتوں سے نجات پاؤ گے۔

۱۱۲ اس اپنے امام کی پیروی کو فرض سمجھو۔ کیونکہ رب تعالےٰ کی طرف سے یہ خوب امام تم میں آیا ہے۔

۱۱۳ وہ تمہیں ہدایت کی طرف بلاتا ہے اس کے پیچھے آؤ اور اخلاص صدق اور رغبت سے اسکو پیار کرو۔

۱۱۴ تمہارے پاس واضح برہان لایا ہے جس میں شک کی گنجائش نہیں۔ اب ناحق کے جھگڑوں فسادوں سے اُس کا ابطال نہ کرو۔

هو النعمة العظمى من الله فاشكروا	۱۱۵	ولا تكفروها بالتمرد والنكب
هو الغيث فيكم فاقدروا حق قدره	۱۱۶	يروي البرايا كالصبيب من السحب
هو النور بين الرشد والغي في الورى	۱۱۷	به تنجلي سود الاساءة والذنب
ولله عينا من رآه فانه	۱۱۸	على شرف اعلى وقد فاز بالحسب
عجبت لمن لم يستبن بعد امره	۱۱۹	وقد بلغ الابكار في الخدر والحجب
ويا عجبي ممن اساء ظنونه	۱۲۰	به وهو يهديهم الى خالص الحب
ابى الله الا ان يزيد اعتلاءه	۱۲۱	ومن يبتغي ما شاء للمحو والقلب
ابى الله الا ان يضيئ سراجه	۱۲۲	ومن ذا الذي يطفيه بالنفخ والحصب
لحى الله من ولاه بالبغي مدبرا	۱۲۳	يثير رعاع الناس بالويل والحرب
لك الله قد ارسلت فينا مكرما	۱۲۴	فاهلا وسهلا مرحبا بك يا محبي

۱۱۵ وہ اللہ کیطرف سے بڑی نعمت ہے - اس کی قدر کرو - شکر کرو - اور روگردانی سے کفران نعمت کے ملزم نہ ہو۔

۱۱۶ وہ تم میں ابر رحمت ہے اس کی پوری قدر کرو - یہ آسمانی باران کیطرح مخلوقات کو سیراب کرتا ہے۔

۱۱۷ وہ حق و باطل کے درمیان فرق کرنیکے لئے عالم میں ایک نور ہے اسی سے بدکاریوں اور گناہوں کی تاریکی دور ہوگی۔

۱۱۸ مبارک ہو وہ آنکھ جس نے اسے دیکھا کیونکہ اسے بڑا ہی شرف اور بڑا ہی اجر حاصل ہوا۔

۱۱۹ مجھے اس شخص پر تعجب آتا ہے جس پر اب تک اس امام کا مشن واضح نہیں ہوا حالانکہ پردہ نشین کنواریوں تک تو یہ دعوت پہنچ گئی ہے۔

۱۲۰ اس پر تو بڑا ہی تعجب ہے جو اب تک اس پر بدظنی رکھتا ہے حالانکہ وہ تو خالص حب الٰہی کی انہیں راہ دکھاتا ہے۔

۱۲۱ اللہ تعالیٰ نے قطعی فیصلہ کر چکا ہے کہ اس امام کی عظمت و قدر بڑھے گی۔ اور جسے خدا قائم رکھنا چاہے اسے کون مٹا سکے یا ادل بدل کر سکے۔

۱۲۲ اللہ تعالیٰ نے ضرور اس کے چراغ کو منور رکھنے والا ہے - کون ہے جو پھونکوں اور کنکروں سے اسے بجھا دے؟

۱۲۳ خدا کی پھٹکار اس پر جو اس سے روگردان ہوتا اور سفلہ لوگوں کو اسکے مقابلہ کیلئے جوش دلاتا ہے۔

۱۲۴ اللہ تعالیٰ تیرے ساتھ ہو! تو ہم میں مکرم و معظم بھیجا گیا ہے - آئیے آئیے اے فیاض کریم ہمارے سر آنکھوں پر بیٹھئے۔

واشقى عباد الله من صار جاحدا	١٢٥	لفضلك فاستهواه ابليس في الشغب
فاخزاه في الدنيا وسود وجهه	١٢٦	وقدامه يوم الندامة والسحب
دعاني الى ذا النظم صدق مودة	١٢٧	وفرط اشتياق كان مستوطن القلب
فهاك امام المومنين حديقة	١٢٨	منضرة الاشجار مخضرة القضب
ودونك مني روضة مستطابة	١٢٩	سقاها الحيا سقي السحائب لا الغرب
يروق عيون الناظرين ابتسامها	١٣٠	اذا سرحت فيها قلوبهم يطبي
قواف تزيد السامعين اشتياقكم	١٣١	اذا انشدوها نحو اعتابكم يصبي
احن اليكم والديار بعيدة	١٣٢	وشوق لقاء يجد العين بالسكب
تهز النسيم القلب حين هبوبها	١٣٣	كهز لسان بالثناء بما ارطب
سقام وبعد ثم عذر ووحدة	١٣٤	فكيف الحدور والسهل في المرتقى العصب

١٢٥ بڑا ہی شقی بندہ ہے جو تیری فضیلت کا منکر ہوا۔ اور اُسے شیطان نے دادیئے ضلالت میں پھینک دیا

١٢٦ خدا نے اُسے دنیا میں ذلیل اور روسیاہ کردیا اور عاقبت میں اُسکی سامنے دخول جہنم اور ندامت ہے۔

١٢٧ میں نے یہ قصیدہ مدحیہ محض اخلاص محبت اور کمال اشتیاق سے جو میرے دل میں جاگزین ہے لکھا ہے۔

١٢٨ اے امام المومنین لیجئے یہ ایک باغ ہے جس کی شاخیں اور درخت سب سرسبز ہیں۔

١٢٩ میری طرف سے یہ باغ عجیب تحفہ قبول فرمائیے۔ یہ باغ سدا سرسبز رہنے والا ہے اور کبھی خزاں کا منہ نہ دیکھیگا۔

١٣٠ اس کی شگفتگی ناظرین کی آنکھوں کو خنک کردیتی ہے اور جب اُن کے دل اس میں سیر و تفریح کریں تو انھیں خوش و خرم کرتی ہے۔

١٣١ یہ ایسے اشعار ہیں کہ جب پڑھے جائیں گے تو سامعین کے دلوں میں اشتیاق پیدا کریں گے پھر وہ شوق حضور کی آستان بوسی کیطرف انھیں مائل کرے گا۔

١٣٢ میں آپکا مشتاق ہو رہا ہوں۔ ملک بہت دور ہے اور شوق ملاقات میں میری آنکھیں آنسو برسا رہی ہیں۔

١٣٣ جب نسیم چلتی ہے میرے دل کو جنبش دیجاتی ہے جسطرح میری زبان حضور کی مدح و ثنا میں ہمیشہ حرکت کرتی رہتی ہے۔

١٣٤ بیماری۔ دوری۔ عذر اور تنہائی اور اُس پر دشوار گزار بیابان اور کٹھن منزلیں میری راہ میں حائل ہیں۔

واشكو عدوا لا يزال بمرصد	١٣٥	يراقبني فيما اقول وما انبي
مداج يجيء الشر من اى وجهة	١٣٦	ويرشقني ارشاق من ريع بالسلب
يحرق انيابا على عداوة	١٣٧	كانى اوجعت المنافق بالغصب
بمقدمك الميمون طابت بشارة	١٣٨	واسفرت الدنيا لكل اخي لب
وزالت بها الاتراح عن قلب مكمد	١٣٩	وقام به داعي المسرة والرحب
فلا زلت للاسلام عونا وعزة	١٤٠	يهابك من ياباه في الشرق والغرب

١٣٥ میں ایک دشمن کی شکایت کرتا ہوں جو برابر گھات میں لگا ہوا میرے اقوال کو تاکتا رہتا ہے۔

١٣٦ وہ ایک منافق ہے جو ہر طرح شر اٹھاتا رہتا ہے۔ اور مجھے یوں تیر مارتا ہے جیسے وہ شخص جسے اسکا اسباب لوٹنے کی دھمکی دی جاوے۔

١٣٧ وہ مارے بغض کے مجھ پر دانت پیستا رہتا ہے جیسے میں نے اس کا کچھ چھین کر اسے ستایا ہے۔

١٣٨ حضور کے قدوم مبارک سے دنیا بشارت پاکر خوش ہوگئی ہے اور عقلمندوں کو روشن نظر آنے لگی ہے۔

١٣٩ اس بشارت کو پاکر آزردہ دلوں کے رنج دور ہوگئے اور بجائے اس کے دلوں میں خوشی اور فراخی کے ولولے پیدا ہوگئے۔

١٤٠ میری دعا ہے کہ حضور اسلام کے مددگار اور باعث عزت رہیں! اور منکران اسلام شرق وغرب سے آپ سے خوف کھاتے رہیں۔

مباحثہ

مابین

حضرت اقدس مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود

اور

مولوی محمد بشیر صاحب بھوپالی

دہلی میں

پرچہ نمبر (۱)

مولوی محمد بشیر صاحب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وکفٰی وسلام علٰی عبادہ الذین اصطفٰی اما بعد ارباب علم و دین پر مخفی نہ رہے کہ اصل دعویٰ جناب مرزا صاحب کا مسیح موعود ہونے کا ہے لیکن جناب ممدوح نے محض اصرار بلیغ سے مباحثہ حیات و وفات مسیح علیہ السلام میں منظور کیا گیا ہے اور اس مسئلہ میں بھی اصل منصب جناب مرزا صاحب کا مدعی کا ہے لیکن صرف جناب ممدوح کے اصرار سے ہی یہ بھی قبول کیا گیا کہ پہلے یہ عاجز ادلہ حیات مسیح علیہ السلام تحریر کرے اور اس میں بحث صعود و نزول وغیرہ کا خلط نہ کیا جائے فاقول بحول اللہ وقوتہ وما توفیقی الا بہ علیہ توکلت والیہ انیب۔ جاننا چاہیئے کہ دلیلیں حیات مسیح علیہ السلام کی پانچ آیتیں ہیں۔ دلیل اول یہ ہے قال اللہ تعالٰی فی سورۃ النساء وان من اھل الکتاب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ ویوم القیمۃ یکون علیھم شھیدا۔ وجہ استدلال کی یہ ہے کہ لیؤمنن میں نون تاکید کا آیا ہے اور نون تاکید مضارع کو خالص استقبال کے لئے کر دیتا ہے ماضی اور حال کی تاکید کے لئے نون نہیں آتا ہے ازہری التصریح میں لکھتا ہے ولا یؤکد بھما الماضی تعقیباً و یعنی مطلقاً لانھما یخلصان مدخولھما للاستقبال وذالک ینافی المضی انتہی اور دوسری جگہ لکھتا ہے

ولا یجوز تأکیدہ بہما اذا کان منفیا او کان المضارع حالا کقراءۃ ابن کثیر لاقسم بیوم القیمۃ۔ و
قول الشاعر یمینا لابغض کل امری + یزخرف قولا ولا یفعل + فاقسم فی الآیۃ والبغض فی البیت
معناہما الحال لدخول اللام علیہما وانما لم یؤکدا بالنون لکونہا تخلص الفعل للاستقبال وذلک
ینافی الحال انتہی + فوائد ضیائیہ میں ہے تختص ای نون بالفعل المستقبل فی الامر والنہی والاستفہام والتمنی
والعرض والقسم۔ وانما اختصت ہذہ النون بہذہ المذکورات الدالۃ علی الطلب دون الماضی
والحال لانہ لا یؤکد الا ما یکون مطلوبا انتہی۔ عبد الحکیم کہتا ہیں کہ ان النون تخلص المضارع للاستقبال
فکرہوا الجمع بین حرفین لمعنی واحد فی کلمۃ واحدۃ معنی میں ہے ولا یؤکد بہما الماضی مطلقا واما
المضارع فان کان حالا لم یؤکد بہما وان کان مستقبلا اکد بہما وجوبا فی نحو واللہ لاکیدن
اصنامکم انتہی۔ شیخ زادہ حاشیہ بیضاوی میں لکھتا ہے۔ واعلم ان الاصل فی نون التاکید ان تلحق
بآخر فعل مستقبل فیہ معنی الطلب کالامر والنہی والاستفہام والتمنی والعرض نحو اضربن زیدا
ولا تضربن وہل تضربنہ ولیتک تضربن منفلۃ ومخففۃ۔ واختص بما فیہ معنی الطلب لان
وضعہ للتاکید والتاکید انما یلیق بما یطلب حتی یوجد ویحصل فیختص بہ بوجدان المطلوب
ولا یلیق بالخبر المحض لانہ قد وجد وحصل فلا یناسبہ التاکید واختص بالمستقبل لان الطلب
انما یتعلق بما لم یحصل بعد لیحصل وہو المستقبل بخلاف الحال والماضی لحصولہما
والمستقبل الذی ہو خبر محض لا تلحق نون التاکید بآخرہ الا بعد ان یدخل علی اول الفعل ما
یدل علی التاکید کلام القسم۔ وان لم یکن فیہ معنی الطلب لان الغالب ان المتکلم یقسم
علی مطلوبہ انتہی۔ اور ایسا ہی بلا اختلاف تمام کتب نحو میں مرقوم ہے قرآن مجید اور سنت مطہرہ میں بھی
نون بہت مواضع میں خاص مستقبل کے لئے آیا ہے اور ماضی اور حال کے لئے ایک جگہ بھی پایا نہیں جاتا
اس مقام پر چند آیات نقل کیجاتی ہیں سورہ بقر میں ہے فاما یاتینکم منی ہدی فمن تبع ہدای فلا خوف
علیہم ولا ہم یحزنون اور بھی اسی میں ہے فلنولینک قبلۃ ترضہا اور اسی میں ہے ولنبلونکم بشیء من الخوف
والجوع ونقص من الاموال والانفس والثمرات۔ سورہ آل عمران میں ہے واذ اخذ اللہ میثاق النبیین
لما اتیتکم من کتاب وحکمۃ ثم جاءکم رسول مصدق لما معکم لتؤمنن بہ ولتنصرنہ اور بھی اسی میں ہے
لتبلون فی اموالکم وانفسکم۔ ولتسمعن من الذین اوتوا الکتاب من قبلکم ومن الذین اشرکوا اذی

كثيراً اور بھی اسی میں ہے۔ واذ اخذ اللہ میثاق الذین اوتوا الکتاب لتبیننہ للناس ولا تکتمونہ الآیۃ اور بھی اسی میں ہے۔ فالذین ہاجروا واخرجوا من دیارھم واوذوا فی سبیلی وقاتلوا وقتلوا لاکفرن عنھم سیئاتھم ولادخلنھم جنت تجری من تحتھا الانھار سورہ نساء میں ہے ولاضلنھم ولامنینھم ولامرنھم فلیبتکن آذان الانعام ولامرنھم فلیغیرن خلق اللہ سورہ مائدہ کے رکوع گیارہویں میں ہے لتجدن اشد الناس عداوۃ للذین آمنوا الیھود والذین اشرکوا ولتجدن اقربھم مودۃ للذین آمنوا الذین قالوا انا نصاری اسی سورہ کے تیرہویں رکوع میں ہے یا ایھا الذین آمنوا لیبلونکم اللہ بشیء من الصید سورہ انعام کے دوسرے رکوع میں ہے لیجمعنکم الی یوم القیامۃ لاریب فیہ سورہ اعراف کے پہلے رکوع میں ہے فلنسئلن الذین ارسل الیھم ولنسئلن المرسلین فلنقصن علیھم اسی سورۃ کے چودہویں رکوع میں ہے لاقطعن ایدیکم وارجلکم من خلاف ثم لاصلبنکم۔ اسی سورہ کے اکیسویں رکوع میں ہے۔ واذ تاذن ربک لیبعثن علیھم الی یوم القیامۃ من یسومھم سوء العذاب۔ سورہ ابراہیم کے دوسرے رکوع میں ہے ولنصبرن علی ما آذیتمونا سورہ ابراہیم کے تیسرے رکوع میں ہے۔ وقال الذین کفروا لرسلھم لنخرجنکم من ارضنا او لتعودن فی ملتنا فاوحی الیھم ربھم لنھلکن الظالمین ولنسکننکم الارض من بعدھم سورہ نحل کے تیرہویں رکوع میں ہے ولیبینن لکم یوم القیامۃ ما کنتم فیہ تختلفون اسی میں ہے۔ ولتسئلن عما کنتم تعملون۔ اسی میں ہے من عمل صالحاً من ذکر او انثی وھو مومن فلنحیینہ حیوۃ طیبۃ ولنجزینھم بنی اسرائیل کے پہلے رکوع میں ہے۔ وقضینا الی بنی اسرائیل فی الکتاب لتفسدن فی الارض مرتین ولتعلن علواً کبیرا۔ سورہ حج کے چھٹے رکوع میں ہے۔ ولینصرن اللہ من ینصرہ ان اللہ لقوی عزیز۔ سورہ نور کے ساتویں رکوع میں ہے۔ وعد اللہ الذین آمنوا منکم وعملوا الصلحت لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم ولیمکنن لھم دینھم الذی ارتضی لھم ولیبدلنھم من بعد خوفھم امنا۔ سورہ نحل کے دوسرے رکوع میں ہے۔ لاعذبنہ عذاباً شدیداً او لاذبحنہ او لیاتینی بسلطان مبین۔ سورہ عنکبوت کے ساتویں رکوع میں ہے والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا۔ سورہ محمد کے ۴ رکوع میں ہے ولتعرفنھم فی لحن القول۔ تغابن کے پہلے رکوع میں ہے۔ قل بلی وربی لتبعثن ثم لتنبئون بما عملتم۔ انشقت کے ہے لترکبن طبقاً عن طبق۔ اگر جناب مرزا صاحب ایک آیت یا ایک حدیث یا کوئی کلام عرب عرباء کا ایسا پیش کریں کہ اس میں نون تاکید حال یا ماضی کے لئے یقینی طور پر آیا ہو یا کوئی عبارت کسی معتبر کتاب نحو کی جس میں

تصریح امر مذکور کی ہو تو میں اپنے اس مقدمہ کو غیر صحیح تسلیم کرلونگا بعد اس تمہید کے میں کہتا ہوں کہ لفظی ترجمہ اس
آیت کا یہ ہوا اور نہیں اہل کتاب میں سے کوئی مگر البتہ ایمان لاویگا ساتھ حضرت عیسیٰ کے پہلے مرنے حضرت عیسیٰ
سے اور حاصل ترجمہ یہ ہے کہ آیندہ زمانے میں ایک ایسا زمانہ آنیوالا ہے کہ سب اہل کتاب اُس میں
حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مرنے سے پہلے ایمان لاوینگے یہی ایک معنے اس آیت
کے موافق محاورۂ عرب و قواعد نحو اور محاورہ کتاب و سنت کے صحیح ہیں اور اس کے ماعدا جتنے معنے ہیں سب
غلط اور باطل ہیں کیونکہ کسی معنی کی بناء پر لیؤمنن کا لفظ خالص استقبال کے لئے نہیں باقی رہتا وہ چار معانی
ہیں۔ اوّل وہ جو عامہ تفاسیر میں منقول ہی کہ موتہ کے ضمیر کتابی کیطرف عاید ہے اور معنے یہ ہیں کہ نہیں کوئی اہل
کتاب میں سے مگر البتہ ایمان لاتا ہی حضرت عیسیٰ پر اپنے مرنے سے پہلے یعنے نزع روح کیوقت اس تقدیر پر
لیؤمنن کا خالص استقبال کے لئے نہونا ظاہر ہے اس لئے یہ معنے باطل ہیں دوسرے معنے وہ ہیں جو جناب
مرزا صاحب نے کشفی طور پر ازالہ اوہام کے صفحہ ۳۷۲ میں لکھے ہیں جسکا حاصل یہ ہے کہ ہر اہل کتاب ہمارے
اس بیان مذکورہ بالا پر جو ہم نے اہل کتاب کے خیالات کی نسبت ظاہر کیا ہے ایمان رکھتا ہے قبل اس کے
کہ وہ ایمان لاوے کہ مسیح اپنی موت سے مر گیا فقط۔ یہہ معنے بھی بسبب اس کے کہ اس تقدیر پر لیؤمنن خالص
استقبال کے لئے نہیں رہتا ہے باطل ہیں اور اس معنی کشفی کے بطلان کے اور بھی وجوہ ہیں مگر ان کو
اس بحث سے علاقہ نہیں ہے اس لئے ہم انکو یہاں بیان نہیں کرتے انشاء اللہ تعالےٰ ان وجوہ کا ذکر ازالۂ
اوہام کے رد میں بہ بسط بسیط کیا جائے گا۔ تیسرے وہ معنی ہیں جو جناب مرزا صاحب نے ازالۃ الاوہام
کے صفحہ ۳۸۵ میں لکھے ہیں وہ یہہ ہیں کہ مسیح تو ابھی مرا ہی نہیں تھا کہ جب سے یہ خیالات شکوک شبہہ
کے یہود و نصاریٰ کے دلوں میں چلے آتے ہیں فقط۔ یہہ معنی بھی اسی وجہ سے باطل ہیں کہ لیؤمنن اس تقدیر
پر خالص استقبال کے لئے نہیں رہتا بلکہ ماضی کے لئے ہوجاتا ہے چوتھے وہ ہیں جو مولوی ابو یوسف
محمد مبارک علی صاحب سیالکوٹی مرید مخلص مرزا صاحب نے القول الجمیل کے صفحہ ۲۰۹ میں لکھے ہیں وہ
یہ ہیں اور ان اہل کتاب میں سے ہر ایک شخص کے لئے ضروری ہی کہ اس بات کو اپنے مرجانے سے پیشتر ہی
تسلیم کرے فقط اس عبارت کا مطلب اگر یہہ ہے کہ ان اہل کتاب میں سے ہر ایک شخص کو چاہیے کہ
اس بات کو اپنے مرنے سے پہلے ہی تسلیم کرے یعنے یہہ جملہ انشائیہ ہے جیسا کہ بعض عبارات القول الجمیل
اس پر قرینہ ہے تو اس معنی کے غلط ہونے کی یہہ وجہ ہے کہ صاحب القول الجمیل اس مقام پر غلط فاحش

فاحش کا مصدر ہوا ہے کیونکہ لیومنن میں لام مکسورہ لام الامر سمجھا ہے حالانکہ قرآن خواں اطفال بھی جانتے ہیں کہ
قرآن مجید میں لام مفتوحہ لام تاکید ہے اور اگر یہ معنی ہیں کہ ان اہل کتاب میں سے ہر ایک شخص اس بات کو اپنے
مرنے سے پہلے تسلیم کر لیتا ہے یعنے یہ جملہ خبریہ ہے تو اس وقت لیومنن خالص استقبال کیلئے نہیں رہتا ہے
اس لئے یہ معنے غلط ہوئے اور وہ معنے اس آیت کے جو خاکسار نے اول بیان کئے سلف میں سے ایک
جماعت کثیر اسی طرف گئی ہے ان میں سے ہیں ابوہریرہ اور ابن عباس اور ابو مالک اور حسن بصری وقتادہ وعبدالرحمٰن
بن زید بن اسلم تفسیر ابن کثیر میں ہے حدثنا ابن بشار حدثنا عبدالرحمٰن عن سفیان عن ابی حصین عن سعید بن جبیر
عن ابن عباس وان من اهل الكتاب الا ليؤمنن به قبل موته ۔ قال قبل موت عيسى بن مريمؑ و
قال العوفي عن ابن عباس مثل ذلك قال ابو مالك في قوله الا ليؤمنن به قبل موته قال ذلك عند
نزول عيسى بن مريم عليه السلام لا يبقى احد من اهل الكتاب الا آمن به وقال الضحاك عن ابن عباس
وان من اهل الكتاب الا ليؤمنن به قبل موته يعني اليهود خاصة وقال الحسن البصري يعني النجاشي
واصحابه رواهما ابن ابي حاتم وقال ابن جرير حدثني يعقوب حدثنا ابن علية حدثنا ابو رجاء عن الحسن
وان من اهل الكتاب الا ليؤمنن به قبل موته قال قبل موت عيسى والله انه لحي الآن عند الله ولكن اذا
نزل آمنوا به اجمعون وقال ابن ابي حاتم حدثنا ابي حدثنا علي بن عثمان اللاحقي حدثنا جويرية بن
بشير قال سمعت رجلا قال للحسن يا ابا سعيد قول الله عز وجل وان من اهل الكتاب الا ليؤمنن
به قبل موته قال قبل موت عيسى ان الله رفع اليه عيسى وهو باعثه قبل يوم القيامة مقاما يؤمن
به البر والفاجر وكذا قال قتادة وعبدالرحمن بن زيد بن اسلم وغير واحد وهذا القول هو الحق كما
سنبينه بعد بالدليل القاطع ان شاء الله وبه الثقة وعليه التكلان انتهى ۔ اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ
کا اس طرف جانا حدیث صحیحین سے ظاہر ہے مخفی نہ رہے کہ جناب مرزا صاحب نے اس معنی پر جسکو ہم نے صحیح اور حق
کہا ہے ازالۃ الاوہام کے صفحہ ۳۶۸ اور صفحہ ۳۶۹ میں چار اعتراض کئے ہیں ان سب کا جواب مسکت
بفضلہ تعالیٰ ہمارے پاس موجود ہے ۔ اعتراض اول آیت موصوفہ بالا صاف طور پر فائدہ تعمیم کا دے رہی ہے جس
سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل کتاب کے لفظ سے تمام وہ اہل کتاب مراد ہیں جو مسیح کے وقت میں یا مسیح کے بعد برابر
ہوتے رہیں گے اور آیت میں ایک بھی ایسا لفظ نہیں جو آیت کو کسی خاص محدود زمانے سے متعلق اور وابستہ
کرتا ہو ۔ فقط جواب اس کا بدو وجہ ہے اول یہ کہ آیت میں نون تاکید ثقیلہ موجود ہے جو آیت کو خاص زمانہ

مستقبل ہی وابستہ کرتا ہے دوم یہ کہ اس تعمیم کے موافق آپ کے معنی اول جو ازالۃ الاوہام میں لکھے گئے ہیں بہی باطل ہوئے جاتے ہیں کیونکہ آپکے نزدیک لفظ اہل کتاب کا آیت موصوفہ میں اُن سب اہل کتاب کو بہی شامل ہی جو مسیح کے وقت میں اُن کو صلیب پر چڑھانے سے پہلے موجود تھے حالانکہ اُن کا بیان مذکورہ بالا پر ایمان رکھنا قبل اس کے کہ وہ اس پر ایمان لاویں کہ مسیح اپنی طبعی موت سی مر گیا غیر منصور ہی اور ایسا ہی آپ کے دوسرے معنے بہی باطل ہوئے جاتے ہیں وھذا غیر خفی علی من لہ ادنے تامل۔

اعتراض دوم احادیث صحیحہ باواز بلند پکار رہی ہیں کہ مسیح کے دم سے اُس کے منکر خواہ وہ اہل کتاب ہیں یا غیر اہل کتاب کفر کی حالت میں مرینگے فقط جواب اس کا بدو وجہ ہے اول یہہ کہ آیت میں کہیں تصریح اس امر کی نہیں ہے کہ مسیح کے آتے ہی سب اہل کتاب مسیح پر ایمان لے آوینگے بلکہ آیت میں تو صرف اسی قدر ہے کہ مسیح کی موت سی پہلے ایک زمانہ ایسا آئیگا کہ اس زمانہ کے سب اہل کتاب اُن پر ایمان لے آویں گے پس ہو سکتا ہی کہ جن کفار کا علم الہی میں مسیح کے دم سی کفر کی حالت میں مرنا مقدر ہو ان کے مرنے کے بعد سب اہل کتاب ایمان لے آویں۔ دوم ہو سکتا ہے کہ مراد ایمان سی یقین ہو نہ ایمان شرعی جیسا کہ آپ کے دونوں معنے کے موافق ایمان سے مراد ایمان شرعی نہیں ہی بلکہ یقین مراد ہے

اعتراض سوم مسلمانوں کا یہہ عقیدہ مسلم ہی کہ دجال بہی اہل کتاب میں سی ہوگا اور یہہ بہی مانتے ہیں کہ وہ مسیح پر ایمان نہیں لائیگا فقط اس کا جواب بھی انہیں دو وجہوں سے ہی جو اعتراض دوم کے جواب میں لکھی گئیں اعادہ کی حاجت نہیں۔ اعتراض چہارم مسلم میں موجود ہے کہ مسیح کے بعد شریر رہجائیں گے پھر قیامت آئے گی اگر کوئی کافر نہیں رہیگا تو وہ کہاں سی آجاوینگے فقط۔ یہہ اعتراض جناب مرزا صاحب کی شان سے نہایت مستبعد ہے کیا مرزا صاحب یہہ نہیں خیال فرماتے کہ یقیناً دنیا میں ابتداءً ایک ایسا زمانہ بہی ہو چکا ہے کہ کوئی کافر نہ تھا پھر یہہ کفار جو اب تک موجود ہیں کہاں سے آ گئے جیسی یہ کفار ہو گئے ایسا ہی بعد عیسیٰ علیہ السلام کے بہی ہو جاویں گے۔ **دلیل دوسری** ۔ یہ آیت سورہ آل عمران کی ہی۔

ویکلم الناس فی المھد وکھلا ومن الصلحین اس آیت سے علماء نے استدلال حیات مسیح پر کیا ہے تفسیر ابو السعود میں ہے وبہ استدل علی انہ علیہ السلام سینزل من السماء لما انہ علیہ السلام رفع قبل التکھل قال ابن عباس رضی اللہ عنہ ارسلہ اللہ تعالے وھو ابن ثلاثین سنۃ ومکث فی رسالتہ ثلاثین شھرا ثم رفعہ اللہ تعالے الیہ تفسیر کبیر میں ہے قال الحسین بن الفضل

وفی ھذہ الآیۃ نص فی انہ علیہ الصلوٰۃ والسلام سنزل الی الارض۔ بیضاوی میں ہے
وبہ استدل علی انہ سینزل لانہ رفع قبل ان اکتہل۔ جلالین میں ہے۔ یفید نزولہ قبل الساعۃ
لانہ رفع قبل الکہولۃ معالم میں ہے وقیل للحسین بن الفضل ھل نجد نزول عیسیٰ فی القرآن قال
نعم قولہ وکہلاً وھو لم یکتہل فی الدنیا وانما معناہ وکہلاً بعد نزولہ من السماء انتہی۔ یہ آیت
اگرچہ فی نفسہا قطعیۃ الدلالۃ حیات مسیح نہیں ہے مگر بانضمام آیہ وان من اھل الکتاب الا لیؤمنن بہ
کے قطعی الدلالۃ ہو جاتی ہے اور اس میں ایک حسن اس آیت میں یہ ہوتا ہے کہ جیسا کلام فی المہد ایک
آیت اور معجزہ ہے ایسا ہی کلام فی الکہولۃ معجزہ ٹھہرتا ہے کیونکہ اس زمان دراز تک جسم کا بغیر طعام
وشراب کے زندہ رہنا اور اس میں کچھ تغیر نہ آنا خارق عادت ہے ورنہ کلام فی الکہولۃ تو سب ہی کہول
کیا کرتے ہیں حضرت مسیح کا اس میں کیا کمال ہوا جسکو اللہ تعالیٰ نے فہرست نعم جلیلہ میں ذکر فرمایا ہے
دلیل سوم۔ سورہ نساء میں ہے وما قتلوہ یقیناً بل رفعہ اللہ الیہ وکان اللہ عزیزاً حکیماً۔
یہ آیت بھی فی نفسہا اگرچہ قطعی الدلالۃ حیات مسیح پر نہیں ہے مگر ظاہر اس سے رفع الروح مع الجسد ہے کیونکہ ما قتلوہ
اول و ثانی اور ما صلبوہ کے ضمیر منصوب کا مرجع تو قطعاً روح مع الجسد ہے پس یہ امر دال ہے اس پر کہ رفعہ
کے ضمیر منصوب کا بھی روح مع الجسد ہی علی الخصوص جب آیت وان من اھل الکتاب الا لیؤمنن بہ اس کے ساتھ
ضم کیا جاوے تو یہ بھی قطعی الدلالۃ ہو جاتی ہے **دلیل چہارم** سورہ زخرف میں ہے وانہ لعلم للساعۃ فلا
تمترن بہا واتبعون ھذا صراط مستقیم یہ آیت بھی فی نفسہا اگرچہ قطعی الدلالۃ حیات مسیح پر نہیں ہے
مگر ظاہر یہی ہے کیونکہ ارجاع ضمیر انہ کا طرف قرآن مجید کے بالکل خلاف سیاق وسباق ہے پس ضرور
مرجع عیسیٰ علیہ السلام ہوئے اب یہاں تین احتمال ہیں یا حدوث مقدر مانا جاوے یا ارادہ معجزات یا نزول
اول باطل ہے اس لئے کہ ہمارے آنحضرت صلعم کا حدوث علامۃ قربیہ قیامت کے ہے جیسا کہ حدیث صحیح
میں وارد ہے بعثت انا والساعۃ کہاتین پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تخصیص کی کوئی وجہ نہیں اور
ایسا ہی احتمال دوم بھی باطل ہے کیونکہ معجزات سب دلالت علی قدرۃ اللہ تعالیٰ میں برابر ہیں تخصیص
معجزات عیسویہ کی کیا ہے پس متعین ہوا کہ مراد نزول ہے خاصکر جب کہ آیت وان من اھل الکتاب
جو قطعی الدلالۃ ہے اور احادیث صحیحہ بخاری ومسلم اس کی تفسیر واقع ہو گئی ہیں تو اس حیثیت سے یہ آیت
بھی قطعی الدلالۃ حیات مسیح پر ہو گئی **دلیل پنجم** آیت ما اتاکم الرسول فخذوہ وما نہاکم عنہ فانتہوا

ہے موافق اس آیت کے جو احادیث صحیحہ کی طرف رجوع کی گئی تو بکثرت اس باب میں احادیث صحیحہ موجود ہیں جنکا تواتر جناب مرزا صاحب نے ازالۃ الاوہام کے صفحہ ۵۵۷ میں تسلیم فرمایا ہے اُن میں سے حدیث متفق علیہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی ہے قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم والذی نفسی بیدہ لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم حکماً عدلاً فیکسر الصلیب ویقتل الخنزیر ویضع الجزیۃ ویفیض المال حتے لایقبلہ احد حتے تکون السجدۃ الواحدۃ خیراً من الدنیا وما فیہا ثم یقول ابوہریرۃ فاقرؤا ان شئتم وان من اھل الکتاب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ الآیۃ معنے حقیقی ابن مریم کے عیسی بن مریم ہیں اور صارف یہاں کوئی موجود نہیں بلکہ آیت وان من اھل الکتاب اس معنی کی تعیین کر رہی ہے پس نزول عیسے علیہ السلام متعین ہوگیا اس سے ظاہر ہی ہے کہ وہ زندہ ہیں ابن کثیر میں ہے وقال ابن ابی حاتم حدثنا ابی حدثنا احمد بن عبد الرحمن حدثنا عبد اللہ بن جعفر عن ابیہ حدثنا الربیع بن انس عن الحسن انہ قال فی قولہ تعالے انی متوفیک یعنی وفاۃ المنام رفعہ اللہ فی منامہ قال الحسن قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم للیہود ان عیسے لم یمت وانہ راجع الیکم قبل یوم القیمۃ یہہ حدیث اگرچہ مرسل ہے لیکن آیت وان من اھل الکتاب اس کی صحت کی عاضد ہے یہہ اخیر چار آیات اگرچہ ہر واحد ان میں سے تنہا دلیل قطعی حیات مسیح علیہ السلام پر نہیں ہے مگر تاہم بہ نسبت اُن تیس آیات کے جو جناب مرزا صاحب نے ازالۃ الاوہام میں واسطے اثبات وفات حضرت مسیح علیہ السلام کے لکھی ہیں یہہ آیات قوی الدلالۃ حیات مسیح پر ہیں باقی رہا یہ امر کہ جناب مرزا صاحب نے تیس آیات واسطے اثبات وفات مسیح علیہ السلام کے لکھی ہیں سو اُن کا جواب اجمالی یہ ہے کہ یہہ آیات تین قسم کی ہیں اول وہ جن میں لفظ توفی بالتخصیص حضرت مسیح کی نسبت واقع ہوا ہے دوم وہ آیات جو عموماً سب انبیاء گذشتہ کی وفات پر دلالت کرتی ہیں سوم وہ آیات کہ نہ اُن میں حضرت مسیح کی وفات کا خصوصاً ذکر ہے نہ عموماً صرف جناب مرزا صاحب نے اُن سے محض اجتہاداً استنباط وفات کیا ہے قسم اول کا جواب یہہ ہے کہ بعد فرض و تسلیم اس کے لفظ توفے کے معنے حقیقی موت و قبض روح کے ہیں اور دوسرے معنے مجازی ہیں ہم کہتے ہیں کہ آیۃ وان من اھل الکتاب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ سے جو قطعی الثبوت و قطعی الدلالۃ ہے حیات حضرت مسیح علیہ السلام کی ثابت ہوگئی تو اب یہ آیت صارف ہوگئی آیات مذکورہ کی معنی حقیقی سے اس لئے آیات توفے معنے مجازی پر محمول کیجاوینگی اور وہ معنی مجازی جو یہاں مراد ہوسکتی ہیں وہ اخذ تام و قبض ہے جسکو اردو

ہیں پورا لینا کہتے ہیں اور توفّے کا استعمال اخذ تام وقبض لغت سے ثابت ہے قاموس میں ہے وافاہ حقہ
علیہ اشرف وفلاں لحقہ اعطاہ وانیا توفاہ واوفاہ واستوفاہ وتوفاہ اور صحاح میں ہے اوفاہ حقہ
ووفاہ بمعنی اسے اعطاہ حقہ وافیا واستوفی حقہ وتوفاہ بمعنی مصباح المنیر میں ہے وتوفیتہ واستوفیتہ
بمعنی مجمع البحار میں ہے واستوفیت حقی ای اخذتہ تاما صراح میں ہے ایفا گزاردن حق کسے تمام وتقال
منہ اوفاہ حقہ ووفاہ استیفاء توفی تمام گرفتن حق اور قسطلانی میں ہے التوفی اخذ الشیئ وافیا والموت
نوع منہ انتہی۔ اور دوسرے معنے مجازی اماتت ہیں جنکو اردو میں سلانا کہتے ہیں اور توفی بمعنی اماتت
قرآن مجید سے ثابت ہے فرمایا اللہ تعالےٰ نے سورہ زمر میں اللہ یتوفی الانفس حین موتھا والتی لم
تمت فی منامھا فیمسک التی قضے علیہا الموت ویرسل الاخرے۔ اور فرمایا سورہ انعام میں ھو الذی
یتوفکم باللیل ویعلم ما جرحتم بالنہار ثم یبعثکم فیہ لیقضی الی اجل مسمی اور قسم دوم کا جواب
بعد تسلیم عمومات کے یہہ ہے کہ آیت وان من اھل الکتاب جو قطعی الثبوت قطعی الدلالۃ ہے ان آیات کی
مخصص واقع ہوئی ہے اور قسم سوم کا جواب یہ ہے کہ اگر بالفرض تسلیم کیا جاوے کہ الفاظ فی نفسہا ان معانی
کے محتمل ہیں جو جناب مرزا صاحب نے بیان کئے ہیں لیکن آیت وان من اھل الکتاب جو قطعی الثبوت
قطعی الدلالۃ ہے ان احتمالات کو رد کرتی ہے لہذا وہ معانی باطل ہوئے صحیح معانی اُن آیات کے وہ ہیں
جو تفاسیر معتبرہ میں مذکور ہیں اور وہ موافق ہیں آیت وان من اھل الکتاب کے اور جواب تفصیلی ان آیات
کا جنکو مرزا صاحب کے واسطے ثبوت وفات کے پیش کیا ہے ازالۃ الاوہام کے جواب میں

انشاء اللہ بہ بسط بسیط لکھا جاوے گا وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین

والصلوٰۃ والسلام علےٰ خیر خلقہ محمد وآلہ وصحبہ وسلم

۱۹ ربیع الاول ۱۳۰۹ھ ہجرے روز جمعہ

محمد بشیر عفی عنہ

حضرت اقدس مرزا صاحب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم　　　نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

ربنا افتح بیننا وبین قومنا بالحق وانت خیر الفاتحین - اما بعد چونکہ مولوی محمد بشیر صاحب نے اس عاجز سے سلسلہ بحث کا جاری کرکے بارادہ اثبات حیات حضرت مسیح ابن مریم ایک طولانی تقریر لکھی ہے اس لئے میرے پر بھی واجب ہوا کہ اظہار حق کی غرض سے اس کا جواب لکھوں -

سو پہلے میں صفائی بیان کے لئے اسقدر لکھنا مناسب سمجھتا ہوں کہ جیسا کہ حضرت مولوی صاحب موصوف کا خیال ہے یہ بات ہرگز صحیح نہیں ہے کہ مسئلہ وفات حیات مسیح میں بار ثبوت اس عاجز کے ذمہ ہو یہ طے شدہ بات ہے کہ دعوے کا ثبوت مدعی کے ذمہ ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ جب کسی کی وفات یا حیات کی نسبت جھگڑا ہو تو مدعی اُس کو قرار دیا جائے گا جو امور مسلمہ فریقین کو چھوڑ کر ایک نئی بات کا دعوے کرے مثلاً یہ بات فریقین میں مسلم ہے کہ عام قانون قدرت خدا تعالےٰ کا یہی جاری ہے کہ اس عمر طبعی کے اندر اندر جو انسانوں کے لئے مقرر ہے ہر یک انسان مرجاتا ہے اور خدا تعالےٰ نے بھی قرآن کریم کے کئی مواضع میں اس بات کو بتصریح بیان کیا ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے ومنکم من یتوفّٰی ومنکم من یرد الٰی ارذل العمر لکیلا یعلم بعد علم شیئا یعنے تم پر دو ہی حالتیں وارد ہوتی ہیں ایک یہ کہ بعض تم میں سے قبل از پیرانہ سالی فوت ہو جاتے ہیں اور بعض ارذل عمر تک پہنچتے ہیں یہانتک کہ صاحب علم ہونے کے بعد محض نادان ہو جاتے ہیں - اب اگر خلاف اس نص صریح کے کسی کی نسبت یہ دعویٰ کیا جائے کہ باوجود اس کے کہ عمر طبعی سے صدہا حصے زیادہ اُس پر زمانہ گذر گیا مگر وہ نہ مرا اور نہ ارذل عمر تک پہنچا اور نہ ایک ذرّہ امتداد زمانہ نے اُس پر اثر کیا تو ظاہر ہے کہ ان تمام امور کا اس شخص کے ذمہ ثبوت ہوگا جو ایسا دعوے کرتا ہے یا ایسا عقیدہ رکھتا ہے کیونکہ قرآن کریم نے تو کسی جگہ انسانوں کے لئے یہ ظاہر نہیں فرمایا کہ بعض انسان ایسے بھی ہیں جو معمولی انسانی عمر سے صدہا درجہ زیادہ زندگی بسر کرتے ہیں اور زمانہ اُن پر اثر کرکے اُنکو ارذل عمر تک نہیں پہنچاتا اور ننکسہ فی الخلق کا مصداق نہیں ٹھیراتا پس جب کہ یہ عقیدہ ہمارے آقا و مولےٰ کی عام تعلیم سے صریح مخالف ہے تو صاف ظاہر ہے کہ جو شخص اس کا مدعی ہو ثبوت اُسی کے ذمہ ہے غرض حسب تعلیم قرآنی عمر طبعی کے اندر اندر مرجانا اور زمانہ کے اثر سے عمر کے مختلف حصوں میں گوناگوں تغیرات کا لحاظ ہونا یہانتک کہ

بیشتر طرز زندگی ارذل عمر تک پہونچنا یہہ ایک فطرتی اور اصلی امر ہے جو انسان کی فطرت کو لگا ہوا ہے جس کے بیان سے قرآن کریم بھرا ہوا ہے سو جو شخص اس اصلی امر کی مخالف کسی کی نسبت دعوے کرتا ہے اثبات دعوی اسکے ذمہ ہے مثلاً زید جو تین سو برس سے مفقود الخبر ہو اُس کی نسبت دو شخصوں کی کسی قاضی کی عدالت میں یہہ بحث ہو کہ ایک اُس کی نسبت یہہ بیان کرتا ہے کہ وہ فوت ہو گیا اور دوسرا یہہ بیان کرتا ہو کہ ابتک زندہ ہے اب ظاہر ہے کہ قاضی ثبوت اُسی سے طلب کرے گا جو خوارق عادت زندگی کا قایل ہے اور اگر ایسا نہ ہو تو شرعی عدالتوں کا سلسلہ درہم برہم ہو جائے اب ہمارے اس تمام بیان سے ظاہر ہے کہ دراصل ہمارے ذمہ اس بات کا ثبوت نہیں کہ وفات جو ہر یک انسان کے لئے حد مقررہ فطرت تک ایک طبعی امر ہے اس کا ثبوت دیں بلکہ ہمارے فریق مخالف کے ذمہ یہہ بار ثبوت ہے کہ ایک شخص حد مقررہ فطرۃ اللہ تک فوت نہیں ہوا بلکہ دراصل ابتک زندہ ہے اور صدہا برس کے مرور زمانہ نے اُس پر ذرہ اثر نہیں کیا ظاہر ہے کہ قرآن کریم میں کئی انبیاء وغیرہ کا ذکر کر کے اُن کی موت کا کچھہ بیان نہیں کیا تو کیا اس سے یہہ ثابت ہو جائے گا کہ وہ ابتک زندہ ہیں بلکہ زندگی کسی کی جب ہی ثابت ہو گی کہ جب زندگی کا ثبوت دیا جائے گا ورنہ موت حیات کے ترک ذکر سے موت ہی سمجھی جائے گی۔

اب جب کہ یہہ بات فیصلہ پا چکی ہو کہ ہمارے ذمہ یہہ بار ثبوت نہیں کہ مسیح ابن مریم جو اوروں کی طرح انسان تھا وہ کیوں اور انسانوں کی طرح عمر طبعی کے دایرے کے اندر اندر فوت ہو گیا بلکہ حضرت مولویصاحب کے ذمہ یہہ بار ثبوت ہی کہ مسیح ابن مریم انسان ہو کر اور تمام انسانوں کے خواص اپنے اندر رکھکر ابتک برخلاف نصوص عامہ قرآنیہ وحدیثیہ و برخلاف قانون فطرت مرنے سے بچا ہوا ہے اور زمانہ نے اس پر اثر کر کے ارذل عمر تک بھی نہیں پہونچایا۔ تو اب دیکھنا چاہیے کہ مولویصاحب نے اس بارہ میں کیا ثبوت دیا ہے۔ اور کن آیات قطعیۃ الدلالۃ اور احادیث صحیحہ متصلہ مرفوعہ کے کھلے کھلے منطوق سے اس عظیم الشان دعوے کو پایہ ثبوت پہونچایا ہی ++ سو واضح ہو کہ مولویصاحب نے سب سے پہلے یہ دلیل پیش کی ہے کہ سورۃ النساء کی یہ آیت کہ۔ وان من اهل الکتاب الا لیؤمنن به قبل موته ویوم القیامة یکون علیهم شهیدا حضرت مسیح ابن مریم کی حیات جسمانی پر شاہد ناطق ہی اور چونکہ حضرت مولوی صاحب موصوف کے دل میں یہہ دھڑکا تھا کہ یہہ آیت تو ذوالوجوہ ہے اور تمام مفسرین کئی معنے اس کے کر گئے ہیں اور کسی مبسوط تفسیر میں اس کو ایک ہی معنے میں محدود نہیں رکھا گیا لہذا حضرت مولوی صاحب نے اس کو قطعیۃ الدلالت بنانے کے لئے

بہت سی کوشش کی ہے اور پوری جانفشانی سے ناخنوں تک زور لگایا ہے لیکن افسوس کہ وہ اس قصد میں ناکام رہے اور قطعیۃ الدلالت نہ بنا سکے بلکہ اور بھی شبہات ڈالدئے۔

مولوی صاحب نے اس کامیابی کی امید پر کہ کسی طرح آیت موصوفہ بالا قطعیۃ الدلالت ہو جائے یہ ایک جدید قاعدہ بیان فرمایا ہے کہ آیت کے لفظ لیومنن میں نون تاکید ہے اور نون تاکید مضارع کو خالص استقبال کو لئے کر دیتا ہے۔ چنانچہ انہوں نے اپنے خیال میں اس مدعا کے اثبات کے لئے قرآن کریم سے نظیر کے طور پر کئے ایسے الفاظ نقل کئے ہیں جنکی وجہ سے ان کے زعم میں مضارع استقبال ہو گیا ہے۔ لیکن مجھے افسوس ہے کہ مولوی صاحب نے اس تفتیش میں ناحق وقت ضائع کیا کیونکہ اگر فرض کے طور پر یہہ مان لیا جائے کہ آیت موصوفہ میں لفظ لیومنن استقبال کے ہی معنی رکھتا ہے پھر بھی کیونکر یہہ آیت مسیح کی زندگی پر قطعیۃ الدلالت ہو سکتی ہے کیا استقبالی طور پر یہہ دوسرے معنے بھی نہیں ہو سکتے کہ کوئی اہل کتاب میں سے ایسا نہیں جو اپنی موت سے پہلے مسیح پر ایمان نہیں لائے گا دیکھو یہہ بھی تو خالص استقبال ہی ہے کیونکہ آیت اپنے نزول کے بعد کے زمانہ کی خبر دیتی ہے بلکہ ان معنوں پر آیت کی دلالت صریح ہے اس واسطے کہ دوسری قرأت میں یوں آیا ہے جو بیضاوی وغیرہ میں لکھی ہے الا لیومنن بہ قبل موتہم جس کا ترجمہ یہہ ہے کہ اہل کتاب اپنی موت سے پہلے مسیح ابن مریم پر ایمان لے آوینگے اب دیکھئے کہ قبل موتہ کی ضمیر جو آپ حضرت مسیح کیطرف پھیرتے تھے دوسری قرأت سے یہہ معلوم ہوا کہ وہ حضرت مسیح کیطرف نہیں بلکہ اہل کتاب فرقہ کی طرف پھرتی ہے آپ جانتے ہیں کہ قرأت غیر متواترہ بھی حکم حدیث احاد کا رکھتی ہے اور آیات کے معنوں کے وقت ایسے معنے زیادہ تر قبول کے لائق ہیں جو دوسری قرأت کے مخالف نہوں اب آپ ہی انصاف فرمائے کہ یہہ آیت جسکی دوسری قرأت آپ کے خیال کو بکلی باطل ٹہرا رہی ہے کیونکر قطعیۃ الدلالۃ ٹہر سکتی ہے۔

ماسوا اس کے آپ نے جو نون ثقیلہ کا قاعدہ پیش کیا ہے وہ سراسر مخدوش اور باطل ہے۔ حضرت ہر ایک جگہ اور ہر ایک مقام میں نون ثقیلہ کے ملانے سے مضارع استقبال نہیں بن سکتا۔ قرآن کریم کے لئے قرآن کریم کی نظیریں کافی ہیں اگرچہ یہ سچ ہے کہ بعض جگہ قرآن کریم کے مضارعات پر جب نون ثقیلہ ملا ہے تو وہ استقبال کے معنوں پر مستعمل ہوئے ہیں۔ لیکن بعض جگہ ایسی بھی ہیں کہ حال کے معنے قائم رکھے گئے ہیں یا حال اور استقبال بلکہ ماضی بھی اشتراکی طور پر ایک سلسلہ متصلہ ممتدہ کیطرح مراد لئے گئے ہیں یعنی ایسا سلسلہ جو حال یا ماضی سے شروع ہوا اور استقبال کی انتہا تک بلا انقطاع برابر چلا گیا۔

پہلی آیات کی نظیر یہ ہے کہ اللہ جل شانہ فرماتا ہے فلنولینّک قبلۃ ترضٰہا فول وجہک شطر المسجد الحرام۔ اب ظاہر ہے کہ اس جگہ حال ہی مراد ہے کیونکہ بمجرد نزول آیت کے بغیر توقف اور تراخی کے خانہ کعبہ کیطرف موںہہ پھیرنے کا حکم ہو گیا یہانتک کہ نماز میں ہی موںہہ پھیر دیا گیا۔ اگر یہہ حال نہیں تو بہر حال کسکو کہتے ہیں۔ استقبال تو اس صورت میں ہوتا کہ خبر اور ظہور خبر میں کچھ فاصلہ بھی ہوتا سو آیت کے یہ معنے ہیں کہ ہم تجکو اس قبلہ کی طرف پھیرنے میں جس پر تو راضی ہے سو تو مسجد حرام کیطرف مُنہ کر۔ اور ایسا ہی یہ آیت۔ وانظر الی الٰھک الذی ظلت علیہ عاکفا لنحرقنّہ۔ الخ یعنے اپنے معبود کی طرف دیکھ جس پر تو معتکف تہا کہ اب ہم اس کو جلاتے ہیں۔ اس جگہ بھی استقبال مراد نہیں۔ کیونکہ استقبال اور حال میں کسیقدر بعد زمان کا ہونا شرط ہے۔ مثلاً اگر کوئی کسیکو یہ کہے کہ میں تجھے دس روپیہ دیتا ہوں سو لے مجھ سے دس روپیہ تو اس سے یہ ثابت نہیں ہوگا کہ اُس نے استقبال کا وعدہ کیا ہے بلکہ یہہ کہا جائے گا کہ یہ سب کارروائی حال میں ہی ہوئی۔

اور دوسری آیات جو حال اور استقبال کے سلسلہ متصلہ ممتدہ پر استمراری طور پر مشتمل ہیں ان کی نظیر ذیل میں پیش کرتا ہوں۔ (۱) پہلی یہ آیت والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا جو لوگ ہماری راہ میں مجاہدہ کرتے ہیں اور کرینگے ہم اُن کو اپنی راہیں دکھلا رہے ہیں اور دکھلائیں گے صاف ظاہر ہے کہ اگر اس جگہ مجرد استقبال مراد لیا جائے تو اس سے معنی فاسد ہو جائینگے اور یہہ کہنا پڑے گا کہ یہ وعدہ صرف آیندہ کے لئے ہے اور حال میں جو لوگ مجاہدہ میں مشغول ہیں یا پہلی مجاہدات بجا لا چکے ہیں وہ خدا تعالےٰ کی راہوں سے بے نصیب ہیں۔ بلکہ اس آیت میں عادت مستمرہ جاریہ دائرہ بین الازمنۃ الثلٰثہ کا بیان ہے جسکا حاصل مطلب یہ ہے کہ ہماری یہی عادت ہے کہ مجاہدہ کرنے والوں کو اپنی راہیں دکھلا دیا کرتے ہیں کسی زمانہ کی خصوصیت نہیں بلکہ سنت مستمرہ دائرہ سائرہ کا بیان ہے جسکے اثر سے کوئی زمانہ باہر نہیں۔

(۲) دوسری یہ آیت کتب اللہ لاغلبن انا ورسلی یعنے خدا مقرر کر چکا ہے کہ میں اور میرے رسول ہی غالب ہوتے رہیں گے یہ آیت بھی ہر ایک زمانہ میں دائر اور عادت مستمرہ الٰہیہ کا بیان کر رہی ہے۔ یہ نہیں کہ آیندہ رسول پیدا ہونگے اور خدا انھیں غالب کرے گا۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ کوئی زمانہ ہو حال یا استقبال یا گذشتہ سنت اللہ یہی ہے کہ رسول آخر کار غالب ہی ہو جاتے ہیں۔

(۳) تیسری آیت یہ ہے من عمل صالحًا من ذکر او انثی وھو مومن فلنحیینہ حیٰوۃ طیبۃ

ولنجزینهم اجرهم باحسن ما کانوا یعملون یعنے ہماری یہی عادت اور یہی سنت ہی کہ جو شخص عمل صالح بجالاوے مرد ہو یا عورت ہو اور وہ مومن ہو ہم اسکو ایک پاک زندگی کے ساتھ زندہ رکھا کرتے ہیں اور اس سے بہتر جزا دیا کرتے ہیں جو وہ عمل کرتے ہیں - اب اگر اس آیت کو صرف زمانہ مستقبل سے وابستہ کر دیا جائے تو گویا اس کے یہ معنے ہوں گے کہ گذشتہ اور حال میں تو نہیں مگر آیندہ اگر کوئی نیک عمل کرے تو اس کو یہ جزا دی جائے گی - اس طور کے معنوں سے یہ ماننا پڑتا ہے کہ خدا تعالے نے آیت کے نزول تک نہ تو کسیکو حیوۃ طیبہ عنایت نہیں کی تھی فقط یہ آیندہ کے لئے وعدہ تھا - لیکن جسقدر ان معنوں میں فساد ہے وہ کسی عقلمند پر مخفی نہیں - (۴) چوتھی آیت یہ ہے ولینصرن اللہ من ینصرہ ان اللہ لقوی عزیز - یعنے وہ جو خدا تعالے کی مدد کرتا ہے خدا تعالے اس کی مدد کرتا ہے - اب حضرت یہی آیت کے لفظ لینصرن کے آخر میں نون ثقیلہ ہے - لیکن اگر اس آیت کے یہ معنے کریں کہ آیندہ کسی زمانہ میں اگر کوئی ہماری مدد کرے گا تو ہم اس کی مدد کرینگے تو یہ معنے بالکل فاسد اور خلاف سنت مستمرہ الہیہ ٹھہرینگے کیونکہ اللہ جل شانہ کے قدیم سے اور اسی زمانہ سے کہ جب بنی آدم پیدا ہوئے یہی سنت مستمرہ ہی کہ وہ مدد کرنے والوں کی مدد کرتا ہے یوں کیونکر کہا جائے کہ پہلے تو نہیں مگر آیندہ کسی نامعلوم زمانہ میں اس قاعدہ کا پابند ہو جائے گا اور اب تک تو صرف وعدہ ہی ہے عمل درآمد نہیں - سبحانہ ھذا بہتان عظیم -

(۵) پانچویں آیت یہ ہی والذین امنوا وعملوا الصلحت لندخلنهم فی الصلحین - یعنے ہماری یہی سنت مستمرہ قدیمہ ہے کہ جو لوگ ایمان لاویں - اور عمل صالح کریں ہم انکو صالحین میں داخل کرلیا کرتے ہیں - اب حضرت مولوی صاحب دیکھئے کہ لندخلنهم میں نون ثقیلہ ہی - لیکن اگر اس جگہ آپ کی طرز پر معنے کئے جائیں تو اس قدر فساد لازم آتا ہے جو کسی پر پوشیدہ نہیں کیونکہ اس صورت میں ماننا پڑتا ہی کہ یہ قاعدہ آیندہ کے لئے باندھا گیا ہے اور اب تک کوئی نیک اعمال بجالا کر صلحا میں داخل نہیں کیا گیا - گویا آیندہ کے لئے گنہگار لوگوں کی توبہ منظور ہے اور پہلے اس سے دروازہ بند رہا ہے - سو آپ سوچیں کہ ایسے معنے کرنا کسقدر مفاسد کو مستلزم ہے - حضرت قرآن کریم میں اس کے بہت نمونہ ہیں کہ نون ثقیلہ کے ساتھ مضارع کو بیان کر کے ازمنہ ثلاثہ اس سے مراد لئے گئے ہیں - مجھے امید ہے کہ آپ اس سے انکار کر کے بحث کو طول نہیں دینگے کیونکہ یہ تو اعلےٰ بدیہیات میں سے ہے انکار کی کوئی جگہ نہیں -

اب میں آپ کے اس قاعدہ کو توڑ چکا کہ نون ثقیلہ کے داخل ہونے سے خواہ نخواہ اور ہر ایک

جگہ بالخصوص طور پر استقبال کے معنے ہی ہوا کرتے ہیں - اور یہ آپ کو معلوم ہے کہ تمام مفسر قدیم و جدید جنا
میں عرب کے رہنے والے بھی داخل ہیں لیومنن کے لفظ میں حال کے معنے بھی کرتے ہیں معالم وغیرہ
تفسیریں آپ کو معلوم ہیں حاجت بیان نہیں وہ لوگ بھی تو آخر قواعد دان اور علم ادب اور محاورہ عرب سے
واقف تھے - کیا وہ آپ کے اس جدید قاعدہ سے بے خبر رہے - اور آپ نے تفسیر ابن کثیر کے حوالہ سے
جو لکھا ہے کہ نزول عیسیٰ ہوگا اور کوئی اہل کتاب میں سے نہیں ہوگا جو اس کے نزول کے بعد اس پر ایمان نہیں
لاوے گا یہ بیان آپ کے لئے کچھ مفید نہیں - اوّل تو آپ سے آیات قطعیۃ الدلالت اور احادیث صحیحہ متصلہ مرفوعہ
کا مطالبہ ہے اور پھر اس قول کو ما نحن فیہ سے تعلق کیا ہے نزول سے کہاں سمجھا جاتا ہے جو آسمان سے نزول ہو
خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے انزلنا الحدید کہ ہم نے لوہا اُتارا ہم نے لباس[1] اُتارا ہم نے[2] نبی اُتارا ہم نے[3] چارپائے
گھوڑے گدہے وغیرہ اُتارے - کیا کوئی ثابت کرسکتا ہے کہ یہ سب آسمان سے ہی اُترے تھے - کیا کوئی حدیث
صحیح مرفوع متصل مل سکتی ہے جس سے یہ ثابت ہو کہ یہ سب درحقیقت آسمان سے ہی اُترے ہیں - پھر ہم نے
تسلیم کیا کہ بخاری و مسلم وغیرہ میں نزول کا لفظ آیا ہے مگر حضرت میں نہیں سمجھ سکتا کہ آپ اس لفظ سے کیا فائدہ
اٹھا سکتے ہیں مسافر کے طور پر جو ایک شخص دوسری جگہ جاتا ہے اسکو بھی نزیل ہی کہتے ہیں - اور یہ بھی واضح
رہے کہ آپ اس عاجز کے اعتراضات کو جو ازالہ اوہام میں آیا تھا موصوفہ بالا کے اُن معنوں پر وارد ہوتے ہیں
جو آپ کرتے ہیں اُٹھا نہیں سکے بلکہ رکیک عذرات سے میرے اعتراضات کو اور بھی ثابت کیا آپ کے نون
ثقیلہ کا حال تو معلوم ہو چکا اور لیومنن کے لفظ کی تعمیم بدستور قائم رہی اب فرض کے طور پر اگر آیت کے یہ معنے کئے
جائیں کہ حضرت عیسیٰ کے نزول کے وقت جسقدر اہل کتاب ہونگے سب مسلمان ہو جائیں گے جیسا کہ ابو ہریرہ
سے آپ نے روایت کیا ہے تو مجھے مہربانی فرما کر سمجھا دیں کہ یہ معنے کیونکر درست ٹھہر سکتے ہیں - آپ تسلیم کرچکے
ہیں کہ مسیح کے دم سے اس کے نزول کے بعد ہزارہا لوگ کفر کی حالت میں مرینگے اب اگر آپ ان کفار کو جو
کفر پر مرگئے مومن ٹھہراتے ہیں یا اس جگہ ایمان سے مراد یقین رکھتے ہیں تو اس دعوے پر آپکے پاس دلیل کیا
ہے حدیث میں تو صرف کفر پر مرنا اُن کا لکھا ہے یہ آپ نے کہاں سے اور کس جگہ سے نکال لیا ہے کہ کفر پر تو مرینگے
مگر ان کو حضرت عیسیٰ کی رسالت پر یقین ہوگا اور کس نص قرآن یا حدیث سے آپ کو معلوم ہوا کہ اس جگہ ایمان

[1] قد انزلنا علیکم لباساً - [2] انزل اللہ ذکرا رسولا - [3] وانزلنا من الانعام ثمنیة ازواج

سے مراد حقیقی ایمان نہیں بلکہ تیقن مراد ہے ظاہر لفظ ایمان کا حقیقی ایمان پر دلالت کرتا ہے اور صرف عن الظاہر کے لئے کوئی قرینہ آپ کے پاس چاہیے۔ جب کہ لفظ لفظ آیت میں یہ شبہات ہیں تو پھر آیت قطعیۃ الدلالت کیونکر ہوئی۔ اگر آپ لیومنن سے بغیر کسی قرینہ کے مجازی ایمان مراد لینگے تو آپ کے مخالف کا حق ہوگا کہ وہ حقیقی معنی مراد لیوے آپکو سوچنا چاہیے کہ ایسے ایمان سے فائدہ ہی کیا ہے اور مسیح کی خصوصیت کیا ٹھہری ایسا تو ہر ایک نبی کے زمانہ میں ہوا کرتا ہے کہ بدبخت لوگ زبان سے اس کے منکر ہوتے ہیں اور دل سے یقین کرجاتے ہیں۔ حضرت موسٰی کی نسبت اللہ جل شانہ فرماتا ہے وجحدوا بها واستيقنتها انفسهم یعنے انہوں نے موسٰی کے نشانوں کا انکار کیا لیکن اُن کے دل یقین کرگئے۔ اور ہمارے سید و مولے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت فرماتا ہے يعرفونه كما يعرفون ابناءهم یعنے کافر لوگ جو اہل کتاب ہیں ایسی ایسے یقینی طور پر اس کو شناخت کرتے ہیں جیسی اپنے بیٹوں کو پس اگر ایمان سے مراد ایسا ہی ایمان ہے جو جحدوا بها واستيقنتها انفسهم کا مصداق ہے تو پھر ہمارے علماء نے کیوں شور مچا رکھا ہے کہ اس وقت اسلام ہی اسلام ہو جائے گا بلاشبہ قرآن شریف کا یہ منشاء نہیں۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے اس تاویل کو خود رکیک سمجھکر اسی وجہ سے یہ دوسرا جواب دیا ہے کہ آیت کے یہ معنی ہیں کہ مسیح کی موت سے پہلے ایک زمانہ ایسا آوے گا کہ اس زمانہ کے اہل کتاب اُنپر ایمان لے آوینگے اور اس زمانہ سے پہلے کفر پر مرنے والے کفر پر مرینگے۔ اب حضرت آپ انصافاً فرماویں۔ کہ اُن معنوں کو آپ کے اُن معنوں سے جو آیت لیومنن کی نسبت آپ بیان فرماتے ہیں موافقت ہے یا مخالفت ابھی آپ قبول کرچکے ہیں کہ مسیح کے نزول کے بعد تمام اہل کتاب اُن پر ایمان لے آوینگے اور اب آپ نے اُس قبول کردہ بات سے رجوع کرکے یہ نئے معنے نکالے کہ نزول کے بعد ضروری نہیں کہ تمام کفار ایمان لے آویں بلکہ بہتیرے کفر پر بھی مرینگے حضرت آپ اس جگہ خود سوچیں کہ اِن کا حرف کل اہل کتاب کو ایمانداروں میں شامل کرتا ہے یا کسی کو باہر رکھتا ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ اِنْ کا لفظ تو ایسا کامل حصر کے لئے استعمال کیا جاتا ہے کہ اگر ایک فرد بھی باہر رہجائے تو یہ لفظ بیکار اور غیر موثر ٹھہرتا ہے۔ اوّل تو آپ نے اِنْ کے لفظ سے زمانہ قبل از نزول کو باہر رکھا پھر آپنے زمانہ بعد از نزول میں بھی اس کا پورا پورا اثر ہونے سے انکار کیا۔ تو پھر اس لفظ لانے کا فائدہ کیا تھا اور یہ تاویلیں آپ کو کسی حدیث یا آیت سے ملیں یا حضرت کا اپنا ہی ایجاد ہے یا حضرت آپ ان آیتوں پر متوجہ ہوں شاید خدا تعالےٰ انہیں کا اثر آپ کے دل پر ڈالے۔ اللہ جل شانہ

فرماتا ہے - یا عیسیٰ انی متوفیک ورافعک الی ومطہرک من الذین کفروا وجاعل الذین اتبعوک
فوق الذین کفروا الی یوم القیامۃ - اب دیکھئے کہ قرآن کریم میں اللہ جل شانہ کا صاف وعدہ ہے کہ قیامت
کے دن تک دونوں فرقے متبعین اور کفار کے باقی رہیں گے - پھر کیونکر ممکن ہو کہ درمیان میں کوئی ایسا زمانہ
بھی آوے کہ کفار بالکل زمین پر سے نابود ہو جائیں - پھر اللہ جل شانہ فرماتا ہے - واغرینا بینہم العداوۃ
والبغضاء الی یوم القیامۃ - یعنے قیامت کے دن تک ہم نے یہود اور نصاریٰ میں عداوت ڈالدی ہو
اب ظاہر ہے کہ اگر قیامت سے پہلے ہی ایک فرقہ ان دونوں میں سے نابود ہو جائے تو پھر عداوت کیونکر قایم رہیگی
حضرت ان نصوص صریحہ بینہ سے تو صاف طور پر ثابت ہوتا ہے کہ کفر کو اختیار کرنے والے قیامت کے دن تک
رہیں گے - پھر اس کے یہ معنے کیونکر درست ٹہر سکتے ہیں - کچھ سوچکر جواب دیں -

دوسری دلیل آپ نے یہ پیش کی ہو کہ یکلم الناس فی المہد وکہلا اور آپ کہل کے لفظ سے
درمیانی عمر کا آدمی مراد لیتے ہیں - مگر یہ صحیح نہیں ہو - صحیح بخاری میں دیکھئے جو بعد کتاب اللہ اصح الکتب ہے
اُس میں کہل کے معنے جوان مضبوط کے لکھے ہیں اور یہی معنے قاموس اور تفسیر کشاف وغیرہ میں موجود ہیں
اور سیاق آیات کا بھی انہیں معنوں کو چاہتا ہے - کیونکہ اللہ جل شانہ کا اس کلام سے مطلب یہ ہی
کہ حضرت مسیح ابن مریم نے خوردسالی کے زمانہ میں کلام کرکے اپنے نبی ہونے کا اظہار کیا پھر ایسا ہی جوانی میں
پہونچکر اور مبعوث ہو کر اپنی نبوت کا اظہار کرے گا سو کلام سے مراد وہ خاص کلام ہو جو حضرت مسیح نے اُن
یہودیوں سے کیا تھا جو یہ الزام اُن کی والدہ پر لگاتے تھے اور جمع ہو کر آئے تھے کہ اے مریم تو نے یہ
کیا کام کیا - پس یہی معنے منشاء کلام الٰہی کے مطابق ہیں اگر ادھیڑ عمر کے زمانہ کا کلام مراد ہوتا تو اس صورت
میں یہ آیت نعوذ باللہ لغو ٹہرتی گویا اس کے یہ معنے ہوتے کہ مسیح نے خوردسالی میں کلام کی اور پھر پیرانہ
سالی کے قریب پہونچکر کلام کرے گا اور درمیان کی عمر میں بے زبان رہے گا مطلب تو صرف اتنا تھا کہ
دو مرتبہ اپنی نبوت پر گواہی دے گا منصف کے لئے ایک بخاری کا دیکھنا ہی کافی ہو - پھر بہر حالت میں
آپ خود مانتے ہیں کہ یہ آیت قطعیۃ الدلالت نہیں اور جس آیت کا سہارا آپکو دیا گیا تھا وہ آپ کی
مخالف ثابت ہوگئی تو پھر یہ آیت جو خود آپ کے اقرار سے قطعیۃ الدلالت نہیں کیا فائدہ آپکو پہونچا سکتی ہی

تیسری دلیل آپ نے یہ پیش کی ہو کہ سورۃ نساء میں ہے وما قتلوہ یقیناً بل رفعہ اللہ
الیہ وکان اللہ عزیزاً حکیماً - آپ اس میں بھی قبول کرتے ہیں کہ یہ آیت قطعیۃ الدلالت نہیں مگر باوجو

اس کے آپ کے دل میں یہ خیال ہے کہ اس رفع سے رفع مع الجسد مراد ہو کیونکہ ما قتلوہ وما صلبوہ کے ضمیر کا مرجع بھی روح مع الجسد ہے۔ لیکن حضرت آپکی یہ سخت غلطی ہے۔ نفی قتل اور نفی مصلوبیت سے تو صرف یہ مدعا اللہ جل شانہ کا ہے کہ مسیح کو اللہ جل شانہ نے مصلوب ہونے سے بچالیا اور آیت بل رفعہ اللہ الیہ اس وعدہ کے ایفا کیطرف اشارہ ہے جو دوسری آیت میں ہو چکا ہے اور اس آیت کے ٹھیک ٹھیک معنی سمجھنے کے لئے اس آیت کو بغور پڑھنا چاہیئے۔ جس میں رفع کا وعدہ ہوا تھا۔ اور وہ آیت یہ ہے یا عیسٰی انی متوفیک ورافعک الیّ ۔ حضرت اس رافعک الیّ میں جو رفع کا وعدہ دیا گیا تھا یہ وہی وعدہ ہے جو آیت بل رفعہ اللہ الیہ میں پورا کیا گیا اب آپ وعدہ کی آیت پر نظر ڈال کر دیکھئے کہ اس کے پہلے کون لفظ موجود ہیں تو فی الفور آپ کو نظر آجائے گا کہ اس سے پہلے انی متوفیک ہے اب ان دونوں آیتوں کے ملانے سے جن میں سے ایک وعدہ کی آیت اور ایک ایفاء وعدہ کی آیت ہے آپ پر کھل جائے گا کہ جس طرز سے وعدہ تھا اسی طرز سے وہ پورا ہونا چاہیئے تھا یعنے وعدہ یہ تھا کہ اے عیسٰی میں تجھے مارنے والا ہوں اور اپنی طرف اٹھانے والا ہوں اس سے صاف کھل گیا کہ اُن کی روح اٹھائی گئی ہے کیونکہ موت کے بعد روح ہی اٹھائی جاتی ہے نہ کہ جسم۔ خدا تعالےٰ نے اس آیت میں یہ نہیں کہا کہ میں تجھے آسمان کیطرف اٹھانے والا ہوں بلکہ یہ کہا کہ اپنی طرف اٹھانے والا ہوں اور جو لوگ موت کے ذریعہ سے اُس کی طرف اٹھائے جاتے ہیں اسی قسم کے لفظ اُن کے حق میں بولے جاتے ہیں کہ وہ خدا تعالےٰ کیطرف اٹھائے گئے یا خدا تعالےٰ کیطرف رجوع کر گئے جیسا کہ اس آیت میں ہے یا ایتہا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی اور جیسا کہ اس آیت میں اشارہ ہے انا للہ وانا الیہ راجعون ۔

چوتھی دلیل آپنے یہ پیش کی ہے کہ اللہ جل شانہ فرماتا ہے وانہ لعلم للساعۃ فلا تمترن بہا اس جگہ بھی آپ مان گئے ہیں کہ یہ آیت آپ کے مطلب پر قطعیۃ الدلالت نہیں ہے۔ لیکن میں آپکو محض للہ یاد دلاتا ہوں کہ اس آیت کو حضرت مسیح کے دوبارہ نزول سے کسی طور پر بھی کچھ تعلق نہیں بات یہ ہے کہ حضرت مسیح کے وقت میں یہودیوں میں ایک فرقہ صدوقی نام تھا جو قیامت سے منکر تھے پہلی کتابوں میں بطور پیشین گوئی کے لکھا گیا تھا کہ اُن کو سمجھانے کے لئے مسیح کی ولادت بغیر باپ کے ہوگی۔ اور یہ انکے لئے ایک نشان قرار دیا گیا تھا جیسا کہ اللہ جل شانہ دوسری آیت میں فرماتا ہے ولنجعلہ ایۃ للناس

اس جگہ الناس سے مراد وہی صدر انی فرقہ ہے جو اس زمانہ میں بکثرت موجود تہا چونکہ توریت میں قیامت کا ذکر بظاہر کسی جگہ معلوم نہیں ہوتا اس لئے یہ فرقہ مردوں کے جی اٹھنے سے بکلی منکر ہو گیا تہا۔ اب تک بائبل کے بعض صحیفوں میں موجود ہے کہ مسیح اپنی ولادت کے رو سے بطور علم الساعۃ کے ان کے لئے آیا تہا۔ اب دیکھئے اس آیت کو نزول مسیح سے تعلق کیا ہے اور آپکو معلوم ہے کہ مفسرین نے کسقدر جدا جدا طور پر اس کے معنے لکھے ہیں ایک جماعت نے قرآن کریم کیطرف ضمیر انہ کی پھیری ہے کیونکہ قرآن کریم سے روحانی طور پر مردے زندہ ہوتے ہیں اور اگر خواہ نخواہ تحکم کیطور پر اس جگہ نزول مسیح مراد لیا جائے اور وہی نزول اُن لوگوں کے لئے جو آنحضرت صلعم کے عہد میں تھے نشان قیامت ٹہرایا جائے تو یہ استدلال وجود قیامت تک ہنسی کے لایق ہوگا اور جسکو یہ خطاب کیا گیا کہ مسیح آخری زمانہ میں نزول کر کے قیامت کا نشان ٹہرے گا۔ ! تم باوجود اتنے بڑے نشان کے قیامت سے کیوں انکاری ہوئے۔ وہ عذر پیش کر سکتے ہیں کہ دلیل تو ابہی موجود نہیں پہر یہ کہنا کسقدر عبث ہے کہ اب قیامت کے وجود پر ایمان لے آؤ شک مت کرو ہم نے دلیل قیامت کے آنے کی بیان کر دی۔ دلیل پنجم آپنے بیان فرمائی ہے کہ حدیث بخاری اور مسلم میں مسیح کے نزول کے بارے میں لکہا ہے۔ اور ابو ہریرہ نے اس تقریب پر فرمایا ہے فاقرءوا ان شئتم وان من اہل الکتاب۔ الخ حضرت یہہ کچہہ دلیل نہیں نزول مسیح موعود سے کسکو انکار ہے اور ہم ابو ہریرہ حجت کی لایق نہیں اور ابو ہریرہ نے فاقرءوا ان شئتم میں شک کا لفظ استعمال کیا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ وہی صحابی ہیں جو حدیث دخولہ فی النار کو سنکر اس دھوکہ میں پڑے رہے جو ہم میں سے سب سے آخر مرنے والا دوزخ میں پڑے گا پیشگوئی کو اجتہادی طور پر سمجہنے میں انبیا نے بہی غلطی کہائی فذہب وہلی کی حدیث آپکو یاد ہوگی پہر ابو ہریرہ نے اگر غلطی سے پیشگوئی کے الٹے معنے سمجہ لئے تو کیا حجت ہو سکتی ہے۔

پہر آپ ابن کثیر سے یہ نقل کرتے ہیں کہ حسن سے روایت ہے کہ ان عیسیٰ لم یمت وانہ راجع الیکم یہ حدیث مرسل ہے پہر کیونکر قطعیۃ الدلالت ہوگی ماسوا اس کے یہہ بخاری کی حدیث صحیح مرفوع متصل سے جو حضرت عیسیٰ کی وفات پر دلالت کرتی ہے اور نیز قرآن کی تعلیم سے مخالف ہے۔ پہر کیونکر سند کی لایق ہے۔

بعد اس کے آپنے میرے دلایل وفات مسیح پر جرح کیا ہے۔ یہہ جرح سراسر آپکی عدم توجہ پر دلالت کرتی ہے میں اسوقت ایسے دلایل پیش کرنا نہیں چاہتا۔ آپکے دلایل حیات مسیح کا فیصلہ کر کے پہر پیش کروں گا والحمد للہ اولاً و آخراً و ظاہراً و باطناً کل شیٔ فان و یبقی وجہ ربک ذو الجلال والاکرام۔

پرچہ نمبر (۴) مولوی محمد بشیر صاحب۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامداً و مصلیاً مسلماً۔ اللھم انصر من نصر الحق وخذل الباطل واجعلنا منھم واخذل من خذل الحق ونصر الباطل ولا تجعلنا منھم۔ اما بعد واضح ہو کہ جناب مرزا صاحب نے بہت امور کا جواب اپنی تحریر میں نہیں دیا ہے۔ ناظرین کو مطالعہ سے معلوم ہو جائیگا اور اصل اور عمدہ بحث خاکسار کی تحریر میں نون تاکید کی ہے۔ جناب مرزا صاحب اس کے جواب میں نہ کوئی عبارت کسی کتاب نحو کی نقل کی اور نہ ان عبارات میں جو خاکسار نے نقل کی تھیں کچھ جرح کی فقط اور یہ امر بھی مخفی نہ رہے کہ میری اصل دلیل حیات مسیح علیہ السلام پر آیت اولیٰ ہے میرے نزدیک یہ آیت اس مطلوب پر دلالت کرنے میں قطعی ہے۔ دوسری آیات محض تائید کے لئے لکھی گئی ہیں۔ جناب مرزا صاحب کو چاہیئے کہ اصل بحث آیت اولیٰ کی رکھیں دوسری ابحاث کو تبعی و استطرادی تصور فرما دیں فقط۔

قولہ۔ یہ بات ہرگز صحیح نہیں ہے کہ مسئلہ وفات حیات مسیح میں بار ثبوت اس عاجز کے ذمہ ہو

اقول۔ اس میں کلام ہے بچند وجوہ۔ **اوّل** یہ کہ جب حسب ارشاد آپکے بار ثبوت حیات خود خاکسار نے اپنے ذمہ لے لیا ہے تو اب یہ بحث بے فائدہ ہے۔ **دوم** بار ثبوت وفات کا آپ کے ذمہ نہ ہونا خاکسار کی سمجھ میں نہیں آتا ہے کیونکہ آپ نے توضیح مرام میں دعوے کیا ہے کہ حضرت مسیح دنیا میں نہ آوینگے اور جو دلیل اس پر پیش کی ہے حاصل اس کا یہ ہے کہ مسیح وفات پا چکے اور جو کوئی وفات پا چکتا ہے وہ جنت میں داخل ہو جاتا ہے اور جو جنت میں داخل ہو جاتا ہے وہ جنت سے نکالا نہیں جاتا۔ پس یہ دلیل متضمن تین مقدموں کی ہے اور دلیل کے ہر مقدمہ کا بار ثبوت مدعی کے ذمہ ہوتا ہے۔ **سوم** آپ نے اپنے خط موسومہ مولوی محمد حسین صاحب عـ۱۲ میں لکھا ہے۔ جناب آپ خوب جانتے ہیں کہ اصل امر اس بحث میں جناب مسیح ابن مریم کی وفات یا حیات ہے اور میرے الہام میں بھی یہی اصل قرار دیا گیا ہے کیونکہ الہام یہ ہے کہ مسیح ابن مریم رسول اللہ فوت ہو چکا ہے اور اس کے رنگ میں ہو کر وعدہ کے موافق تو آیا ہے سو پہلا اور اصل امر الہام میں یہی ٹھہرایا گیا ہے کہ مسیح ابن مریم فوت ہو چکا ہے۔ پس وفات مسیح ابن مریم آپ کا مستقل دعوے ہے اس لئے بار ثبوت وفات آپ کے ذمہ ہے۔ بالجملہ بار ثبوت وفات دو حیثیت سے آپ کے ذمہ ہے۔ ایک اس حیثیت سے کہ یہ اصل دعوے آپ کا ہے۔ دوسرے اس حیثیت سے کہ مسیح موعود ہونے کے دعوے کی

دلیل کا یہ ایک مقدمہ ہے۔ **چہارم** اگر بار ثبوت آپکے ذمہ نہیں ہے تو یہہ کام عبث آپ نے کیوں کیا کہ آپ نے ادلہ وفات مسیح توضیح مرام و ازالۃ الاوہام میں بہ بسط تمام بیان کئے۔

قولہ۔ مولوی صاحب نے اس کامیابی کی امید پر کسی طرح آیت موصوفہ بالا قطعیۃ الدلالت ہوجاوے یہ ایک جدید قاعدہ بیان فرمایا ہے۔ کہ آیت کے لفظ لیؤمنن میں نون تاکید ہے۔ اور نون تاکید مضارع کو خالص استقبال کے لئے کر دیتا ہے۔ **اقول** اس قاعدہ کو جدید قاعدہ کہنا نہایت محل استبعاد ہے۔ اگر مرزا صاحب بہ نگاہ ہی تحریر کو غور سے پڑھتے تو معلوم ہو جاتا کہ ازہری اور ملا جامی اور عبد الحکیم اور صاحب مغنی اور شیخ زادہ نے اس قاعدہ کی تصریح کی ہے اور سب کتب نحو میں یہ قاعدہ مرقوم ہے۔ کسی نے اس میں خلاف نہیں کیا۔ یہاں تک کہ میزان خوان طفلان بھی جانتے ہیں کہ نون تاکید مضارع کو بمعنے استقبال کر دیتا ہے۔

قولہ۔ چنانچہ انہوں نے اپنے خیال میں اس مدعا کے اثبات کیلئے قرآن کریم سے نظیر کے طور پر ایسے الفاظ نقل کئے ہیں جنکی وجہ سے اُن کے زعم میں مضارع استقبال ہو گیا ہے۔ **اقول**۔ خاکسار کی اصل دلیل اثبات امر مذکور کا یہی اس قاعدہ پر اس کا جواب مرزا صاحب نے مطلق نہیں دیا۔ ہاں آیات اس قاعدہ کی تائید کیلئے الانہ لکھی گئی ہیں مرزا صاحب پر واجب ہے کہ اس قاعدہ کے توڑنے کے لئے کوئی عبارت کسی کتاب معتبر نحو کی پیش کریں۔ **قولہ** کیا استقبال کے بطور پر یہہ دوسرے معنے بھی نہیں ہو سکتے کہ کوئی اہل کتاب بر ایسا نہیں جو اپنی موت سے پہلے مسیح پر ایمان نہیں لائے گا **اقول** مخفی نہ رہے کہ آیت کا مناط اس پر ہے کہ احتضار کیوقت ہر شخص پر وہ حق کھل جاتا ہے جسکو وہ نہ جانتا تھا جیسا کہ تفسیر ابن کثیر میں لکھا ہے اور یہہ امر نفس الامر میں تینوں زمانوں کو شامل ہے یعنے نزول آیت کے قبل کے زمانہ اور وقت نزول کا زمانہ اور بعد کا زمانہ اب آیت اگر خالص استقبال کے لئے کیجئے گا تو یہہ شبہ ہو گا کہ یہ امر زمانہ ماضی و حال کو شامل نہیں ہے اور یہہ خلاف نفس الامر ہے پس اس کلام میں یہ عیب ہوا کہ خلاف نفس الامر کا موہم ہے اور فائدہ کوئی نہیں ہے اگر کہا جاوے کہ اس آیت میں وعید ہے اہل کتاب کے لئے اور تحریض ہے انکو ایمان پر قبل اس کے کہ مضطر ہوں اس کی طرف جیسا کہ بیضاوی وغیرہ میں لکھا ہے اور اس وعید و تحریض سے وہی اہل کتاب منتفع ہو سکتے ہیں جو بعد نزول آیت کے مرنے والے ہیں نہ وہ جو پہلے مر چکے اور نہ وہ جو وقت نزول کے زہوق روح کی حالت میں ہیں اس فائدہ کے لئے تخصیص استقبال کی گئی تو جواب یہ ہے کہ اگر ایسا لفظ اختیار کیا جاتا جو تینوں زمانوں کو شامل ہوتا تو بھی وعید و تحریض اُن اہل کتاب کو حاصل ہوتی جو بعد نزول آیت کے مرنے والے ہیں

اور خلاف نفس الامر کا بھی موہم نہ ہوتا - یعنے بجائے لیؤمننّ کے لفظ یؤمن اختیار کیا جاتا یعنے یوں کہا جاتا وان من اھل الکتب الا یؤمن بہ قبل موتہ یہ عبارت ایسی عمدہ ہے کہ اس میں وعید و تحریض جو مطلوب ہے وہ بھی حاصل ہے اور موہم خلاف نفس الامر بھی نہیں ہے اور اختصار بھی حاصل ہے یعنے لام و نون نہیں ہے پس قرآن مجید کی بلاغت کی جو حد اعجاز کو پہونچگئی ہے خلاف ہے کہ ایسی عمدہ عبارت چھوڑ کر بجائے اس کے لیؤمننّ اختیار کیا جاوے کہ جس میں ایہام خلاف نفس الامر ہے اور اطناب بلا فائدہ اور یہ سب محض خالص معنی استقبال پر حمل کرنے سے پیدا ہوتا ہے - محصل کلام اس مقام پر یہ ہے کہ معنے دوم آیت کے بہر تقدیر باطل ہیں اگر خالص استقبال پر محمول کیجئے تو کلام حق تعالے کے جو بلاغت میں حد اعجاز کو پہونچ چکا ہے بلاغت سے گرا جاتا ہے اور اگر خالص استقبال پر محمول نہ کیجئے تو مخالف ہوتا ہے قاعدہ مجمع علیہا نحاۃ کے

قولہ - بلکہ ان معنوں پر آیت کی دلالت صریحہ ہے اس واسطے کہ دوسری قرأت میں یوں آیا ہے جو بیضاوی وغیرہ میں لکھا ہے الا لیؤمننّ بہ قبل موتہم **اقول** - اس میں کلام ہے چند وجوہ - اوّل یہ کہ اس قرأت کی بنا پر بھی معنے دوم صحیح نہیں ہوتے ہیں کیونکہ لیومننّ کو یا تو خالص استقبال پر محمول کیا جائے گا تو کلام حق تعالے جو بلاغت میں حد اعجاز کو پہونچگیا ہے - بلاغت سے نازل ہوا جاتا ہے اور اگر خالص استقبال پر محمول نہ کیجئے تو مخالف ہوتا ہے قاعدہ مجمع علیہا نحاۃ کے **دوم** یہ کہ یہ قرأت ہمارے معنے کے مخالف نہیں ہے کیونکہ اس قرأت پر یہ معنے ہیں کہ ہر اہل کتاب اپنے مرنے سے پہلے زمانہ آئندہ میں مسیح پر ایمان لاوے گا اور یہ معنے اول کے ساتھ جمع ہو سکتے ہیں اس طرح پر کہ زمانہ آئندہ سے زمانہ نزول حضرت عیسیٰ علیہ السلام مراد لیا جاوے **سوم** یہ کہ یہہ قرأت غیر متواترہ ہے اور قرأت غیر متواترہ عموماً قابل احتجاج نہیں ہے بلکہ جب بسند صحیح متصل منقول ہو اور یہاں سند متصل صحیح اس کی مرزا صاحب نے تحریر نہیں فرمائی مرزا صاحب پر واجب ہے کہ اس کی سند بیان فرماویں اور اس کی سب رجال کی توثیق کریں و دونہ خرط القتاد - **چہارم** یہ کہ مرزا صاحب نے قبل موتہ کی ضمیر توضیح المرام اور ازالۃ الاوہام میں جو الہامی ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف راجع کی ہے اور یہ قرأت اس خیال کو بالکل باطل ٹھہرا رہی ہے - مرزا صاحب یہ تو خیال فرماویں کہ وہ معنی کہ جس کی تصحیح و تقویت کے درپے آپ ہیں - اور یہہ محض بغرض توڑنے دعوے اس خاکسار کے ہے وہ خود نفس الامر میں اُن کے نزدیک غیر صحیح ہیں کیونکہ اس تقدیر پر استدلال اُن کا موت مسیح پر آیت وان من اھل الکتب سے مطلق غیر صحیح ٹھہرتا ہے پس کیا یہی مقتضائے دیانت و انصاف ہے کہ جس چیز کو وہ خود نفس الامر

ہیں جنہیں صحیح جانتے ہیں اُس کو بمقابلہ خصم صحیح بناویں یہہ تو مناظرہ نہوا محض مجادلہ ٹہرا۔

قولہ پہلی آیات کی نظیر یہہ ہے کہ اللہ جل شانہ فرماتا ہے ولنولینک قبلۃ ترضٰیہا فول وجہک شطر المسجد الحرام۔ اب ظاہر ہے کہ اس جگہ حال مراد ہے **اقول** قرآن مجید میں فلنولینک ہی نہ ولنولینک جیسا کہ مرزا صاحب لکہتے ہیں یہاں ارادہ حال غلط محض ہے بلکہ یہاں خالص مستقبل مراد ہے بچند وجوہ۔ اول یہ کہ بیضاوی میں مرقوم ہے فول وجہک اصرف وجہک شطر المسجد الحرام نحوہ عبد الحکیم اصرف وجہک کے تحت میں لکہتے ہیں ولہ جعلہ من المتعدی الی المفعولین بان یکون شطر مفعولہ الثانی لان ترتیبہ بالفاء دکونہ انجازا للوعد بان اللہ تعالی یجعل النبی مستقبلا القبلۃ ادقریبا من سمتہا بان یامر بالصلوۃ الیہا مناسب ان یکون النبی مامورا بصرف الوجہ الیہا لا بان یجعل نفسہ مستقبلا ایاہا اوقریبا من جہتہا۔ انتہی۔ اس عبارت میں صاف ظاہر ہے کہ حق تعالے نے اپنے قول فلنولینک میں وعدہ فرمایا۔ اور فول وجہک کے ساتہہ اُس کا انجاز کیا۔ دوم یہ کہ اگر یہاں حال مراد لیا جاے تو فلنولینک کے یہ معنے ہونگے پس البتہ پہیرتے ہیں ہم تجکو اور پہیرنے سے یہ تو مراد ہی نہیں کہ ہم تجکو ہاتہہ پکڑکے قبلہ کیطرف پہیرتے ہیں بلکہ مراد یہہ ہے کہ ہم تجکو قبلہ کیطرف پہیرنے کا حکم کرتے ہیں۔ اس تقدیر پر قول اللہ تعالی کا فول وجہک زاید ولا طایل ہوگا۔ سوم یہ کہ شاہ ولی اللہ صاحب و شاہ رفیع الدین صاحب و شاہ عبد القادر صاحب نے ترجمہ اس لفظ کا بمعنے مستقبل کیا ہی۔ عبارت شاہ ولی اللہ صاحب کی یہہ ہے۔ پس البتہ متوجہ گردانیم ترا بآن قبلہ کہ خوشنود شوی۔ لفظ شاہ رفیع الدین کا یہہ ہی پس البتہ پہیرینگے ہم تجکو اس قبلہ کو کہ پسند کرے اُس کو۔ لفظ شاہ عبد القادر کا یہہ ہے سو البتہ پہیرینگے تجکو جس قبلہ کی طرف تو راضی ہی **قولہ** اور ایسا ہی یہہ آیت وانظر الی الٰہک الذی ظلت علیہ عاکفا لنحرقنہ **اقول** ارادہ حال اس آیت میں غلط ہے بدو وجہ اول یہ کہ آیت میں وعید ہی اور جس چیز کی وعید کیجاتی ہی وہ اس کے بعد متحقق ہوتی ہی پس استقبال یہاں متعین ہوا۔ دوم یہ کہ تراجم ثلثہ سی معنے استقبال واضح ہیں۔ عبارت شاہ ولی اللہ صاحب کی یہ ہی البتہ بسوزانیم او را باز پراگندہ سازیم آن را۔ لفظ شاہ رفیع الدین صاحب کا یہہ ہی البتہ جلادینگے ہم اسکو پہر اڑادینگے ہم اسکو۔ لفظ شاہ عبد القادر صاحب کا یہہ ہی ہم اسکو جلادینگے پہر بکہیر دینگے۔ ان دونوں آیتوں میں جو مرزا صاحب نے حال کے معنی سمجہے وہ منشاء غلط یہ معلوم ہوتا ہے کہ استقبال دو طرح کا ہوتا ہے ایک استقبال قریب دوسرا استقبال بعید مرزا صاحب استقبال قریب کو قرب کی وجہ سے حال سمجہہ گئے ہیں وھذا بعید من

ثبات المحصلین - واضح ہو کہ آپ نے جو آیات مذکورہ میں سے بعض کو حال پر اور بعض کو استمرار پر محمول کیا ہے اس میں آپ منفرد ہیں اور محض اپنی رائے سے فرماتے ہیں یا سلف و خلف امت میں سے کسی نے یہہ معنے کئے ہیں - بینوا توجروا - **قولہ** اور دوسری آیات جو حال اور استقبال کے سلسلہ متصلہ ممتدہ پر استمرار کے طور پر مشتمل ہیں - ان کی نظیر ذیل میں پیش کرتا ہوں پہلی یہ آیت والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا - **اقول** اس میں کلام ہے بدو وجہ اول یہ کہ یہہ امر مسلم ہے کہ اللہ تعالے کی یہ عادت مستمرہ ہے کہ مجاہدہ کرنے والوں کو اپنی راہیں دکھلایا کرتا ہے لیکن یہاں اس عادت کا بیان مقصود نہیں بلکہ مقصود بالذات صرف وعدہ ہے اور امر موعود وعدہ کے بعد متحقق ہوتا ہے - جیسا کہ خود مرزا صاحب نے آیت وان من اھل الکتاب کے معنے وعدہ کی تائید میں تصحیح خالص استقبال کی کی ہے حالانکہ اہل کتاب کا نزول مسیح کیوقت ایمان لانا امر مستمر ہے خصوصیت کسی زمانہ کی اس میں نہیں ہے - دوم یہ کہ تراجم ثلثہ تعیین استقبال کرتے ہیں لفظ شاہ ولی اللہ صاحب کا یہہ ہے - و آنانکہ جہاد کردند در راہ ما البتہ دلالت کنیم ایشاں را براہہای خود - عبارت شاہ رفیع الدین یہہ ہے اور جن لوگوں نے کہ محنت کی بیچ راہ ہمارے کے البتہ دکھا دیں گے ہم انکو راہیں اپنی - عبارت شاہ عبد القادر صاحب کی یہہ ہے اور جنہوں نے محنت کی ہمارے واسطے ہم سجھا دینگے انکو اپنی راہیں. **قولہ** دوسری یہ آیت کتب اللہ لاغلبن انا ورسلی **اقول** یہاں ارادہ استمرار قطعاً باطل ہے اور ارادہ استقبال متعین بدو وجہ اول یہ کہ بیضاوی میں لکھا ہے کتب اللہ فی اللوح لاغلبن انا ورسلی بالحجة. ظاہر ہے کہ لوح محفوظ میں جس وقت لکھا گیا ہے اسوقت اور اس سے پہلے غلبہ متصور نہیں ہے کیونکہ غلبہ کے لئے غالب و مغلوب ضروری ہیں اسوقت نہ رسل تھے نہ ان کی امتیں تھی یہ سب بعد ان کے ہوئے ہیں - دوم تراجم ثلثہ استقبال پر دلالت کرتے ہیں لفظ شاہ ولی اللہ صاحب کا یہہ ہے حکم کرد خدا البتہ غالب شوم من و غالب شوند پیغمبران من - لفظ شاہ رفیع الدین صاحب کا یہہ ہے لکھ رکھا ہے خدا نے البتہ غالب آونگا میں اور پیغمبر میرے - لفظ شاہ عبد القادر صاحب کا یہہ ہے اللہ لکھ چکا کہ میں زبر ہونگا اور میرے رسول **قولہ** تیسری آیت یہہ ہے من عمل صالحا من ذکر او انثی وھو مومن فلنحیینہ حیوة طیبة ولنجزینھم باحسن ما کانوا یعملون - **اقول** اس آیت میں بھی استقبال مراد ہے بچند وجوہ اول یہ کہ یہ وعدہ ہے تفسیر ابن کثیر میں مرقوم ہے ھذا وعد من اللہ تعالے لمن عمل صالحا وھو العمل المتابع لکتاب اللہ وسنة نبیه صلی اللہ علیه وسلم

من ذکر او انثی من بنی آدم وقلبہ مومن باللہ ورسولہ وان ھذا العمل المامور بہ مشروع من عند اللہ ان یحییہ اللہ حیوۃ طیبۃ فی الدنیا وان یجزیہ باحسن ما عملہ فی الدار الآخرۃ - انتہی + اور جسکا وعدہ ہوتا ہے وہ چیز وعدہ کے بعد پائی جاتی ہے - دوم - تراجم ثلثہ سے استقبال معلوم ہوتا ہے - لفظ شاہ ولی اللہ یہ است کار ہر کہ عمل نیک کرد مرد باشد یا زن واو مسلمان است ہر آئینہ زندہ کنمش بزندگانی پاک - لفظ شاہ رفیع الدین صاحب کا یہ ہے جو کوئی کرے اچھا مرد ہو یا عورت اور وہ ہو ایمان والا پس البتہ زندہ کرینگے ہم اسکو زندگی پاکیزہ - عبارت شاہ عبدالقادر صاحب کی یہ ہے جس نے کیا نیک کام مرد ہو یا عورت ہو اور وہ یقین پر ہے تو اسکو ہم جلاوینگے ایک اچھی زندگی

قولہ - چوتھی آیت یہ ہے ولینصرن اللہ من ینصرہ ان اللہ لقوی عزیز **اقول** یہاں استقبال مراد ہے بدو وجہ - اول یہ کہ یہ وعدہ مہاجرین و انصار سے ہے قال البیضاوی وقد انجز وعدہ بان سلط المہاجرین والانصار علی صنادید العرب واکاسرۃ العجم وقیاصرتھم واورثھم ارضھم ودیارھم انتہی - اور جسکا وعدہ کیا جاتا ہے وہ چیز بعد زمانہ وعدہ کے پائی جاتی ہے - دوم - یہ کہ تراجم ثلثہ میں استقبال مصرح ہے - عبارت شاہ ولی اللہ صاحب کی یہ ہے والبتہ نصرت خواہد داد خدا کسے را کہ قصد نصرت دین وے کند - لفظ شاہ رفیع الدین صاحب کا یہ ہے اور البتہ مدد دیوے گا اللہ اس کو کہ مدد دیتا ہے اس کو - لفظ شاہ عبدالقادر صاحب کا یہ ہے اور اللہ مقرر مدد کرے گا اس کی جو مدد کریگا اسکی

قولہ پانچویں آیت یہ ہے والذین آمنوا وعملوا الصالحات لندخلنھم فی الصالحین

اقول یہاں بھی مستقبل مراد ہے بدو وجہ اول یہ کہ یہ وعدہ ہے اور جس چیز کا وعدہ کیا جاتا ہے وہ وقت وعدہ کی متحقق نہیں ہوتی ہے بعد کو پائی جاتی ہے - دوم تراجم ثلثہ اسپر دال ہیں - عبارت شاہ ولی اللہ صاحب کی یہ ہے و آنانکہ ایمان آوردند و کارہائے شائستہ کردند البتہ در آریم ایشاں را در زمرۂ شائستگاں - لفظ شاہ رفیع الدین صاحب کا یہ ہے اور وہ لوگ کہ ایمان لائے اور کام کئے اچھے البتہ داخل کرینگے ہم ان کو بیچ صالحوں کے - لفظ شاہ عبدالقادر صاحب کا یہ ہے اور جو لوگ یقین لائے اور بھلے کام کئے ہم ان کو داخل کریں گے نیک لوگوں میں آپ کا محذور جب لازم آوے کہ یہ بیان ہو عادت کا بلکہ یہ تو وعدہ ہے -

قولہ اب میں آپ کے اس قاعدہ کو توڑونگا کہ نون ثقیلہ کے داخل ہونے سے خواہ مخواہ اور ہر ایک جگہ خاص طور پر استقبال کے معنے ہی ہوا کرتے ہیں - **اقول** بالا معلوم ہوا کہ آپ نے جتنی آیتیں ذکر کی ہیں

سب میں مراد صرف معنی مستقبل ہیں نہ حال اور نہ استمرار **قولہ** اور آپ کو معلوم ہے کہ تمام مفسرین قدیم وجدید جنمیں عرب کے رہنے والے بھی داخل ہیں لیؤمنن کے لفظ کے حال کے معنے بھی کرتے ہیں **اقول** ان لوگوں کے کلام میں کہیں تصریح حال کی نہیں ہے محتمل ہے کہ اُن کی مراد استقبال ہو جیسا کہ آپ خود اوپر لکھ چکے ہیں۔ کیا استقبال کے طور پر دوسرے معنے بھی نہیں ہو سکتے کہ کوئی اہل کتاب میں سے ایسا نہیں جو اپنی موت سے پہلے مسیح پر ایمان نہیں لائے گا دیکھو یہ بھی تو خالص استقبال ہی ہے۔ اگر کوئی شبہ کرے کہ پھر اس دوسرے معنے کا رد قاعدہ مقررہ نحاۃ کے موافق کیسے ہوگا۔ تو جواب یہ ہے کہ بیشک اس صورت میں قاعدہ مقررہ کی بنا پر البتہ رد نہ ہو سکے گا۔ بلکہ اس کا رد منوط ہوگا۔ امر آخر پر جسکا ذکر اوپر ہو چکا یعنے یہ کہ اس صورت میں کلام الہی اعلٰے درجہ بلاغت سے نازل ہوا جاتا ہے فلیتامل فانہ احرے بالتامل۔ **قولہ** اور آپنے تفسیر ابن کثیر کے حوالہ سے جو لکھا ہے کہ نزول عیسٰی ہوگا اور کوئی اہل کتاب میں سے نہیں ہوگا جو اس کے نزول کے بعد اس پر ایمان نہیں لائے گا۔ یہ بیان آپ کے لئے کچھ مفید نہیں الی **قولہ** اور پھر اس قول کو ما نحن فیہ سے تعلق کیا ہے **اقول** اس مقام پر آپ نے میرے کلام کو غور سے ملاحظہ نہیں فرمایا۔ میرا مطلب وہ نہیں ہے جو آپ سمجھے ہیں میرا مطلب تو عبارت ابن کثیر کی نقل سے صرف اس قدر ہے کہ یہ معنے جو میںنے اختیار کئے ہیں اسطرف ایک جماعت سلف میں سے گئی ہے اور یہ امر میری تحریر میں مصرح ہے۔ چنداں عذر کا بھی محتاج نہیں ہے **قولہ** واضح رہے کہ آپ اس عاجز کے اعتراضات کو جو ازالہ اوہام میں آیت موصوفہ بالا کے ان معنوں پر وارد ہوتے ہیں جو آپ کرتے ہیں اُٹھا نہیں سکے بلکہ رکیک عذرات سے میرے اعتراضات کو اور بھی ثابت کر دیا **اقول** میرے ادلہ کا قوی ہونا ابھی ثابت ہو چکا۔ پس یہ آپ کا فرمانا بجائے خود نہیں ہے **قولہ** آپ کے نون ثقیلہ کا حال تو معلوم ہو چکا **اقول** آپ نے نون ثقیلہ کے بارہ میں جو کچھ تحریر فرمایا وہ سب ہباءً منثورا ہو گیا۔ **قولہ** اور لیؤمنن کے لفظ کی تعمیم بدستور قائم رہی۔ **اقول** جب یہ امر ثابت ہو گیا کہ نون مضارع کو خالص استقبال کے لئے کر دیتا ہے تو اب تعمیم کہاں قائم رہی۔

قولہ اب فرض کے طور پر اگر آیت کے یہ معنے لئے جاویں کہ حضرت عیسٰی کے نزول کے وقت جسقدر اہل کتاب ہونگے سب مسلمان ہو جائیں گے۔ جیسا کہ ابو مالک سے آپ نے روایت کیا ہے تو مجھے مہربانی فرما کر سمجھا دیں کہ یہ معنے کیونکر درست ٹھہر سکتے ہیں **اقول** آپنے اس معنے کی تقریر میں جو میرے نزدیک متعین ہیں تھوڑی سی خطا کی ہے۔ آیت کا مطلب یہ نہیں ہے کہ حضرت عیسٰی کے

نمبر ا میں جو نسبت حضرت عیسیٰ اہل کتاب ہونگے سب مسلمان ہو جائینگے۔ مطلب یہہ ہے کہ حضرت عیسیٰ کے نزول کے بعد اور ان کی موت سے پہلے ایک زمانہ ایسا ضرور ہوگا کہ اس وقت کے اہل کتاب سب مسلمان ہو جاوینگے اور ابو مالک کے کلام کا بھی یہی مطلب ہے ذرا غور سے ملاحظہ فرمائیے۔

قولہ آپ تسلیم کرتے ہیں الیٰ **قولہ** تو پھر اس لفظ کے لانے سے فائدہ کیا ہے **اقول** حضرت من اس مقام پر بھی آپ نے میرے مطلب پر مطلق غور نہیں کیا اس لئے میں پھر اس کی تقریر کا اعادہ کرتا ہوں امید ہے کہ اگر آپ توجہ فرمائیں گے تو سمجھ میں آجائے گا اور تسلیم بھی کر لیجئے گا۔ حاصل میری کلام کا یہ ہے کہ آپ کے اعتراض کا جواب بدو طور ہے اول یہ کہ آیت سے یہہ نہیں ثابت ہوتا ہے کہ مسیح کے نزول کے بعد فوراً سب اہل کتاب ایمان لے آوینگے بلکہ یہ کہ بعد نزول مسیح اور قبل موت مسیح ایک زمانہ ایسا آوے گا کہ اس زمانہ میں سب اہل کتاب ایمان لے آوینگے۔ پس احادیث صحیحہ اس کی منافی نہ ہوئیں کیونکہ جو کفار مسیح کے دم سے مرنیوالے ہوں گے وہ پہلے مریں گے باقیماندہ سب ایمان لے آوینگے دوم یہ کہ مراد ایمان سے نفس ہونا ایمان شرعی اس تقدیر پر بھی احادیث صحیحہ آیت کے اس معنی کی معارض نہیں ٹھہرتی ہیں الحاصل مقصود دفع تعارض ہے جو آپ نے آیت کے معنے اور احادیث صحیحہ میں قرار دیا ہے آپ تو اس میں سے کہاں سے کہاں چلے گئے غور کر کے جواب لکھا کیجئے۔ اب یہ انصاف سے غور کر کے فرمائیے کہ آپ کا یہہ فرمانا کہ اِنْ کا لفظ تو ایسا کامل حصر کے لئے استعمال کیا جاتا ہے کہ اگر ایک فرد بھی باہر رہجاوے۔ تو یہہ لفظ بیکار اور غیر موثر ٹھہرتا ہے کیسا بے محل ہے کیونکہ جس زمانہ کے لئے یہہ حصر کیا گیا ہے اس کی نسبت پورا حصر ہے اور ایسا ہی یہہ فرمانا کہ اول تو آپ نے اِنْ کے لفظ سے زمانہ قبل از نزول کو باہر کیا پھر اب زمانہ بعد از نزول میں بھی اس کا پورا پورا اثر ہونے سے انکار کیا تو پھر اس لفظ کے لانے سے فائدہ ہی کیا تھا محض بے موقع ہے کیونکہ خاکسار نے از خود زمانہ قبل از نزول کو باہر نہیں رکھا اور نہ زمانہ بعد از نزول میں پورا پورا اثر ہونے سے انکار کیا بلکہ یہہ تو مقتضےٰ نون ثقیلہ و لفظ بعد موتہ کا ہے جو کلام الٰہی میں واقع ہوا ہے۔ اور ایسا ہی آپ کا یہہ فرمانا کہ اب اگر ان کفار کو جو کفر پر مر گئے مومن ٹھیراتے ہیں یا اس جگہ ایمان سے مراد یقین رکھتے ہیں تو اس دعوے پر آپ کے پاس دلیل کیا ہے۔ محض بے ربط ہے کیونکہ خاکسار اس مقام پر مدعی اُنکے ایمان کا ہے اور نہ مدعی اس امر کا ہے کہ مراد ایمان سے یقین ہے مقصود اس مقام پر صرف رفع تناقض ہے جو آپنے درمیان آیت و احادیث کے سمجھا ہے اس امر

کے فیصلہ کے لئے خاکسار آپ کے دو معتقد فاضل حکیم نورالدین صاحب اور مولوی سید محمد احسن صاحب امروہی کو حکم تسلیم کرتا ہے کہ آپ میری اس کلام کا مطلب بالکل نہیں سمجھے **قولہ** یا حضرت آپ ان آیتوں پر متوجہ ہوں الی **قولہ** اب دیکھو کہ قرآن مجید میں اللہ جل شانہ کا صاف وعدہ ہے کہ قیامت کے دن تک دونوں فرقے متبعین اور کفار باقی رہیں گے۔ **اقول** اس میں کلام ہے بدو وجہ اول یہ کہ آیت وان من اہل الکتب میں صاف وعدہ ہے کہ قبل موت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سب اہل کتاب مومن ہو جائیں گے پس یہ آیت مخصص ہے آیت وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیامۃ کے دوم احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ قبل قیامت سب شریر رہ جاویں گے تب ان پر قیامت قایم ہو گی پس معلوم ہوا کہ آیت عام مخصوص البعض ہے **قولہ** پھر اللہ جل شانہ فرماتا ہے۔ واغرینا بینہم العداوۃ والبغضاء الی یوم القیمۃ۔ اب ظاہر ہے کہ اگر قیامت کے پہلے ہی ایک فرقہ ان دونوں میں سے نابود ہو جاوے تو پھر عداوت کیونکر قایم رہے گی **اقول** یہ آیت بھی عام مخصوص البعض ہے مخصص اس کی آیت وان من اہل الکتب ہے **قولہ** دوسری آیت آپ نے پیش کی ہے۔ کہ تکلم الناس فی المہد کہلا۔ **اقول** کہل کے معنے میں فی الواقع اہل لغت نے اختلاف کیا ہے۔ اسی واسطے اس آیت کو قطعیۃ الدلالۃ لذاتہا نہیں کہا گیا بلکہ قطعیۃ الدلالۃ لغیرہا کہا گیا یعنے بانضمام آیت وان من اہل الکتب جو قطعیۃ الدلالت ہے یہ بھی قطعی ہو جاتی ہے اور آپنے جو شبہ وان من اہل الکتب کے قطعیۃ الدلالت ہونے میں کیا ہے وہ بالکلیہ مرتفع ہو گیا **قولہ** صحیح بخاری میں دیکھئے جو بعد کتاب اللہ اصح الکتب ہے اس میں کہل کے معنے جوان مضبوط کے ہیں **اقول** عبارت بخاری یہ ہے وقال مجاہد الکہل الحلیم انتہی آپ پر واجب ہے کہ یہ امر ثابت کیجئے کہ اس سے جوان مضبوط کسطرح سمجھا جاتا ہے **قولہ** حضرت اس رافعک الی میں جو رفع کا وعدہ دیا گیا ہے یہ وہی وعدہ تھا جو آیت بل رفعہ اللہ میں پورا کیا گیا۔ **اقول** مسلم ہے کہ آیت انی متوفیک ورافعک میں جو وعدہ تھا وہ آیت بل رفعہ اللہ میں پورا کیا گیا لیکن انی متوفیک میں موت مراد ہونا غیر مسلم ہے جیسا کہ اس کی تقریر تحریر اول میں لکھ چکا ہوں اور آپ نے اس کا کچھ جواب نہیں دیا **قولہ** نزول مسیح موعود سے کسکو انکار ہے **اقول** آپ کو نزول عیسیٰ بن مریم سے انکار ہے اور حالانکہ تحریر اول میں لکھا گیا ہے کہ حدیث میں لفظ ابن مریم کے معنے حقیقی عیسیٰ ابن مریم کے موجود ہے

اور صارف یہاں کوئی پایا نہیں جاتا ہے۔ آپ نے اس کا کچھ جواب نہ دیا **قولہ** اور فہم ابوہریرہ حجت کے لائق نہیں **اقول** فہم ابوہریرہ کو میں حجت نہیں کہتا ہوں استدلال تو لفظ ابن مریم سے ہے جو حدیث میں واقع ہے **قولہ** یہ حدیث مرسل ہے۔ پھر کیونکر قطعیۃ الدلالت ہوگی **اقول** اس حدیث کو قطعیۃ الدلالت نہیں کہا گیا ہے صرف تائید کے لئے لائی گئی ہے **قولہ** یہ بخاری کی حدیث صحیح مرفوع متصل ہے جو حضرت مسیح کی وفات پر دلالت کرتی ہے اور نیز قرآن کی تعلیم سے مخالف ہے **اقول** آپ وہ حدیث صحیح مرفوع متصل بیان فرمائیے تاکہ اس میں نظر کی جاوے اور مخالفت تعلیم قرآن غیر مسلم ہے ومن یدعی فعلیہ البیان واخر دعوینا ان الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علےٰ خیر خلقہ محمد واٰلہ واصحابہ اجمعین۔

محمد بشیر عفی عنہ تاریخ ۲۵۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء

نمبر ۲۔ حضرت اقدس مرزا صاحب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہ ونصلی

الحمد للہ رب العلمین الرحمٰن الرحیم ملک یوم الدین ایاک نعبد وایاک نستعین اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولا الضالین اٰمین

اما بعد واضح ہو کہ حضرت مولوی محمد بشیر صاحب نے اپنے جواب الجواب میں باوجود اس کے کہ اپنے ذمہ بار ثبوت حیات مسیح علیہ السلام قبول فرما چکے تھے۔ پھر اس عاجز کو مخاطب کر کے فرمایا ہے کہ وفات ابن مریم علیہ السلام کا بار ثبوت آپ کے ذمہ ہے کیونکہ آپ کی طرف سے یہ مستقل دعوے ہے کہ حضرت مسیح وفات پا چکے اور دراصل امر آپ کے الہام میں یہی ٹھہرایا گیا ہے کہ مسیح ابن مریم فوت ہو چکا ہے اور اگر آپ کے ذمہ بار ثبوت نہیں تھا تو یہ عبث کام آپ نے کیوں کیا کہ توضیح مرام وازالہ اوہام میں دلائل وفات مسیح بہ بسط تمام بیان کئے۔

میں کہتا ہوں کہ اسباب کو ادنے استعداد کا آدمی بھی سمجھ سکتا ہے کہ بار ثبوت کسی امر متنازعہ فیہ کی نسبت اس فریق پر ہوا کرتا ہے کہ جو ایک امر کا کسی طور سے ایک مقام میں اقرار

کرکے پھر کسی دوسری صورت اور دوسرے مقام میں اسی امر قبول کردہ کا انکار کردیتا ہے سو وہ اپنے پہلے اقرار سے ہی پکڑا جاتا ہے اور اس مواخذہ کی لائق ٹھہر جاتا ہے کہ جس امر کو وہ کسی دوسری صورت یا دوسرے وقت اور مقام میں آپ ہی مانتا اور قبول کرتا تھا اب اسی کیوں انکار کرکے ایک مستحدث اور نئے دعوے کیطرف رجوع کرگیا ہے سو واقعی اور حقیقی طور پر مدعی کا لفظ اس شخص پر بولا جاتا ہے جو اپنے پہلے اقرار سے منحرف ہوکر ایک نئے اور جدید امر کا دعوے کرتا ہے اور اسی وجہ سے بار ثبوت اسپر ہوتا ہے کیونکہ وہ اپنے منہ کے اقرار سے ہی اپنی جدت دعوے کا قایل ہوتا ہے یعنے اس نے اس بات کو تسلیم کرلیا ہوا ہوتا ہے کہ یہ دعوے اسکا نیا ہے اور اس کے اس قدیم اقرار سے قطعاً مخالف ہے جس سے اب بھی اس کو انکار نہیں۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ جیسے کوئی کسی عدالت میں دعوے کرتا ہے کہ س۔ ے فلان شخص سے ہزار روپیہ قرضہ لینا ہے اور خود اس بات کا اقرار کردیتا ہے کہ فلان تاریخ میں نے اسکو بطور قرضہ روپیہ دیا تھا اور اس تاریخ سے پہلے میرا اس سے کچھ واسطہ نہیں تھا اور یہ میرا دعوے نیا ہے جو فلان تاریخ سے پیدا ہوا سو اسی وجہ سے وہ مدعی کہلاتا ہے اور ثبوت اس کے ذمہ ہوتا ہے کہ وہ بعد اس اقرار کے کہ فلان تاریخ سے پہلے فلان شخص میرا قرضدار نہیں تھا پھر مخالف اپنے اس پہلے بیان کے یہ دعوے کرتا ہے کہ فلان تاریخ سے وہ میرا قرضدار رہا ہے پس اس سے عدالت اسی وجہ سے ثبوت مانگتی ہے کہ وہ اپنے پہلے بیان کے مخالف دوسرا بیان کرتا ہے اور اس کے دعوے میں ایک جدت ہے جسکا وہ آپ ہی قایل ہے کیونکہ وہ خود قبول کرچکا ہے کہ ایک ایسا بھی گذرا ہے جب کہ وہ شخص جسکو اب مقروض ٹھہرایا گیا ہے مقروض نہیں تھا۔ سو اس اقرار کے بعد انکار کرکے وہ اپنی گردن پر آپ بار ثبوت لے لیتا ہے۔ غرض واقعی اور حقیقی طور پر اسی شخص کو مدعی کہتے ہیں جو ایک صورت میں ایک بات کا اقرار کرکے پھر اسی بات کا انکار کرتا ہے اور بار ثبوت اس پر اسی وجہ سے ہوتا ہے کہ وہ اپنے پہلے اقرار کیوجہ سے پکڑا جاتا ہے تمام عدالتیں اسی اصول محکم کو پکڑ کر مدعی اور مدعا علیہ میں تمیز کرتے ہیں اگر یہ اصول مد نظر نہ ہو تو ایسا حاکم اندھا ہے کیطرح ہوگا اور اسکو معلوم نہیں ہوگا کہ واقعی طور پر مدعی کون ہے اور مدعا علیہ کون۔ خلاصہ کلام یہ کہ مدعی ہونے کی فلاسفی یہی ہے جو ہم نے اس جگہ بیان کردی ہے اور ظاہر ہے کہ بار ثبوت اسی پر ہوگا جو واقعی اور حقیقی طور پر مدعی ہو یعنے ایسی حالت رکھتا ہو کہ ایک صورت میں ایک بات کا اقرار کرکے پھر دوسری صورت میں بخلاف اس اقرار کے بیان کرے

اب اس معیار کو نظر کے سامنے رکھکر ہر یک منصف دیکھ لے کہ کیا واقعی طور پر حضرت مسیح ابن
مریم کی وفات کے بارے میں اس عاجز کا نام مدعی رکھنا چاہیئے۔ یا حضرت مولوی محمد بشیر صاحب اور
ان کے ہم خیال مولوی سید محمد نذیر حسین صاحب وغیرہ حیات جسمانی مسیح ابن مریم کے بارے میں
مدعی ٹھہرتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ جو ہم مدعی کی تعریف ابھی بیان کر چکے ہیں یعنے یہ کہ حقیقی اور واقعی مدعی کیلئے
ایسی حالت کا پایا جانا ضروری ہے کہ ایک صورت میں ایک بات کا علی وجہ البصیرت ہمیشہ کے لئے اقرار
کر کے پھر دوسری صورت میں اسی بات کا انکار کرے۔ یہ تعریف میرے پر صادق نہیں آسکتی کیونکہ
میرا بیان تو اس طرز پر نہیں کہ پہلے میں حضرت مسیح ابن مریم کی بہ جبر طبعی حیات قبول کر کے پھر اس سے انکار کر گیا
ہوں تا بوجہ جدت دعوے اور مخالفت پہلے اقرار کے بار ثبوت میرے پر ہو لیکن مدعی ہونے کی یہ تعریف
حضرت مولوی محمد بشیر صاحب اور ان کے گروہ پر صادق آتی ہے کیونکہ پہلے اُن کو اب تک اس بات کا اقرار
ہے کہ یہ حیات مسیح کی جس کی نسبت دعوے ہے ایک غیر طبعی حیات ہے جو اللہ تعالےٰ کے عام قانون
قدرت اور دائمی سنت اللہ سے مغائر و مخالف پڑی ہوئی ہے اور نہ صرف سنت اللہ کے مخالف بلکہ
نصوص صریحہ بیّنہ قطعیہ قرآن کے بھی مخالف ہے کیونکہ قرآن کریم نے جو عام طور پر انسان کی بے ثباتی
ہستی کے بارے میں ہدایت فرمائی ہے وہ یہی ہے جو انسان اپنی عمر طبعی کی حد کے اندر مر جاتا ہے اور
اگر جوانی اور درمیانی حالت میں نہیں تو ارذل عمر تک پہونچکر اُس کا خاتمہ ہوتا ہے اور زمانہ اُس پر اثر کر کے
اور انواع اقسام کے تغیرات اس پر وارد کر کے ارذل عمر تک اُسکو پہونچاتا ہے یا وہ شخص پہلے ہی مر جاتا ہے
اس اقرار کے بعد مولوی صاحب موصوف اور اُن کے گروہ کا یہ بیان ہے کہ مسیح ابن مریم جو انسان تھا
اور انسانوں میں بلا کم و بیش داخل تھا اب تک نہیں مرا بلکہ صدہا برس سے زندہ چلا آتا ہے بڈھا بھی نہیں
ہوا اور نہ ارذل عمر تک پہونچا اور نہ زمانہ نے کچھ بھی اُس پر اثر کیا سو مولوی صاحب موصوف نے پہلے
جس بات کا اقرار کیا تھا اسی بات کا پھر انکار کر دیا۔ اس لئے حسب قاعدہ متذکرہ بالا حقیقی اور واقعی طور
پر وہ مدعی ٹھہر گئے کیونکہ میں بیان کر چکا ہوں کہ حقیقی اور واقعی طور پر مدعی اس شخص کو کہا جاتا ہے کہ کسی امر
کی نسبت ایک صورت میں اقرار کر کے پھر دوسری صورت میں اُسی امر کا انکار کر دیوے۔ کیا مولوی
صاحب فقہ کے قوانین پر نظر ڈال کر یا دنیوی عدالتوں کے مقدمات پر نگاہ کر کے کوئی نظیر پیش کر سکتے ہیں کہ
کسی شخص کو حقیقی طور پر مدعی تو کہا جائے مگر وہ اس تعریف سے باہر ہو۔ اور اگر اس عاجز نے مسیح ابن

مریم کی وفات پر دلائل لکھے ہیں یا اس کی وفات کی نسبت اپنا الہام بیان کیا ہے تو اس کو حقیقی طور پر مدعی ہونے سے کیا تعلق ہے۔ وہ تمام دلائل تو محض بطریق تنزل لکھے گئے جیسے ایک مدعا علیہ کسی مدعی کا افترا ظاہر کرنے کے لئے کسی عدالت میں ایسی سند پیش کر دیوے جس سے اور بھی اس مدعی کی پردہ دری کا ہو تو کیا اس سے یہ سمجھا جائے گا۔ کہ درحقیقت اُس پر وہ تمام ثبوت پیش کرنا واجب ہو گیا۔ جو ایک واقعی اور حقیقی مدعی پر واجب ہوتا ہے افسوس ہے کہ مولوی صاحب نے اس مسئلہ شناخت مدعی و مدعا علیہ پر نظر غور نہیں کی۔ حالانکہ یہ ایک اہم مسئلہ ہے جو قاضیوں اور حکام اور علماؤں کو دھوکوں اور لغزشوں سے بچاتا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ چونکہ مولوی صاحب نے یہ دعوے تو کر دیا کہ ہم حیات جسمانی مسیح ابن مریم آیات قطعیۃ الدلالت سے پیش کریں گے۔ لیکن بحث کے وقت اس دعوے سے نومیدی پیدا ہو گئی اس لئے اب اس طرف رخ کرنا چاہتے ہیں کہ دراصل مسیح ابن مریم کی حیات جسمانی ثابت کرنا ہمارے ذمہ نہیں۔ لہذا مولوی صاحب کو یاد رہے کہ جیسا کہ میں ابھی بیان کر چکا ہوں حقیقی اور واقعی طریق عدالت یہی ہے کہ جو شخص حیات غیر طبعی مسیح ابن مریم کا مدعی ہے اسی پر واجب ہے کہ وہ آیات قطعیۃ الدلالت اور احادیث صحیحہ مرفوعہ سے حضرت مسیح کی حیات جسمانی ثابت کرے اور اگر ثابت نہ کر سکے تو یہ اول دلیل ہو گی کہ مسیح فوت ہو گیا بلاشبہ قوانین عدالت کے رو سے حقیقی اور واقعی طور پر آپ مدعی ہیں کیونکہ طبعی اور مسلم امر کو چھوڑ کر ایک ایسا عقیدہ آپ نے اختیار کیا ہے جس کا ماننا اور قبول کرنا محتاج دلیل ہے۔ لیکن کسی انسان کا اپنی عمر طبعی تک مر جانا۔ اور صد ہا برس تک زندہ نہ رہنا محتاج دلیل نہیں بلکہ اُس کے مرنے پر قانون قدرت اور سنت اللہ خود محکم دلیل ہے۔ غور فرماویں کہ اگر مثلاً کسی مفقود الخبر کیا اٹھارہ سو برس تک خبر نہ ملے کہ وہ مرا ہے یا نہیں تو کیا اس سے یہ سمجھا جائے گا کہ وہ اب تک زندہ ہے اور کیا شریعت غرا محمدیہ کسی تنازع کے وقت اس کی نسبت وہی احکام صادر کرے گی جو ایک زندہ کی نسبت صادر کرنے چاہئے۔ بینوا۔ توجروا۔

پھر اس کے بعد آپ نے نصوص صریحہ بیّنہ قرآن اور حدیث سے نومید ہو کر دوبارہ آیت لیؤمنن کے نون ثقیلہ پر زور مارا ہے اور جمہور مفسرین اور صحابہ اور تابعین سے تفرد اختیار کر کے محض اپنے خیال خام کی وجہ سے اسی بات پر زور دیا ہے کہ یہ آیت بوجہ نون ثقیلہ کے خالص استقبال کے لئے ہو گئی ہے جس کے فقط یہی ایک معنے ہو سکتے ہیں کہ حضرت عیسٰی کے نزول کے بعد کسی خاص زمانہ کے لوگ سب کے

سب آپ پر ایمان لے آئینگے اور ان معنوں پر زور دینے کے وقت آپ نے اپنی اس شرط کا کچھ خیال نہیں رکھا جو پہلے ہم دونوں کے درمیان قرار پاچکی تھی جو قال اللہ اور قال الرسول سے باہر نہیں جائینگے اور نہ ان بزرگوں کی عزت اور مرتبت کا کچھ پاس کیا جو اہل زبان اور صرف اور نحو کو آپ سے بہتر جاننے والے تھے۔ صرف اور نحو ایک ایسا علم ہے جسکو ہمیشہ اہل زبان کے محاورات اور بول چال کے تابع کرنا چاہیے اور اہل زبان کی مخالفانہ شہادت ایک دم میں نحو وصرف کے بناوٹی قاعدہ کو رد کر دیتی ہے ہمارے پر اللہ اور رسول نے یہ فرض نہیں کیا کہ ہم انسانوں کے خود تراشیدہ قواعد صرف ونحو کو اپنے لئے ایسا رہبر قرار دیدیں کہ باوجودیکہ ہمیں کافی اور کامل طور پر کسی آیت کے معنے کھل جائیں اور اُس پر اکابر مومنین اہل زبان کی شہادت ملجائے تو پھر بھی ہم اس قاعدہ یا نحو کو ترک نکریں اس بدعت کے التزام کی ہمیں حاجت کیا ہے۔ کیا ہمارے لئے کافی نہیں کہ اللہ اور رسول اور صحابہ کرام ایک صحیح معنے ہمکو بتلادیں۔ نحو اور صرف کے قواعد اطراد و بعد الوقوع ہے اور یہ ہمارا مذہب نہیں کہ یہ لوگ اپنے قواعد تراشی میں بکلی غلطی سے معصوم ہیں۔ اور ان کی نظر ان گہرے محاورات کلام الٰہی پر پہونچگئی ہیں جس سے آگے تلاش اور تتبع کا دروازہ بند ہے میں جانتا ہوں کہ آپ بھی انکو معصوم نہیں سمجھتے ہونگے۔ آپ جانتے ہیں کہ قرآن کریم میں ان هذان لسٰحران بھی آیت موجود ہے۔ لیکن کیا آپ نظیر کیطور پر کوئی قول عرب قدیم کا پیش کرسکتے ہیں جس میں بجائے إن ہذین کے إن ہذان لکھا ہو۔ کسی نحوی نے آجتک یہ دعوے بھی نہیں کیا کہ ہم قواعد صرف ونحو کو ایسے کمال تک پہونچا چکے ہیں۔ کہ اب کوئی نیا امر پیش آ با ہمارے نحو میں کسی قسم کا نقص نکلنا غیر ممکن ہے۔ غرض التزام قواعد مخترعہ صرف نحو کا حجج شرعیہ میں سے نہیں۔ یہ علم محض از قبیل اطراد و بعد الوقوع ہے اور ان لوگوں کی معصومیت پر کوئی دلیل شرعی نہیں مل سکتی۔ خواص علم لغت ایک دریا ناپیدا کنار ہے افسوس کہ ہماری صرف ونحو کے قواعد مرتب کرنے والوں نے بہت جلد ہمت ہار دی اور جیسا کہ حق تفتیش کا تھا بجا نہیں لائے۔ اور کبھی انہوں نے ارادہ نہیں کیا اور نہ کر سکے کہ ایک گہری اور عمیق نظر سے قرآنی وسیع المفہوم الفاظ کو پیش نظر رکھ کر قواعد نامہ کاملہ مرتب کریں اور یوں ہی ناتمام اپنے کام کو چھوڑ گئے ہمارے ایمان کا تقاضا یہ ہونا چاہیے کہ ہم کسیطرح قرآن کریم کو ان کا تابع نہ ٹھہراویں بلکہ جیسے جیسے خواص وسیع المفہوم قرآن کریم کے الفاظ کے کھلتے جاویں اُسی کے مطابق اپنے پرانی اور ناتمام نحو کو بھی درست کرلیں یہ بھی یاد رکھنے کے لائق ہے کہ ہر ایک زبان ہمیشہ گردش میں رہتی ہے اور گردش میں رہے گی۔ جو شخص اب

ملک عرب میں جاکر مشاہدہ کرے تو اسے معلوم ہوگا کہ کسقدر پہلی زبانوں سے اب عربی زبان میں فرق آگیا ہے یہانتک کہ انعدل کی جگہ اگدبولا جاتا ہے ایسا ہی کئی محاورات بدل گئے ہیں۔ اب معلوم نہیں کہ جس زمانہ میں صرف ونحو کی قواعد مرتب کرنے کے لئے توجہ کی گئی وہ زمانہ کسقدر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے فرق کر گیا تھا اور کیا کچھ محاورات میں تبدل واقع ہوگیا تھا۔ نحوی اور صرفی اس بات کے بھی تو قائل ہیں کہ باوجود ترتیب قواعد کے ایک حصہ کثیرہ خلاف قیاس الفاظ اور خلاف قیاس ترتیب الفاظ کا بھی ہے جسکی حد ابھی غیر معلوم ہے جو ابھی تک کسی قاعدہ کے نیچے نہیں آسکا۔ غرض یہ صرف اور نحو جو ہمارے ہاتھ میں ہے صرف بچوں کو ایک موٹی قواعد سکھلانے کے لئے ہے اس کو ایک رہبر معصوم تصور کرلینا اور خطا اور غلطی سے پاک سمجھنا انہیں لوگوں کا کام ہے جو بجز اللہ اور رسول کے کسی اور کو بھی معصوم قرار دیتے ہیں اللہ جل شانہ نے ہمیں یہ فرمایا ہے فان تنازعتم فی شیئ فردوہ الی اللہ والرسول یعنے اگر تم کسی بات میں تنازع کرو تو اس امر کا فیصلہ اللہ اور رسول کیطرف رد کرو۔ اور صرف اللہ اور رسول کو حکم بناؤ نہ کسی اور کو اب یہ کیونکر ہوسکے کہ ناقص العلم صرفیوں اور نحویوں کو اللہ اور رسول کو چھوڑ کر اپنا حکم بنایا جائے کیا اسپر کوئی دلیل ہے۔ تعجب کہ متبع سنت کہلا کر کسی اور کیطرف بجز شریعہ مطہرۃ اللہ رسول کے رجوع کریں آپ کو یاد رہے کہ میرا یہ مذہب نہیں ہے کہ قواعد موجودہ صرف ونحو غلطی سے پاک ہیں۔ یا بہمہ وجوہ متمم ومکمل ہیں۔ اگر آپ کا یہ مذہب ہے تو اس مذہب کی تائید میں تو کوئی آیت قرآن کریم پیش کیجئے یا کوئی حدیث صحیح دکھلایئے ورنہ آپ کی یہ بحث بے صرف فضول خیال ہے حجت شرعی نہیں میں ثابت کر رہا ہوں کہ اگر فی الحقیقت نحویوں کا یہی مذہب ہے کہ نون ثقیلہ سے مضارع تو خالص مستقبل کے معنوں میں آجاتا ہے اور کبھی اور کسی مقام اور کسی صورت میں اس کے برخلاف نہیں ہوتا تو انہوں نے سخت غلطی کی ہے قرآن کریم ان کی غلطی ظاہر کر رہا ہے اور اکابر صحابہ اسپر شہادت دے رہے ہیں حضرت انسانوں کی اور کوششوں کی طرح نحویوں کی کوششیں بھی خطا سے خالی نہیں آپ حدیث اور قرآن کو چھوڑ کر کس جھگڑے میں پڑ گئے۔ اور اس خیال خام کی نحوست سے آپ کو تمام اکابر کی نسبت بدظنی کرنی پڑی کہ وہ سب تفسیر آیت لیومنن بہ میں غلطی کرتے ہے ابھی میں انشاء اللہ القدیر آپ پر ثابت کروں گا کہ آیت لیومنن بہ آپکے معنوں پر اس صورت میں قطعیۃ الدلالت ٹھہر سکتی ہے کہ ان سب بزرگوں کی قطعیۃ الجہالت ہونے پر فتوے لکھا جائے اور نعوذ باللہ نبی معصوم

کو بھی اُن میں داخل کر دیا جائے ورنہ آپ کبھی اور کسی صورت میں قطعیۃ کا فائدہ حاصل نہیں کر سکتے اور کوئی تقویٰ شعار علماء میں سے اس قطعیۃ کے دعوے میں آپکے ساتھ شریک نہیں ہوگا اور کیونکر شریک ہو۔ شریک تو تب ہو کہ بہت سے بزرگوں اور صحابہ کو جاہل قرار دیوے اور نبی صلعم پر بھی اعتراض کرے۔ سبحانہ هذا بهتان عظیم۔

اب میں آپ پر واضح کرنا چاہتا ہوں کہ کیا اکابر مفسرین نے اس آیت کو حضرت عیسیٰ کے نزول کے لئے قطعیۃ الدلالت قرار دیا ہے یا کچھ اور ہی معنے لکھے ہیں سو واضح ہو کہ کشاف صـ ۱۹۹ میں لیؤمنن بہ کی آیت کے نیچے یہ تفسیر ہے۔ جملہ قسمیۃ واقعۃ صفۃ لموصوف محذوف تقدیرہ وان من اهل الکتب احد الا لیؤمنن بہ قبل موتہ بعیسیٰ وبانہ عبد اللہ ورسولہ یعنی اذا عاین قبل ان تزهق روحہ حین لا ینفع ایمانہ لانقطاع وقت التکلیف وعن شہر بن حوشب قال لی الحجاج اٰیۃ ما قرأتھا الا تخالج فی نفسی شئ منھا یعنی هذہ الایۃ انی اضرب عنق الاسیر من الیہود والنصاریٰ فلا اسمع منہ ذالک فقلت ان الیہودی اذا حضرہ الموت ضربت الملائکۃ دبرہ ووجہہ وقالوا یا عدو اللہ اتاک عیسیٰ نبیا فکذبت بہ فیقول آمنت انہ عبد نبی وتقول للنصرانی اتاک عیسیٰ نبیاً فزعمت انہ اللہ وابن اللہ فیؤمن انہ عبد اللہ ورسولہ وعن ابن عباس انہ فسرہ کذالک فقال لہ عکرمۃ فان اتاہ رجل فضرب عنقہ قال لا تخرج نفسہ حتی یحرک بھا شفتیہ قال عکرمۃ وان خر من فوق بیت او احرق او اکلہ سبع قال یتکلم بھا فی الھواء ولا تخرج روحہ حتی یؤمن بہ فتدل علیہ قراءۃ ابی الا لیؤمنن بہ قبل موتھم بضم النون علی معنی وان منھم احد الا لیؤمنون قبل موتھم۔ وقیل الضمیران لعیسیٰ یعنی وان منھم احد الا لیؤمنن بعیسیٰ قبل موت عیسیٰ اهی اهل الکتب الذین یکونون فی زمان نزولہ روی انہ ینزل فی اخر الزمان فلا یبقی احد من اهل الکتب الا یؤمن بہ حتی تکون ملۃ واحدۃ وھی ملۃ الاسلام وقیل الضمیر فی بہ یرجع الی اللہ تعالیٰ وقیل الی محمد صلی اللہ علیہ وسلم

ترجمہ یعنے لیؤمنن بہ جملہ قسمیہ ہے اور آیت موصوف محذوف کے لئے صفت ہے اور محذوف کو ملانے کے ساتھ اصل عبارت یوں ہے کہ کوئی اہل کتاب میں سے نہیں جو اپنی موت سے پہلے عیسیٰ پر ایمان نہ لاوے اور نیز اس بات پر ایمان لاوے کہ وہ اللہ کا رسول اور اس کا بندہ ہے یعنے جیسے جان کندن

کاوقت ہو جب کہ ایمان بوجہ انقطاع وقت تکلیف کے کچھ نفع نہیں دیتا۔ اور شہر بن حوشب سے روایت ہو کہ مجھے حجاج نے کہا کہ ایک آیت ہو کہ جب کبھی میں نے اُسکو پڑھا۔ تو اُس کی نسبت میرے دل میں ایک خلجان گذر ا یعنے یہی آیت اور خلجان یہ ہے کہ مجھے کتابی اسیر قتل کرنے کے لئے دیا جاتا ہے اور میں یہود یا نصاریٰ سے کی گردن مارتا ہوں اور میں اُس کے مرنے کے وقت یہ نہیں سنتا کہ میں عیسیٰ پر ایمان لایا۔ ابن حوشب کہتا ہے کہ میں نے اس کو کہا کہ اصل بات یہ ہے کہ جب یہودی پر جان کندن کا وقت آتا ہے تو فرشتے اس کے منہ پر اور پیچھے مارتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے دشمن خدا تیرے پاس عیسیٰ نبی آیا اور تو نے اُس کی تکذیب کی پس وہ کہتا ہو کہ اب میں عیسیٰ پر ایمان لایا کہ وہ بندہ اور پیغمبر ہے اور نصرانی کو فرشتے کہتے ہیں کہ تیرے پاس عیسیٰ نبی آیا اور تو نے اُسکو خدا اور خدا کا بیٹا کہا تب وہ کہتا ہو کہ اب میں نے قبول کیا کہ وہ خدا کا بندہ اور رسول ہے اور ابن عباس سے روایت ہو کہ اس نے ایک موقعہ پر یہی تفسیر کی تب عکرمہ نے اس کو کہا کہ اگر ناگاہ کسی شخص کی گردن کاٹ دیجائے تو کس وقت اور کیونکر وہ عیسیٰ کی نبوت کا اقرار کرے گا تب ابن عباس نے کہا کہ اس کی اس وقت تک جان نہیں نکلیگی جب تک اس کی لبوں پر کلمہ اقرار نبوت مسیح کا جاری نہ ہولے پھر عکرمہ نے کہا کہ اگر وہ گھر کے چھت پر سے گرے یا جل جائے یا کوئی درندہ اسکو کھا لیوے تو کیا پھر بھی اقرار نبوت عیسیٰ کا اُسکو موقعہ ملے گا تب ابن عباس نے جواب دیا کہ وہ گرتے گرتے ہوا میں یہ اقرار کر دے گا۔ اور جب تک یہ اقرار نکرلے تب تک اُس کی جان نہیں نکلے گی اور اسی پر دلالت کرتی ہے قرأت ابی بن کعب کی الا لیومنن بہ قبل موتھم بضم النون یعنے دوسری قرأت میں بجائے قبل موتہ کے قبل موتھم لکہا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ درحقیقت موتہ کی ضمیر اہل کتاب کیطرف پھرتی ہے نہ حضرت عیسیٰ کیطرف۔ اور ایک قول ضعیف یہ بھی ہو کہ دونوں ضمیریں بہ اور موتہ کی حضرت عیسیٰ کیطرف پھرتی ہیں جسکا مطلب یہ بیان کیا جاتا ہے کہ عیسیٰ کے نزول کے بعد تمام اہل کتاب اُنکی نبوت پر ایمان لے آوینگے اور ایک قول یہ بھی ہو کہ ضمیر بہ کی اللہ تعالےٰ کیطرف پھرتی ہے اور ایک قول یہ بھی ہو کہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کیطرف ضمیر بہ کی پھرتی ہے۔

پھر نووی میں یہ عبارت لکھی ہے ذھب کثیرون بل الاکثرون الی ان الضمیر فی اٰیۃ الا لیومنن بہ یعود الی اھل الکتب ویؤید ھذا ایضاً قراۃ من قرأ قبل موتھم یعنے بہت سے

لوگ بلکہ نہایت کثرت سے لوگ اسی طرف گئے ہیں کہ آیت الا لیؤمننّ بہ میں بہ کی ضمیر اہل کتاب کیطرف پھرتی ہے اور اسی کی موید قرأت قبل موتہم ہے ۔

پھر تفسیر مدارک میں اسی آیت کی تفسیر میں لکھا ہے والمعنی ما من الیھود والنصارے احد الا لیؤمننّ قبل موتہ بعیسیٰ وبانہ عبد اللہ ورسولہ وروی ان الضمیر فی بہ یرجع الی اللہ او الی محمد صلی اللہ علیہ وسلم والضمیر الثانی الی الکتابی یعنے اس آیت کے یہ معنے ہیں کہ یہود اور نصارے میں سے ایسا کوئی نہیں کہ جو اپنی موت سے پہلے عیسیٰ پر ایمان نہ لاوے اور اس کی رسالت اور عبدیت کو قبول نہ کرے اور یہ بھی روایت ہے کہ ضمیر بہ کی اللہ کیطرف پھرتی ہے اور یہ بھی روایت ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیطرف پھرتی ہے ایسا ہی بیضاوی میں زیر آیت لیؤمننّ بہ یہ تفسیر کی ہے والمعنی ما من الیھود والنصارے احد الا لیؤمننّ بان عیسیٰ عبد اللہ ورسولہ قبل ان یموت ویؤید ذالک ان قری الا لیؤمننّ بہ قبل موتھم وقیل الضمیران لعیسیٰ یعنے اس آیت کے یہ معنے ہیں کہ یہود اور نصارے میں سے ایسا کوئی نہیں جو اپنی موت سے پہلے عیسیٰ پر ایمان نہ لاوے اور قبل موتہم کی قرأت انھیں معنوں کی موید ہے اور ایک قول ضعیف یہ بھی ہے کہ دونو ضمیریں عیسیٰ کیطرف پھرتی ہیں ۔ اور تفسیر مظہری کے صفحہ ۷۳۱ اور ۷۳۲ میں زیر آیت موصوف یعنے لیؤمننّ بہ کے لکھا ہے ۔ روی عن عکرمۃ ان الضمیر فی بہ یرجع الی محمد صلی اللہ علیہ وسلم وقیل راجعۃ الی اللہ عز وجل والمآل واحد فان الایمان باللہ لا یعتد ما لم یومن بجمیع رسلہ والایمان بمحمد صلی اللہ علیہ وسلم یستلزم الایمان بعیسیٰ علیہ السلام ۔ قبل موتہ ۔ ای قبل موت ذالک الاحد من اھل الکتب عند معاینۃ ملائکۃ العذاب عند الموت حین لا ینفعہ ایمانہ ھذا روایۃ علی بن طلحۃ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال فقیل لابن عباس ارئیت ان خر من فوق بیت قال یتکلم فی الھواء فقیل ارئیت ان ضرب عنقہ قال یتلجلج لسانہ والحاصل انہ لا یموت کتابی حتی یومن باللہ عز وجل وحدہ لا شریک لہ وان محمد صلی اللہ علیہ وسلم عبدہ ورسولہ وان عیسیٰ عبد اللہ ورسولہ قیل یومن الکتابی فی حین من الایمان ولو عند معاینۃ العذاب ۔ وقال الضمیران لعیسیٰ والمعنی انہ اذا نزل امن بہ اھل الکتاب اجمعون ولا یبقی احد الا لیؤمننّ بہ وھذا التاویل مروی عن ابی ھریرۃ

لکن کونه مستفاداً من هذه الآیة وتاویل الآیة بارجاع الضمیر الثانی الی عیسیٰ ممنوع انما هو زعم من ابی هریرة لیس ذلک فی شیء من الاحادیث المرفوعة وکیف یصح هذا التاویل مع ان کلمة ان من اهل الکتاب شامل للموجودین فی زمن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم البتة سواء کان هذا الحکم خاصاً بهم او لا فان حقیقة الکلام للحال ولا وجه لان یراد به فریق من اهل الکتاب یوجدون حین نزول عیسیٰ علیه السلام فالتاویل الصحیح هو الاول ویؤیده قراءة ابی بن کعب اخرج ابن المنذر عن ابی هاشم وعروة قال فی مصحف ابی بن کعب وان من اهل الکتاب الا لیؤمنن به قبل موتهم—

ترجمہ عکرمہ سے روایت ہے آیت لیؤمنن بہ میں - بہ کی ضمیر حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کیطرف پھرتی ہے اور بعض کہتے ہیں کہ اللہ جل شانہ کیطرف راجع ہے اور مآل واحد ہے کیونکہ ایمان باللہ معتبر نہیں جب تک تمام رسولوں پر ایمان نہ لایا جائے اور محمد مصطفےٰ صلعم پر ایمان لانا عیسیٰ پر ایمان لانے کو مستلزم ہے - اور قبل موتہ کی یہ تفسیر ہے کہ ہر ایک کتابی اپنی موت سے پہلے عذاب کے فرشتوں کے دیکھنے کے بعد رسول اللہ صلعم پر ایمان لائے گا جب کہ اُس کو ایمان کچھ فایدہ نہیں دے گا - یہ علی بن طلحہ کی روایت ابن عباس سے ہے رضی اللہ عنہما - علی بن طلحہ کہتا ہے کہ ابن عباس کو کہا گیا - کہ اگر کوئی چھت پر سے گر پڑے تو پھر وہ کیونکر ایمان لائے گا ابن عباس نے جواب دیا کہ وہ ہوا میں اس اقرار کو ادا کرے گا پھر پوچھا گیا کہ اگر کسی کی گردن ماری جاوے تو وہ کیونکر ایمان لاوے گا تو ابن عباس نے کہا کہ اس وقت بھی اس کی زبان میں اقرار کے الفاظ جاری ہو جائینگے حاصل کلام یہ کہ کتابی نہیں مرے گا جب تک اللہ جل شانہ - اور محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور عیسیٰ پر ایمان نہ لاوے - بعض کہتے ہیں کہ کتابی فی حین من الاحیان ایمان لائے گا - اگرچہ عذاب کے معائنہ کے وقت ہو اور بعض کہتے ہیں کہ دونوں ضمیریں عیسیٰ کیطرف پھرتی ہیں - اور یہ معنے لیتے ہیں کہ جب عیسیٰ نازل ہوگا تو تمام اہل ملل اُس پر ایمان لے آئینگے اور کوئی منکر باقی نہیں رہے گا اور یہ تاویل ابو ہریرہ سے مروی ہے لیکن آیت لیؤمنن بہ سے یہ معنے جو ابو ہریرہ نے خیال کئے ہیں ہرگز نہیں نکلتے اور قبل موتہ کی ضمیر عیسیٰ کیطرف کسیطرح پھر نہیں سکتی یہ صرف ابو ہریرہ کا گمان ہے احادیث مرفوعہ میں اس کا کوئی اصل صحیح نہیں پایا جاتا اور کیونکر یہ تاویل صحیح ہو سکتی ہے باوجودیکہ کلمہ ان موجودین کو بھی تو شامل ہے یعنی ان

اہل کتاب کو جو آنحضرت صلعم کے زمانہ میں موجود تھے۔ خواہ یہ کلمہ اخص سے خاص ہو یا خاص نہ ہو لیکن حقیقت کلام کا مصداق ٹھہرانے کے لئے حال سب زمانوں سے زیادہ استحقاق رکھتا ہے اور کوئی وجہ اسبات کی نہیں پائی جاتی کہ کیوں وہی اہل کتاب خاص کئے جائیں جو حضرت عیسیٰ کے نزول کے وقت موجود ہونگے پھر صحیح تاویل وہی ہے جو ہم پہلے بیان کر چکے ہیں یعنے ضمیر بہ کی عیسیٰ کیطرف نہیں پھرتی بلکہ کتابی کیطرف پھرتی ہے اور اسی کے قرأت ابی بن کعب مؤید ہے جسکو ابن المنذر نے ابی ہاشم سے لیا ہے اور نیز عروہ سے بھی۔ اور وہ قرأت یہ ہے۔ وان من اهل الكتب الا ليؤمنن به قبل موتهم۔ یعنے اہل کتاب اپنی موت سے پہلے محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم اور عیسیٰ پر ایمان لاوینگے۔ اسی کے قریب قریب ابن کثیر اور تفسیر کبیر اور فتح البیان و معالم التنزیل وغیرہ تفاسیر میں لکھا ہے۔ اب دیکھئے کہ حضرت عکرمہ اور حضرت ابن عباس اور علی بن طلحہ رضی اللہ عنہم یہی تاویل لیؤمنن بہ کی کرتے ہیں کہ پہلی ضمیر محمد مصطفےٰ صلعم اور عیسیٰ کیطرف پھرتی ہے اور دوسری ضمیر قبل موتہ اہل کتاب کیطرف پھرتی ہے اور قرأت قبل موتہم کسقدر دونوں سے ثابت ہوتی ہے پھر باوجودیکہ یہ تاویل صحابہ کرام کیطرف سے ہے اور بلاشبہ قرأت شاذہ حدیث صحیح کا حکم رکھتی ہے مگر آپ اس کو نظر انداز کرکے اور نحوی قواعد کو اپنے زعم میں اس کے مخالف سمجھ کر تمام بزرگ اور اکابر قوم اور صحابہ کرام کے صریح ہجو اور توہین کر رہے ہیں گویا آپ کی نحوی قواعد کی صحابہ کو بھی خبر نہیں تھی اور ابن عباس جیسا صحابی جسکے لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کیطرف سے فہم قرآن کی دعا بھی ہے وہ بھی آپ کے ان عجیب معنوں سے بے خبر رہا آپ پر قرأت قبل موتہم کا بھی وثوق کھل گیا ہے اب فرض کے طور پر اگر قبول کرلیں کہ ابن عباس اور علی بن طلحہ اور عکرمہ وغیرہ صحابہ ان معنوں کے سمجھنے میں خطا پر تھے اور قرأت ابی بن کعب بھی یعنے قبل موتہم کامل درجہ پر ثابت نہیں۔ تو کیا آپ کے دعوے قطعیۃ الدلالت ہوسکتے ہیں۔ لیؤمنن بہ پر اسکا کچھ بھی اثر نہ پڑا سکیا وہ دعوے جسکے مخالف صحابہ کرام بلند آواز سے شہادت دے رہے ہیں اور دنیا کی تمام مبسوط تفسیریں باتفاق اس پر شہادت دے رہی ہیں اب تک قطعیۃ الدلالت ہے۔ یا اخی اتق اللہ ولا تقف ما لیس لک بہ علم ان السمع والبصر والفؤاد کل اولئک کان عنہ مسئولا اور جیسا ان روایتوں کیساتھ وہ روایتیں بھی ملا دیں جنمیں انی متوفیک کے معنے ممیتک لکھے ہیں جیسے ابن عباس کی روایت اور وہب اور محمد بن اسحاق کی روایت سے کوئی ان میں سے عام طور پر حضرت مسیح کی موت کا قائل ہے اور کوئی کہتا ہے کہ تین گھنٹہ تک مر گئے تھے

اور کوئی سات گھنٹہ تک اُن کی موت کا قائل ہے اور کوئی تین دن تک جیسا کہ فتح البیان اور معالم التنزیل اور تفسیر کبیر وغیرہ تفاسیر سے ظاہر ہے تو پھر اس صورت میں اس وہم کی اور بھی بیخ کنی ہو گئی ہے کہ مسیح کی موت سے پہلے سب اہل کتاب ایمان لے آوینگے غرض آپ کا نور قلب تنہا دت دے سکتا ہے کہ جسقدر میں نے لکھا ہے آپ کے دعوے قطعیۃ الدلالت کے توڑنے کے لئے کافی ہے قطعیۃ الدلالت اسکو کہتے ہیں جس میں کوئی دوسرا احتمال پیدا نہ ہو سکے مگر آپ جانتے ہیں کہ اکابر صحابہ اور تابعین کے گروہ نے آپ کے معنے قبول نہیں کئے اور مفسرین نے جابجا اس آپ کی تاویل کو قیل کے لفظ سے بیان کیا ہے جو ضعف روایت پر دلالت کرتا ہے۔ عام رائے تفسیر دیکھی یہی پائی جاتی ہے کہ قرأت قبل موتہم کے موافق معنے کرنے چاہیے اور ضمیر بہٖ کا نہ صرف حضرت عیسیٰ کیطرف بلکہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور اللہ جل شانہ کیطرف پھیرتے ہیں۔ اب آپ کی رائے کی قطعیت کیونکر باقی رہ سکتی ہے برائے خدا خوف الٰہی کو ہاتھ سے نہ دیں آپ کے منہ کیطرف صدہا آدمی دیکھ رہے ہیں اس زمانہ میں تمام لوگ اندھے نہیں فریقین کے بیانات شائع ہونے کے بعد پبلک خود فیصلہ کرے گی لیکن جن لوگوں کے دلوں پر آپ کی رائے کا اثر پڑے گا آپ اسکے ذمہ دار اور اسکے مواخذہ کے جواب وہ آپ ٹھہرینگے۔ اور میں نے جو آپکے قاعدہ نون ثقیلہ کا نام جدید رکھا تو اس کی یہی وجہ ہے کہ اگر آپ کا یہ قاعدہ تسلیم کر لیا جائے تو نعوذ باللہ بقول آپ کے ابن عباس جیسے صحابی کو جاہل نادان قرار دینا پڑتا ہے اور قرأت قبل موتہم کو خواہ نخواہ افترا قرار دینا پڑے گا اور آپکے نحویوں کو معصوم عن الخطا ماننا پڑے گا آپ تو اللہ رسول کے متبع تھے۔ سیبویہ اور خلیل کے کب سے متبع ہو گئے۔ اب میں آپ کے اقوال باقیماندہ کو بطرز قولہ اقول کے رد کرتا ہوں۔

قولہ ایسے معنے کرنا فاسد ہے کہ یہ کہا جائے کہ کوئی اہل کتاب میں سے ایسا نہیں جو اپنی موت سے پہلے مسیح پر ایمان نہیں لائے گا کیونکہ یہ معنے نفس الامر میں تینوں زمانوں پر شامل ہیں۔

اقول جب کہ یہ معنے ابن عباس اور عکرمہ اور علی بن طلحہ وغیرہ صحابہ و تابعین کرتے ہیں۔ اور قرأت ابی بن کعب انہی معنوں کے مطابق ہے تو کیا آپ کا یہ نحوی قاعدہ اُن اکابر کو جاہل قرار دے سکتا ہے اور کیا صدہا مفسرین بلکہ ہزارہا جو اب تک یہ معنے کرتے آئے ہے وہ جاہل مطلق اور آپ کے نحو سے غافل تھے۔ جب تک ان ہزاروں اکابر کا نام آپ قطعی طور پر جاہل نہ قرار دیدیں۔

تب تک آپ کے یہ معنے جس میں آپ منفرد ہیں کیونکر قطعی بن سکتے ہیں کوئی مبسوط تفسیر تو پیش کرو جو ان معنوں سے خالی ہے یا جس نے ان معنوں کو سب سے مقدم رکھا تیرہ سو برس کی تفسیریں اکٹھی کرو اور ایک نظر ڈال کر دیکھو کیا کوئی بھی آپ کی طرح ان معنوں کو ناجائز ٹھیراتا ہے بلکہ سب کے سب آپ ہی کے معنوں کو ضعیف ٹھہراتے ہیں۔ **قولہ** قبل موتہم کی قرأت پر بھی معنے دوم صحیح نہیں ہوتے اور یہ قرأت ہمارے معنے کے مخالف بھی نہیں ہے کیونکہ اس قرأت پر یہ معنے ہونگے کہ ہر یک اہل کتاب اپنے مرنے سے پہلے زمانہ آئندہ میں مسیح پر ایمان لائے گا اور یہ معنے معنے اول کے ساتھ جمع ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ زمانہ آئندہ سے زمانہ نزول مسیح مراد لیا جاوے گا۔ **اقول** حضرت اس قرأت سے مسیح ابن مریم کی زندگی کیونکر اور کہاں ثابت ہوئی آپ تو قبل موتہ کے ضمیر سے مسیح کی زندگی ثابت کرتے تھے اور یہ کہتے تھے کہ مسیح کی موت سے پہلے لوگ اُس پر ایمان لے آئینگے اب جب کہ قبل موتہ کی ضمیر اہل کتاب کی طرف پھیری گئی تو مسیح کی زندگی جس کا ثابت کرنا آپ کا مدعا تھا کہاں اور کن الفاظ سے ثابت ہوئی مجرد ایمان لانے میں تو بحث نہیں بحث تو اس امر میں ہے کہ مسیح ابن مریم زندہ ہے یا نہیں۔ **قولہ** قرأت قبل موتہم غیر متواترہ ہے **اقول** ہمنے تفاسیر معتبرہ کے ذریعہ سے اس کی سند پیش کر دی ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ بھی اسی کے موافق کہتے ہیں جمہور علماء کا اسی کو مقدم رکھنا آیا ہے یعنے اسی کے مطابق معنے کرتا چلا آیا ہے۔ پس اسی قدر ثبوت آپ کے دعوے قطعیۃ الدلالت توڑنے کے لئے کافی ہے بھلا اگر آپ حق پر ہیں تو تیرہ سو برس کی تفسیروں میں سے کوئی ایسی تفسیر تو پیش کیجئے تو جو ان معنوں کی صحت پر معترض ہو تفسیر مظہری کا بیان آپ سُن چکے ہیں۔ الہامی معنے جو میں نے کئے ہیں وہ درحقیقت ان معنوں کے معارض نہیں اگرچہ وہ بجائے خود ایک معنے ہیں چونکہ آیت ذو الوجوہ ہے اس لئے جب تک سخت تناقض نہ ہو ہر یک معنے قبول کے لائق ہے۔

قولہ آیت فلنولینک میں پڑھ چکے سے یہ مراد نہیں کہ ہم تجکو ہاتھ پکڑ کر قبلہ کی طرف پھیرتے ہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ ہم تجکو قبلہ کی طرف پھیرنے کا حکم کرتے ہیں اور شاہ ولی اللہ صاحب وشاہ رفیع الدین صاحب وشاہ عبد القادر صاحب نے ترجمہ اس لفظ کا معنے مستقبل کیا ہے۔ مگر مستقبل قریب ہے۔

اقول آپ اس بات کے تو قائل ہو گئے کہ یہ مستقبل بعید نہیں ہے بلکہ قریب ہی اور ایسا قریب کہ ایک طرف حکم ہوا اور ساتھ ہی اُس کے عمل بھی ہو گیا تو گویا آپ ایک صورت سے ہمارے بیان کو مان گئے کیونکہ ہمارے نزدیک حال کسی ٹھہرنے والے زمانہ کا نام نہیں اور نہ زمانہ میں یہ خاصیت ہے کہ وہ ٹھہر سکے بلکہ وقت

مقدار غیر قار کا نام ہے۔ پھر حال اپنے حقیقی معنوں کے رو سے کیونکر متحقق ہو کیونکہ جب زمانہ غیر قار ہے تو ماضی کے بعد ہر دم استقبال ہی استقبال ہے لیکن جب حال بولا جاتا ہے تو اس کے معنے ہرگز حقیقی نہیں لئے جاتے۔ کیونکہ حقیقی معنوں کا مراد رکھنا محال ہے اس وقت تک کہ ہم حال کا لفظ زبان پر جاری کریں کئی باریک حصے زمانہ کے گذر جاتے ہیں پھر حال کا وجود کہاں اور کیونکر متحقق ہو بلکہ حال سے مراد مجازی طور پر وہ زمانہ لیا جاتا ہے جو ہماری نظر کے سامنے واقع ہے جو کسی دوسرے حصہ زمانہ میں تقسیم نہیں کیا گیا۔ اس صورت میں تو ہماری اور آپ کی نزاع لفظی ہی نکلی اور جس زمانہ کا نام ہم حال رکھتے ہیں اسی کا نام آپ نے مستقبل قریب رکھ لیا۔ اور اس اتفاق رائے سے ہمارا مدعا ثابت ہو گیا۔ ہاں اگر آپ کے نزدیک کوئی زمانہ حقیقی معنوں کے رو سے بھی حال ہے۔ تو پہلے مہربانی فرما کر وقت کی تعریف فرمائیے میں تو ابتدا سے یہ سنتا آیا ہوں کہ وقت کی تعریف یہی ہے کہ الوقت مقدار غیر قار۔ یعنے وقت اسی مقدار کا نام ہے جس کو ذرہ قرار نہیں اب جبکہ وقت کو قرار نہیں تو تحقیقی طور پر حال کیونکر پیدا ہوا۔ آپ سوچ کر جواب دیں اور شاہ ولی اللہ وغیرہ صاحبوں کا ترجمہ جو آپ نے پیش کیا ہے یہ ہمارے کچھ مضر نہیں۔ جب آپ خود مستقبل قریب کے قائل ہو گئے اسی طرح وہ بھی قائل ہیں اور آیت والنظر الی الملك میں وہی ہماری طرف سے جواب ہے جو اس میں جواب ہے۔ **قولہ** والذين جاهدوا فينا لنهدينهم سبلنا استمراری معنے پر دلالت نہیں کرتی کیونکہ اس جگہ عادت مستمرہ کا بیان کرنا مقصود نہیں یہ تو صرف وعدہ ہے اور امر موعود وعدہ کے بعد متحقق ہوتا ہے۔ **اقول** یہ تو ہم نے تسلیم کیا کہ وعدہ ہے بلکہ یہ کہاں سے ثابت ہے کہ یہ وعدہ آنیوالے لوگوں کے لئے ہی خاص ہے اور اس نعمت سے وہ لوگ بے نصیب ہیں جو پہلے گذر چکے ہیں یا حال میں مجاہدہ میں لگے ہوئے ہیں حضرت یہ وعدہ بھی استمراری ہے جو ازمنہ ثلثہ پر مشتمل ہے۔ اس میں آپ ضد نہ کیجئے اور خداتعالے کے بندوں کو اس کے اس قانون قدرت سے جو مجاہدہ کرنے پر ضرور ہدایت مترتب ہوتی ہے محروم تصور نہ فرمائیے ورنہ مطابق آپ کے معنوں کے ہر یک زمانہ جو حال کے نام پر موسوم ہوگا اس نعمت سے بکلی محروم قرار دینا پڑے گا مثلاً ذرا غور کر کے دیکھئے کہ اس آیت کو نازل ہوئے تیرہ سو برس گذر گیا ہے اور کچھ شک نہیں کہ بطبق مضمون اس آیت کے ہر یک جو اس عرصہ میں مجاہدہ کرتا رہا ہے وہ وعدہ لنهدينهم سے حصہ مقسومہ لیتا رہا ہے اور اب بھی لیتا ہے اور آئندہ بھی لے گا پھر آپ اس آیت کے استمراری معنوں سے جو ازمنہ ثلثہ پر اپنا اثر ڈالتی چلی آئی ہے

کیونکہ منکر ہوتے ہیں یہی میرا بیان باقی آیات پیش کردہ میری کے متعلق ہے علیحدہ لکھنے کی حاجت نہیں ناظرین آپ خود فیصلہ کر لینگے اور یاد رکھنا چاہیئے یہ ترجمے کوئی توفیقی نہیں ہیں آپ کے نون ثقیلے ہرگز آپ کو وہ فائدہ نہیں پہونچا سکتے جسکی آپ کو خواہش ہے۔ **قولہ** حضرت عیسٰی کے نزول کے بعد اور اُن کی موت سے پہلے ایک زمانہ ایسا ضرور ہوگا کہ اُس وقت اہل کتاب سب مسلمان ہو جائینگے۔ **اقول** حضرت آپ کیوں تکلیفات رکیکہ کر رہے ہیں آپکے ان تکلفات کو کون تسلیم کرے گا قرآن کریم اس بات کا گواہ ہے کہ سلسلہ کفر کا بلافصل قیامت کے دن تک قائم رہے گا اور یہ کبھی نہیں ہوگا کہ سب لوگ ایک ہی مذہب پر ہو جائیں اور اختلاف کفر اور ایمان اور بدعت اور توحید کا درمیان سے اُٹھ جائے چنانچہ اس اختلاف کو اللہ تعالٰے نے قرآن کریم میں ضروری الوجود انسانوں کی فطرت کے لئے قرار دیتا ہے اور کفر کا تخم قیامت تک قائم رہنے کے لئے یہ آیات صریحۃ الدلالت ہیں جو پہلے پرچہ میں لکھ چکا ہوں یعنے وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیامۃ۔ اور آیت اغرینا بینہم العداوۃ والبغضاء الی یوم القیامۃ۔ اب دیکھو کہ ان آیات سے ہی آپ کا دعوے قطعیۃ الدلالت ہونا آیت لیومنن بہ کا کسقدر باطل ثابت ہوتا ہے ہر یک طرف سے آیات قرآنیہ اور احادیث صحیحہ کی آپ پر زد ہے پھر بھی آپ اس خیال کو نہیں چھوڑتے۔ آپنے جب دیکھا کہ مسیح کے دم سے بہت لوگ کفر پر مرینگے تو آپ پہلے دعوے سے کہسک گئے لیکن آیات موصوفہ بالا سے آپ کسی طرح پیچھا چھوڑا نہیں سکتے۔ آپ نے جو اس بارے میں جواب دیا ہے خود منصف لوگ دیکھینگے حاجت اعادہ کی نہیں۔ **قولہ** آپ پر واجب ہے کہ آپ ثابت کریں کہ حلیم کے لفظ سے جوان مضبوط کیونکر سمجھا جاتا ہے **اقول** حضرت حلیم وہ ہے جو بلغ الحلم کا مصداق ہو اور جو حلم کے زمانہ تک پہونچ وہ جوان مضبوط ہی ہوتا ہے کیونکہ خورد سال کے کچے اعضا شدت اور صلابت کے ساتھ بدل جاتے ہیں قاموس بھی ملاحظہ ہو اور کشاف وغیرہ بھی اور بالغ عاقل کے لئے بھی یہی لکھا ہے۔ **قولہ** انی متوفیک میں موت مراد ہونا غیر مسلّم ہے۔ **اقول** غیر مسلّم ہے تو میرے اشتہار ہزار روپیہ کا جواب دیجئے جو ازالہ اوہام کے آخر میں ہے۔ کیونکہ اس اشتہار میں غیر ثابت کرنے والے کے لئے ہزار روپیہ انعام کا وعدہ ہے۔ **قولہ** نزول عیسٰی ابن مریم سے آپ کو انکار ہے۔ **اقول** جب کہ عیسٰی ابن مریم کی حیات ثابت نہیں ہوتی اور موت ثابت ہو رہی ہے تو عیسٰی کے حقیقی معنی کیونکر مراد ہو سکتے ہیں واطلاق اسم الشئ علے ما

بتشابهه فی الاثر خواصه و صفاته مجاز حسن تفسیر کبیر صـ ۸۹ ۶ جب آپ حیات مسیح کو ثابت کر دکھائینگے تو پھر اُن کا نزول بھی مانا جائے گا ورنہ بخاری میں وہ حدیثیں بھی ہیں جنمیں ابن مریم کا ذکر کرکے اُس سے مراد اُس کا کوئی مثیل لیا گیا ہے۔ **قولہ** آپ بخاری کی وہ حدیث مرفوع متصل بیان فرمائیے جس سے مسیح ابن مریم کی وفات ثابت ہوتی ہے۔ **اقول** میں تو وہ حدیث ازالہ اوہام میں لکھ چکا اور آخری پرچہ میں تنزلاً ثبوت وفات کیوقت وہ حدیث بھی لکھوں گا ابھی تو دیکھ رہا ہوں کہ آپ مسیح کی حیات کے بارے میں کونسی آیت قطعیۃ الدلالت پیش کرتے ہیں افسوس کہ اب تک آپ کچھ پیش نہ کر سکے۔

فقط میرزا غلام احمد

پرچہ نمبر (۳)

مولوی محمد بشیر صاحب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم حامداً مصلیاً مسلماً

ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ هدیتنا وهب لنا من لدنک رحمة انک انت الوهاب

(قولہ) میں کہتا ہوں کہ اسباب کو ادنے استعداد کا آدمی بھی سمجھ سکتا ہے کہ بار ثبوت کسی امر متنازع فیہ کی نسبت اس فریق پر ہوا کرتا ہے کہ جو ایک امر کا کسی طور سے ایک مقام میں اقرار کرکے پھر کسی دوسری صورت اور دوسرے مقام میں اسی امر قبول کردہ کا انکار کر دیتا ہے۔

اقول۔ یہاں کلام ہے بچند وجوہ اول یہ کہ آپ قبل ادعا مسیحیت براہین احمدیہ میں اقرار حیات مسیح کا کر چکے ہیں اور اب آپ حیات کا انکار کرتے ہیں تو موافق اپنی تعریف کے آپ مدعی ٹھہرے دوم خاکسار آپ سے سوال کرتا ہے امید کہ اُس کا جواب دیجئے وہ یہ ہے کہ آپ کا یہ خیال کہ مسیح علیہ السلام وفات پا چکے بعد آپ کے اس الہام کے پیدا ہوا ہے کہ مسیح فوت ہو گیا یا قبل اس کے اگر بعد پیدا ہوا ہے تو گویا یہ کہنا ہوا کہ الہام سے پہلے میرا اس خیال سے کچھ واسطہ نہ تھا اور یہ میرا دعوے نیا ہے جو وقت الہام کے پیدا ہوا سو اس وجہ سے آپ مدعی ہوئے اور ثبوت آپ کے ذمہ ہوا کہ آپ بعد اس اقرار کے کہ الہام سے پہلے مجکو اس خیال سے کچھ واسطہ نہ تھا پھر مخالف اپنی اس پہلے بیان

کے یہ دعوے کرتے ہیں کہ وقت الہام سے مجھکو یہ خیال ہے کہ مسیح فوت ہوگیا ہیں اسی وجہ سے آپ سے ثبوت مانگا
جاتا ہے کہ آپ اپنے پہلے بیان کی مخالف دوسرا بیان کرتے ہیں اور اس دعوے میں ایک جدت ہے جسکی
آپ خود قائل ہیں اور اگر قبل سے یہ خیال تھا تو اس خیال کا یقین قانون قدرت یعنے سنت اللہ و آیات قرآن
کریم سے آپ کو حاصل ہوگیا تھا یا نہیں بر تقدیر اول آپنے قبل الہام مذکور براہین وغیرہ میں اس کو کیوں نہیں
ظاہر فرمایا اور اپنے پہلے مراتب باطل خیال پر باوجود یقین بطلان اسکے کیوں اڑے رہے اور بر تقدیر ثانی بعد الہام
کے اس خیال کا یقین آپ کو حاصل ہوا یا نہیں اگر نہیں ہوا تو آپ ظنی بات کی پابندی پر اصرار خلاف
دیانت ہے اور اگر بعد الہام کے یقین اس خیال وفات کا آپ کو حاصل ہوا تو ظاہر ہے کہ مفید یقین اس وقت
آپ کا الہام ہوا نہ سنت اللہ و آیات قرآن کریم اور آپ کا ملہم ہونا ابھی تک پایہ ثبوت کو نہیں پہونچا اس تقدیر
پر آپ پر واجب ہے کہ پہلے اپنا ملہم ہونا ثابت کیجئے پھر الہام کا حجت ہونا ملہم و غیر ملہم پر ثابت کیجئے بعد اثبات
ان دونوں امر کے دعوے وفات مسیح اور اپنے مسیح موعود ہونیکا پیش کیجئے بغیر اس کے آپ کا دعوے وفات مسیح و مسیح
موعود ہونیکا عند العقلا ہرگز لائق سماعت نہیں ہے سیوم اس مقام پر نصوص قرآنیہ قطعی طور پر وفات مسیح پر دلالت
کرتی ہیں یا نہیں بر تقدیر ثانی آپ کا انکو صریحہ قطعیہ کہنا باطل ہے اور بر تقدیر اول لازم آتا ہے کہ آپکے نزدیک
وہ سب صحابہ و تابعین و تبع تابعین اور تمام مسلمین الی یومنا جو حیات مسیح کے قائل ہیں اعاذنا اللہ منہ کافر
ہوں اور آپ خود بھی جس زمانہ میں اعتقاد حیات مسیح کا رکھتے تھے کافر ہوں۔ کیونکہ منکر نصوص صریحہ بینہ قطعیہ کا
کافر ہوتا ہے۔ چہارم آپنے جو تعریف مدعی کی بیان کی ہے یہ محض اپنی رائے سے بیان کی ہے یا کوئی دلیل کتاب اللہ و
سنت رسول اللہ اس کے لئے ہے یہ نہ ہی کوئی قول کسی صحابی یا تابعی یا کسی مجتہد یا کسی محدث یا فقیہ کا اس
کے ثبوت کے لئے پیش کیجئے پنجم یہ تعریف مدعی کے مخالف ہے اس کے جسکو علماء مناظرہ نے لکھا ہے رشیدیہ
میں ہے والمدعی من نصب نفسہ لاثبات الحکم ای لتصدی لاثبات الحکم الخبری الذی تکلم بہ
من حیث انہ اثبات بالدلیل او التنبیہ مولانا عصام الملۃ والدین نے شرح رسالہ عضدیہ میں لکھا ہے المدعی
من یقید مطابقۃ النسبۃ للواقع اور یہ دونوں تعریفیں آپ پر صادق آتی ہیں اور آپ کی تعریف مخالف ہے
ان دونوں تعریفوں کے (**قولہ**) معلوم ہوتا ہے کہ چونکہ مولوی صاحب نے یہ دعوے تو کر دیا کہ ہم حیات جسمانی
مسیح ابن مریم آیات قطعیۃ الدلالت سے پیش کرینگے لیکن بحث کے وقت اس دعوے سے نا امیدی پیدا ہوگئی اس لئے
اب اس طرف رخ کرنا چاہتے ہیں کہ دراصل مسیح ابن مریم کے حیات جسمانی ثابت کرنا ہمارے ذمہ نہیں۔

اقول) یہہ آپکا سوء ظن ہے اور ہر مسلم مامور ہے اپنی بہائی کے ساتھہ حسن ظن کرنے کے لئے چہ جائیکہ
آپ سا شخص مدعی الہام و مجددیت و مسیحیت آپ کو ما لا وسے لاحسن ظن چاہیے میں نے صرف ایک امر نفس الامری
کا اظہار کر دیا ورنہ میں تو بار ثبوت بیان اپنے ذمہ لے چکا ہوں اور اس کا ثبوت ایک قاعدہ نحویہ اجماعیہ
کی بنا پر آپکے روبرو پیش کیا گیا مگر افسوس کہ آپنے اس قاعدہ اجماعیہ کے انکار میں کچہہ حیا کو کام نفرمایا اب میں
اس قاعدہ سے قطع نظر کر کے عرض کرتا ہوں بفضلہ تعالی میرا دعوی جیات مسیح آپکے اقرار سے قطعی طور
پر ثابت ہے بیان اس کا یہہ ہے کہ آپنے توضیح المرام و ازالہ الاوہام میں اس امر کا اقرار کیا ہے کہ ضمیر موتہ کیطرف
حضرت عیسی علیہ السلام کے راجع ہے اب آپ کو چاہیے قاعدہ نحویہ اجماعیہ کو مانئے یا نہ مانئے ہر طرح میرا مدعا
ثابت ہے کیونکہ یا تو آپ لیومنن کو بمعنے استقبال لیجئے گا یا بمعنے حال یا بمعنے استمرار یا بمعنے ماضی شق اول
میں تو میرے مطلوب کا حاصل ہونا محتاج بیان نہیں ہے شق ثانی اول تو بدیہی البطلان ہے سوا اس کے مطلوب
میرا اس سے بھی حاصل ہے کیونکہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ زمانہ نزول آیت میں سب اہل کتاب حضرت عیسی علیہ
قبل ان کی موت کے ایمان لانے تھے پس معلوم ہوا کہ زمان نزول آیت تک زندہ تھے اور رفع یقیناً اس
سے پہلے ہوا تو معلوم ہوا کہ زندہ اوٹھائے گئے وہو المطلوب شق ثالث اول تو بدیہی البطلان ہے سوا اس کو اس
شق مدعا کا ثبوت بہ شق اول سے بھی زیادہ ظاہر ہے کیونکہ اس تقدیر پر یہ معنے ہونگے کہ سب اہل کتاب زمانہ گذشتہ
وحال و استقبال میں حضرت عیسی پر ان کے مرنے سے پہلے ایمان لاتے ہیں پس اس سے صاف ظاہر ہے کہ
زمانہ ماضی وحال میں زندہ تھے اور استقبال میں بھی ایک زمانہ تک زندہ رہینگے رفع کیوقت زندہ تھے رابع
باطل ہے اس لئے کہ ایسا مضارع کہ اس کے اول میں لام تاکید اور آخر میں نون تاکید ہو بمعنے ماضی کہیں
نہیں آیا آپ قواعد نحو کو تو مانتے ہی نہیں ہیں اب ایسے مضارع کا بمعنے ماضی آنا قرآن یا احادیث صحیح سے ثابت کیجئے
ودونہ خرط القتاد افسوس کہ آپ کو جب الزام موافق قواعد نحویہ اجماعیہ کے دیا جاتا ہے تو اسکو آپ تسلیم نہیں
کرتے اور اگر آپ کے مسلمات سے آپ کو الزام دیا جاتا ہے تو بھی آپ قبول نہیں کرتے یہ امر اول دلیل ہے اس بات
پر کہ آپ کو احقاق حق اور اظہار صواب ملحوظ نظر نہیں ہے۔ **قولہ** پھر اس کے بعد آپنے نصوص صریحہ بینہ
قرآن و حدیث سے نا امید ہو کر دوبارہ آیت لیومنن کے نون ثقیلہ پر زور دیا ہے۔ (**اقول** ان من اہل
الکتاب صریح و بیّن ہے اور نون ثقیلہ کا بمعنے استقبال کر دینا اس کے قطعیہ میں مخل نہیں ہے **قولہ** اور
جمہور مفسرین صحابہ اور تابعین سے تفرد اختیار کر کے محض اپنے خیال خام کیوجہ سے اسبات پر زور دیا ہے۔

کہ آیۃ بوجہ لن نفیلہ کے خالص استقبال کے لئے ہو گئی ہے **اقول** یہ قول غلط محض ہے جمہور مفسرین صحابہ اور تابعین نے اس آیت کو ہرگز بمعنے حال یا استمرار نہیں لیا ہے اگر سچے ہو تو ثابت کرو رہی یہ بات کہ بعض مفسرین نے ضمیر کتابی کیطرف راجع کی ہے اس سے معنے حال یا استمرار لینا کسیطرح لازم نہیں آتا ہے سوائے آپ کے کوئی اہل علم ایسی بات ہرگز نہیں نکال سکتا علاوہ ازیں اس تقدیر پر بھی استقبال ہو سکتا ہے جیسا کہ آپ پہلی تحریر میں اقرار کر چکے ہیں **قولہ** ان معقول پر زور دینے کے وقت آپ نے اس شرط کا کچھ خیال نہیں رکھا جو پہلے ہم دونوں کے درمیان قرار پا چکی تھی کہ قال اللہ و قال الرسول سے باہر نہ جائینگے **اقول** یہ قاعدہ نحویہ اجماعیہ کو قال اللہ سے جانچ کرنا قال اللہ سے کسی کے نزدیک باہر جانا ہے یہ صرف آپکا اجتہاد ہے جس کا کوئی ثبوت آپ نہیں دے سکتے بلکہ یہ خروج بقول آپ کے آپ پر لازم آگیا کیونکہ آپ خود ازالہ اوہام کے صفحہ ۲۰۲ میں اس کے مرتکب ہوئے ہیں عبارت آپ کی یہ ہے۔ وہ نہیں سوچتے کہ آیۃ فلما توفیتنی سے پہلے یہ آیت ہے واذ قال اللہ یا عیسی ءانت قلت للناس الخ ظاہر ہے کہ قال کا صیغہ ماضی کا ہے اور اس کے اول اذ موجود ہے جو خاص واسطے ماضی کے آتا ہے انتہی اتامرون الناس وتنسون انفسکم وانتم تتلون الکتاب افلا تعقلون۔ **قولہ** اور ان بزرگوں کی عزت و مرتبت کا کچھ پاس کیا جو اہل زبان اور صرف اور نحو کو آپ سے بہتر جاننے والے تھے **اقول** آپ ایسی باتیں کرنے سے لوگوں کو مغالطہ دینا چاہتے ہیں بھلا صاحب اس قاعدہ کے جاری کرنے سے ان بزرگوں کی عزت و مرتبت میں معاذ اللہ کسطرح نقصان آسکتا ہے ان کے کلام میں تصریح حال یا استمرار کی کہاں ہے یہ تو صرف آپ کا اجتہاد ہے آپ اپنے ساتھ ان بزرگوں کو ناحق شریک کرتے ہیں **قولہ** ہمارے اوپر اللہ و رسول نے یہ فرض نہیں کیا کہ ہم انسانوں کی خود تراشیدہ قواعد صرف و نحو کو اپنے لئے ایسا رہبر قرار دیں کہ باوجودیکہ اس پر کافی و کامل طور پر کسی آیت کے معنی کھل جائیں اور اس پر اکابر مومنین اہل زبان کی شہادت بھی مل جائے تو پھر بھی ہم اس قاعدہ صرف و نحو کو ترک نہ کریں **اقول** یہ بات بھی آپ کی سراسر مغالطہ دہی پر مبنی ہے کافی و کامل طور پر آیت کے معنی کا کھل جانا اور اس پر اکابر مومنین اہل زبان کی شہادت کا ملنا غیر مسلم ہے دیکھو ہمارا تذکرہ علاوہ اس کے آپ نے جو باوجود نہ کھلنے معنے آیت کے اور عدم شہادت اکابر مومنین اہل زبان کے ایک قاعدہ نحویہ اجماعیہ کا محض اپنی بات بنانے کی غرض سے انکار کیا ہے اس سے یہ احتمال قوی پیدا ہوتا ہے کہ جب آپ کو التزام علوم لغت و صرف و نحو و معانی اصول فقہ و اصول حدیث سے جو کہ خادم کتاب و سنت ہیں دیا جاویگا۔

تو آپ فوراً اس قاعدہ کا انکار کر جائیں گے اور یہ بات آپ کی علم و دیانت سے خلاف ہے کیونکہ اہل علم کو ان علوم سے چارہ نہیں ہے اور ہمکو الفاظ قرآن و حدیث کے معانی موافق لغت و محاورہ عرب کے سمجھنا ضروری امر ہے ورنہ کسی مسئلہ پر استدلال نہیں ہو سکتا ہے اور یہ امر فی زماننا غیر ممکن ہے کہ خود عرب میں جا کر ہر لغت و محاورہ اور جمیع قواعد صرف و نحو و معانی وغیرہ کی تحقیق کیجاوے پس اگر آپ کو کسی اہل اسلام سے مباحثہ کرنا منظور ہے تو پہلے ان دو کاموں سے ایک کام کیجئے اور اگر ایک بھی آپ قبول نکریں گے تو یہ امر آپ کی گریز پر محمول ہوگا یا تو لغت صرف و نحو و معانی و اصول فقہ و اصول حدیث کی اجماعی باتوں کی تسلیم کرنیکا اقرار کیجئے یا بالفعل مناظرہ سب اہل اسلام سے موقوف کر کے ایک الگ کتاب علوم مذکورہ میں تصنیف فرمائیے اور جو کچھ اول علموں میں آپ کو ترمیم کرنا ہو وہ کر لیجئے اوس کے بعد مباحثہ کیجئے تاکہ آپ کی مسلمات سے آپ کو الزام دیا جاوے ورنہ موافق اس طریقہ کے جو آپ نے اختیار کیا ہے کوئی عاقل کسی عاقل کو الزام نہیں دے سکتا ہے۔

قولہ آپ جانتے ہیں کہ قرآن کریم میں انّ ھذان لساحران آیت موجود ہے **اقول** اس کا جواب عامہ تفاسیر میں موجود ہے عبارت بیضاوی کی اس مقام پر نقل کیجاتی ہے وھذان اسم انّ علی لغۃ بلحارث ابن کعب فانھم جعلوا الالف للتثنیۃ واعربوا المثنی تقدیراً وقیل اسمھا ضمیر الشان المحذوف و ھذان لساحران خبرھا وقیل ان بمعنی نعم وما بعدھا مبتدا و خبر فیھما ان اللام لا یدخل خبر المبتدا وقیل اصلہ انہ ھذان لھما ساحران فحذف الضمیر وفیہ ان المؤکد باللام لا یلیق بہ الحذف انتہی۔ **قولہ** حسین بجائے ان ھذان کے انّ ھذین کہا ہو **اقول** یہ خطائے فاحش ہے صواب یہ ہے کہ حسین بجائے انّ ھذین کے انّ ھذان کہا ہو **قولہ** آپ کو یاد ہے کہ میرا یہ مذہب نہیں ہے کہ قواعد موجودہ صرف و نحو غلطی سے پاک نہیں بلکہ وجوہ متمم و مکمل ہیں **اقول** یہ بات اگر قواعد اختلافیہ کی نسبت کہی جاوے تو مسلم ہے لیکن قواعد اجماعیہ کی نسبت ایسا کہنا گویا دروازہ الحاد کا کھولنا اور سب احکام شرعیہ کا باطل کرنا ہے کیونکہ قواعد جب غلط ٹھہرے خود عرب میں جا کر فی زماننا تحقیق لغت و قواعد صرف و نحو غیر ممکن پس پابندی قواعد کی باقی نرہے گی ہر شخص اپنی ہوا کے موافق قرآن و حدیث کے معنے کرے گا آپکو چاہیے کہ قواعد اجماعیہ کے تسلیم کا جلد اشتہار دے دیجئے یا کوئی کتاب لغت و قواعد صرف و نحو موافق قرآن و حدیث کی اپنے اجتہاد سے بنا کر جلد شایع کیجئے تاکہ انھیں قواعد کے بناء پر آپ سے بحث کیجاوے **قولہ** قرآن کریم ان کی غلطی ظاہر کرتا ہے اور اکابر صحابہ اسپر شہادت دیکر

ہیں **اقول** سبحانک ھذا بھتان عظیم **قولہ** اور اس خیال خام کی نحوست سے آپ کو تمام اکابر کی نسبت بدظنی کرنی پڑی **اقول** آپ ان اکابر کا مطلب نہیں سمجھے ہیں فافہم **قولہ** ابھی میں انشاء اللہ تعالےٰ یہ آپ پر ثابت کر دونگا کہ آیت لیؤمنن بہ آپکے معنون پر اس صورت میں قطعیۃ الدلالۃ ٹہر سکتی ہے جب ان سب بزرگوں کے قطعی الجہالت ہونے پر فتوے لکھا جاوے اور نعوذ باللہ نبی معصوم کو بھی اس میں داخل کر دیا جاوے **اقول** توضیح المرام سے معلوم ہوتا ہے کہ آیت وان من اھل الکتاب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ بتصریح وفات مسیح پر دلالت کرتی ہے صـ۸ میں مرقوم ہے اور قرآن شریف میں اگرچہ حضرت مسیح کے بہشت میں داخل ہونیکا بتصریح کہیں ذکر نہیں لیکن اُنکے وفات پاجانیکا تین جگہ ذکر ہے حاشیہ میں وہ تین آیتیں آپنے لکھی ہیں اُن میں سے آیت وان من اھل الکتاب بھی ہے ازالۃ الاوہام کے صفحہ ۳۸۵ میں بھی عرض قرآن شریف میں تین جگہ مسیح کا فوت ہو جانا بیان کیا گیا ہے ازالۃ الاوہام کے صفحہ ۳۰۶ میں بھی جوتھی آیت جو مسیح کی موت پر دلالت کرتی ہے وہ یہہ آیت ہے کہ ان من اھل الکتاب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ انتہے جاننا چاہیے کہ آپ کی یہ تقریر با دنیٰ تغیر آپ پر منعکس ہوجاتی ہے تقریر اس کی یہہ ہے کہ آیت لیؤمنن کے وفات مسیح اوسوقت صریح الدلالۃ ٹہر سکتی ہے کہ اس سب بزرگوں کی جہالت پر فتوے لکھا جاوے نعوذ باللہ نبی معصوم کو بھی اُن میں داخل کیا جاوے ورنہ آپ کبھی اور کسی صورت میں دلالت کا فائدہ حاصل نہیں کر سکتے **قولہ** اب میں آپ پر واضح کرنا ہوں کہ کیا اکابر مفسرین نے اس آیت کو حضرت عیسیٰ کے نزول کے لئے قطعیۃ الدلالۃ قرار دیا ہے یا کچھ اور بھی معنی لکھے ہیں **اقول** یہ طعن با دنےٰ تغیر آپ پر بھی وارد ہوتے ہیں بلکہ جو آپنے طعن کی ہے اُس سے اشد ہے یعنے آپنے فرمایا ہے کہ آیت وان من اھل الکتاب موت مسیح پر دلالت کرتی ہے اور آپکے بعض عبارات سے مستنبط ہوتا ہے کہ یہ دلالت صریحی ہے پس کیا اکابر مفسرین نے اس آیت کو حضرت عیسیٰ کی وفات پر دلیل ٹھہرایا ہے ایکنے بھی نہیں **قولہ** کشاف صفحہ ۱۹۱ میں لیؤمنن بہ کی آیت کے نیچے یہ تفسیر ہے آہ **اقول** اس عبارت سے صرف اسقدر ثابت ہوتا ہے کہ مفسر نے قطعیۃ الدلالۃ ہونے کی تصریح نہیں کی اس کے معنے لکھے ہیں لیکن مفسرین کا قطعیۃ الدلالۃ تصریح نہ کرنا قطعیۃ کو باطل نہیں کرتا ہے آپکے نزدیک انی متوفیک اور فلما توفیتنی قطعیۃ الدلالت ہے موت حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر حالانکہ مفسرین نے اس آیت کو حضرت عیسیٰ کی موت

کے لئے قطعیۃ الدلالۃ نہیں قرار دیا ہے کچھ اور ہی معنی لکھے ہیں **قولہ** پھر نووی میں یہ عبارت لکھی ہے **اقول** نووی کی عبارت سے صرف اس قدر ثابت ہوتا ہے کہ اکثروں نے ضمیر موتہ کی کتابی کیطرف راجع کیا ہے اس سے آپ کے نزدیک بھی قطعیۃ الدلالۃ میں فرق نہیں ہوتا ہے کیونکہ آپکے نزدیک آیت انی متوفیک و آیت فلما توفیتنی قطعیۃ الدلالۃ ہے وفات مسیح پر حالانکہ تفسیر ابن کثیر میں لکھا ہے وقال الاکثرون المراد بالوفاۃ ھھنا النوم انتھی ۔ اور ایسا ہی آپ کے نزدیک آیت وان من اھل الکتاب دلیل صریح ہے وفات مسیح علیہ السلام پر اور حالانکہ وفات مسیح کا اس میں رایحہ بھی نہیں ہے نہ بر تقدیر اس قول کے جسکو نووی نے اکثرین کا قول قرار دیا ہے اور نہ بر تقدیر قول آخر کے جو اس کا مقابل ہے اس کے بعد آپنے عبارت مدارک اور بیضاوی و تفسیر مظہری کی نقل کی ہے اور ہر ایک کا ترجمہ کرکے اوراق کو بڑھایا ہے اور حالانکہ ان سے اور کسی امر جدید کا فائدہ نہیں ہے سوائے اس کے ضمیر موتہ میں اختلاف ہے اور اوپر ثابت ہوا کہ مجرد اختلاف معانی قطعیۃ و دلالت صریحہ کو مخالف نہیں ورنہ چاہیے کہ آپکے ادلہ وفات آیت انی متوفیک اور آیت فلما توفیتنی اور آیت وان من اھل الکتاب ادلہ قطعیہ اور دلیل صریح نہ ہوں وھو خلاف ما ادعیتم اور تفسیر مظہری والے کا یہ قول وکیف یصح ھذا التاویل مع ان کلمۃ ان من اھل الکتاب شامل للموجودین فی زمن النبی صلی اللہ علیہ وسلم البتۃ سواء کان ھذا الحکم خاصا بھم اولا فان حقیقۃ الکلام للحال ولا وجہ لان یراد بہ فریق من اھل الکتاب یوجدون حین نزول عیسیٰ علیہ السلام مخدوش ہے اور مخالف ہے عامہ تفاسیر کے کیونکہ کلام کا حال کے لئے حقیقت ہونا اوس تقدیر پر ہے کہ کوئی صارف نہ پایا جاوے اور یہاں نون تاکید صارف موجود ہے اور یہی وجہ ہے اس امر کی اہل کتاب سے ایک فریق خاص مراد لیا جاوے پس صاحب تفسیر مظہری نے یہ قول لاوجہ کوئی وجہ نہیں رکھتا اور یہ جو تفسیر مظہری میں ہے اخرج ابن المنذر عن ابی ھاشم وعروۃ قال فی مصحف ابی بن کعب وان من اھل الکتاب الا لیومنن بہ قبل موتھم مخدوش ہے کہ تفسیر مظہری میں اس قرأت کی پوری سند مذکور نہیں ابن کثیر نے اس قرأت کو اس طرح پر روایت کیا ہے حدثنی اسحق بن ابراھیم ابن حبیب الشہید حدثنا عتاب بن بشیر عن خصیف عن سعید بن جبیر عن ابن عباس وان من اھل الکتاب الا لیومنن بہ قبل موتہ قال ھی فی قرأت ابی قبل موتھم اس میں دو راوی مجروح ہیں اول خصیف دوم عتاب ابن بشیر خصیف کے ترجمہ میں تقریب میں لکھا

ہے صدوق سئی الحفظ خلط بآخرہ رمی بالارجاء میزان میں ہے ضعفہ احمد وقال ابو حاتم تکلم فی سوء حفظہ وقال احمد ایضاً تکلم فی الارجاء وقال عثمان بن عبد الرحمٰن رایت علی خصیف ثیاباً سوداً کان علی بیت المال انتہیٰ ملخصاً عتاب کے ترجمہ میں میزان میں مرقوم ہے قال احمد اتی عن خصیف بمناکیر اراھا من قبل خصیف قال النسائی لیس بذاک فی الحدیث وقال ابن المدینی کان اصحابنا یضعفونہ وقال علی ضربنا علی حدیثہ انتہیٰ ملخصاً۔ **قولہ** اور بلاشبہ قرأت شاذہ حکم صحیح حدیث کا رکھتی ہے۔ **اقول** عموماً یہ بات غلط ہے ہاں قرأت شاذہ جو بسند صحیح متصل کہ شذوذ و دیگر علل خفیہ غامضہ قادحہ سے خالی ہو البتہ حکم حدیث صحیح کا رکھتی ہے اور ابھی واضح ہوا کہ اس کی سند میں دو رجال مجروح ہیں۔ **قولہ** اب فرض کے طور پر اگر قبول کر لیں کہ اگر ابن عباس اور علی ابن طلحہ اور عکرمہ وغیرہ صحابہ رض ان معانوں کی سمجھ میں خطا پر تھے اور قرأت ابی ابن کعب بھی یعنی قبل موتہم کامل درجہ پر ثابت نہیں۔ تو کیا آپ کے دعوے قطعیۃ الدلالۃ ہونے آیت لیؤمنن بہ پر اس کا کچھ بھی اثر ٹھہر سکتا وہ دعوے جس کے مخالف صحابہ رض کرام بلند آواز سے شہادت دے رہے ہیں اور دنیا کے تمام مبسوط تفسیریں باتفاق اس پر شہادت دے رہے ہیں اب تک قطعیۃ الدلالۃ ہے۔ **اقول**۔ نہ صحابہ کا اتفاق خلاف پر ہے اور نہ تمام تفسیروں کا ہاں دو قول مرجع ضمیر قبل موتہ میں البتہ منقول ہیں اس سے قطعیۃ الدلالۃ اور صریح الدلالۃ ہونے میں فرق نہیں آتا ہے اس کی نظائر کتاب و سنت میں بکثرت موجود ہیں من شاء فلیرجع الیہما علاوہ اس کے اس بنا پر آپ کے ادلہ وفات میں سے آیت انی متوفیک آیت فلما توفیتنی و آیت وان من اہل الکتاب بھی نہ قطعیۃ الدلالۃ ٹھہرتی ہے نہ صریحۃ الدلالۃ کیونکہ ان آیات میں چند اقوال منقول ہیں فما ھو جوابکم فھو جوابنا۔

قولہ مگر آپ جانتے ہیں کہ اکابر صحابہ اور تابعین سے کسی گروہ نے آپ کے معنے قبول نہیں کئے ہیں

اقول یہ کذب صریح ہے تحریر اول میں عبارت ابن کثیر نقل کی گئی ہے اس سے ابن عباس و ابو مالک و حسن بصری و قتادہ و عبد الرحمٰن بن زید بن اسلم وغیر واحد کا اس معنی کو قبول کرنا ثابت ہے اور ابوہریرہ رض کا اس معنی کو قبول کرنا صحیحین میں مصرح ہے ابن کثیر نے کہا ہے کہ یہ معنے بدلیل قاطع ثابت ہیں اور نیز ابن کثیر میں ہے واولی ھذہ الاقوال بالصحۃ القول الاول وھو انہ لا یبقی احد من اہل الکتاب بعد نزول عیسیٰ علیہ السلام الا آمن بہ قبل موتہ ای قبل موت عیسیٰ علیہ السلام ولا شک

ان هذا الذی قالہ ابن جریر ھو الصحیح المقصود من سیاق الآیۃ فی تقریر بطلان ما ادعتہ
الیہود من قتل عیسیٰ و صلبہ و تسلیم من سلم لہم من النصاریٰ الجہلۃ ذالک انتہیٰ

قولہ اور میں نے جو آپکے قاعدہ نون ثقیلہ کا نام جدید رکھا تو اس کی یہ وجہ ہے کہ اگر آپ کا یہ قاعدہ تسلیم کر لیا جاوے نعوذ باللہ بقول آپکے ابن عباس جیسے صحابی کو جاہل نادان قرار دینا پڑتا ہے۔

اقول میں نے تو وہی معنی جو تمام صحابہ و تابعین وغیرہم سے منقول ہیں اور وہی قاعدہ جو عامہ مسلمین کا معمول رہا ہے لکھے ہیں البتہ آپکے مسائل مخترعہ کی بنا پر بہت سے صحابہ کو جاہل نادان ماننا پڑتا ہے فما ہو جوابکم فہو جوابی علاوہ اس کے اول صحابہ کے کلام میں کہیں تصریح ان معنے سابق کی نہیں ہے ان کا کلام معنے مستقبل پر بھی محمول ہو سکتا ہے جیسا کہ آپ تحریر اول میں اس کا اعتراف کر چکے ہیں باقی رہا یہ امر کہ جن لوگوں نے ضمیر کتابی کی طرف پھیری ہے وہ اس امر میں خطا پر ہیں یہ کوئی مقام استبعاد نہیں آپ بہت سے صحابہ کو اکثر مسائل میں خطا پر جانتے ہیں **قولہ** اور قرأت قبل موتہم کو خواہ نخواہ افترا قرار دینا پڑے گا **اقول** خواہ نخواہ چہ معنے اور قرأت مذکورہ فی الواقع ضعیف ہے لائق احتجاج نہیں کما مر بیانہ انفا **قولہ** کیا آپ کا یہ نحوی قاعدہ ان اکابر کو جاہل قرار دے سکتا ہے اور کیا صدہا مفسرین کو بلکہ ہزارہا جو اب تک یہ معنے کرتے آئے وہ جاہل مطلق اور آپکے نحو سے غافل تھے۔

اقول یہ سراسر سوء فہم پر مبنی ہے معنے مذکور کا فساد اس وجہ سے نہیں کہ وہ مخالف ہے قاعدہ نحو کے بلکہ یہ معنے تو سراسر موافق ہیں قاعدہ نحو کے کیونکہ اس معنے پر تو مضارع صریح بمعنے استقبال کیا گیا ہے ذرا سوچکر جواب دیجئے **قولہ** کوئی مبسوط تفسیر تو بتلائیں کہ جو ان معنوں سے خالی ہو یا جس نے ان معنوں کو سب سے مقدم نہ رکھا ہو **قولہ** بلکہ سب کے سب آپ ہی کے معنوں کو ضعیف ٹھہراتے ہیں **اقول** دو بڑی تفسیریں معتبر ہیں پیش کرتا ہوں ایک تفسیر ابن کثیر دوسری تفسیر ابن جریر کہ ان دونوں نے معنے مذکور کو مقدم نہیں رکھا اور نہ میرے معنے کو ضعیف کہا بلکہ صحت کی تصریح کی ہے بس اس مقام پر کذب اس قول کا کالشمس فی نصف النہار ظاہر ہو گیا **قولہ** حضرت اس قرأت سے حضرت مسیح ابن مریم کی زندگی کیونکر اور کہاں ثابت ہوئی اب تو قبل موتہ کے ضمیر سے مسیح کی زندگی ثابت کرنا تھی **اقول** یہ قول بھی سوء فہم پر مبنی ہے میں نے یہ نہیں کہا ہے کہ قرأت مذکورہ سے مسیح بن مریم کی زندگی ثابت ہے میں نے تو صرف یہ کہا ہے کہ قرأت مذکورہ مخالف ہمارے معنے کے نہیں بالجملہ مقصود رفع مخالفت ہے نہ اثبات دعوی و بینہما فرق ہے

قولہ ہمنے تفاسیر معتبرہ کے ذریعہ سے اسکی اسناد پیش کردی ہین اقول سند مین جو جو صحیح ہو وہ ہمنے اوپر بیان کردی فتذکر قولہ بھلا اگر آپ حق پر ہین تو تیرہ سو برس کی تفسیرون مین سے کوئی ایسی تفسیر تو پیش کیجیے جہان معنون کی صحت پر معترض ہوئے اقول تفسیر ابن جریر اور تفسیر ابن کثیر اس معنی کی صحت پر معترض ہین قولہ الہامی معنے جو ہمنے کئے ہین وہ درحقیقت ان معنون کے معارض نہین اقول یہ محض غلط ہی کیونکہ الہامی معنے کا مدار اسپر ہے کہ ضمیر موتہ کے راجع طرف عیسےٰ کے ہے اور معنے مذکور کا مدار اسپر ہے کہ ضمیر موتہ کے راجع طرف کتابی کے ہو پس سخت تعارض و بین تخالف موجود ہے مجھکو سخت تعجب ہے آپکی دیانت سے کہ آپ باوجودیکہ ضمیر موتہ کا مرجع عیسےٰ ہونا اپنی کتب مین تسلیم کرچکے ہین اور آیت دان من اھل الکتاب کو صریحۃ الدلالت وفات عیسےٰ پر کہتے ہین پھر اس اقراری حق سے کیون اعراض کرتے ہین اور جحدوا بھا واستیقنتھا انفسھم کے وعید سے نہین ڈرتے قولہ کیونکہ ہمارے نزدیک حال کسی ٹھہر نیوالے زمانہ کا نام نہین ہے اقول یہ امر مسلم ہی بیشک زمانہ نام مقدار غیر قار کا ہے اور حال ایک فرد ہے زمانہ کا اور حد حقیقی حال کے باعتبار عرف کے یہی ہے کہ تکلم فعل کے پہلے کا زمانہ تو ماضی ہے اور تکلم فعل کے بعد کا زمانہ مستقبل ہی اور تکلم فعل کے مبدا سے منتہی تک زمانہ حال ہے اس بنا پر ظاہر ہے کہ استقبال قریب ہرگز حال نہین ہوسکتا ہی اور یہبھی ظاہر ہے کہ قول کے تکلم کا زمانہ بعد ہی زمانہ تکلم فلنولینک سے پس اسکے استقبال ہونے مین کیا شک ہے۔ قولہ جب آپ خود مستقبل قریب کے قائل ہوگئے اسی طرح وہ بھی قائل ہین اقول فرق نہ کرنا درمیان مستقبل قریب و حال کے محصلین سے بعید ہے جیساکہ ماہر علم نحو پر بلکہ قاصر پر بھی مخفی نہین ہے قولہ یہ تو ہمنے تسلیم کیا کہ وعدہ ہی مگر یہ کہان سے ثابت ہے کہ وعدہ آنیوالے لوگونکے لیئے خاص ہی اقول یہ کس نے کہا کہ یہ وعدہ آنیوالے لوگون کیلیئے ہی خاص ہے بلکہ یہ کہا گیا ہے کہ اسکا ایفا در زمانہ آئندہ ہی مین ہوسکتا ہے نہ حال مین اور اس بات مین جو آپ نے طول کیا ہی اُسکو اصل مطلب سے کچھ علاقہ نہین اور ہمکو اس سنت اللہ سے ہرگز انکار نہین کہ مجاہدہ کرنے پر ضرور ہدایت مرتب ہوتی ہے صرف بحث اس مین ہے کہ یہ سنت اللہ ان آیات وعدو وعید سے ثابت نہین ہی بلکہ اسکے لیئے دوسری آیات دلیل ہین قولہ اب دیکھیئے کہ ان آیات سے بھی آپکا دعویٰ قطعیۃ الدلالت ہونا آیت لیومنن بہ کا کسقدر باطل ثابت ہوتا ہی اقول آیات منافی قطعیۃ الدلالت ہونے آیت لیومنن کے نہین بلکہ آیت لیومنن آیات مذکورہ کے مخصص واقع ہوئی ہے قولہ حلیم وہ ہے جو بلغ الحلم کا مصداق ہوا اقول یہ حصر غیر مسلم ہے کیونکہ حلیم قرآن مجید مین صفت غلام کی آئی ہی فرمایا اللہ تعالےٰ نے فبشرنا کا بغلام حلیم اور غلام کے معنے کودک صغیر کے ہین کما فی الصراح پس محتمل ہی کہ حلیم اس مقام پر ماخوذ حلم سے ہو

ہو جو آہستگی و بردباری کے معنے مین ہے کما فی الصراح قاموس مین ہے والحلم بالکسر الاناۃ و
العقل جمعہ احلام و حلوم و منہ ام تامرہم احلامہم و ہو حلیم جمع حلماء و احلام قولہ جبکہ عیسے بن مریم کی حیات ہی
ثابت نہین ہوئی اور موت ثابت ہو رہی ہے تو عیسے کے حقیقی معنے کیونکر مراد ہو سکتے ہین اقول اس کلام مین بدو وجوہ
شک ہے شک اول یہ کہ آیت وان من اہل الکتاب سے آپ کے اقرار سے صراحتاً موت ثابت ہے کیونکہ آپنے
توضیح المرام و ازالۃ الاوہام مین اقرار کیا ہے کہ ضمیر موتہ کا عیسے کیطرف راجع ہے اور بعد اقرار اس امر کے حیات
کا اقرار لازم آتا ہے کما مر تقریرہ بحبث ثالث یحوم حولہ — شک دوم بر تقدیر موت بھی نزول تو خود حضرت
عیسے کا نہ محال عقلی ہے اور نہ محال عادی اور جو چیز محال عادی و عقلی نہو اور مخبر صادق اسکی خبر دے تو
اس سے انحراف جائز نہین اور احادیث صحیحہ مین نزول عیسے ع کی خبر متواتر موجود ہے قولہ جب آپ
حیات مسیح کو ثابت کر دکھائینگے تو پھر اُن کا نزول بھی مانا جائیگا اقول اس مین کچھ تلازم نہین بر تقدیر وفات
بھی نزول کے نہ ماننے کی کوئی وجہ معقول نہین ہے قولہ ورنہ بخاری مین وہ حدیثین بھی ہین جن مین
ابن مریم کا ذکر کرکے ان سے مراد کوئی مثیل لیا گیا ہے اقول ظاہر اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سوا احادیث
نزول کے دیگر احادیث بھی بخاری مین ایسی ہین جن مین ابن مریم کا ذکر کرکے اُس سے مراد اسکا کوئی مثیل
لیا گیا ہے پس آپکو چاہیے کہ براہ عنایت اُن احادیث کو نقل فرمائیے تاکہ اسمین نظر کیجاوے کہ وہان مثیل مراد لیا گیا ہے
یا نہین قولہ افسوس کہ اب تک آپ کچھ پیش نہ کر سکے اقول افسوس کہ باوجود اسکے کہ آپکے اقرار سے حیات مسیح آیت
وان من اہل الکتاب کے صراحتہً ثابت ہو گئی پھر بھی آپ ایسا فرماتے ہین انا للہ و انا الیہ راجعون و
الی اللہ المشتکی اب سنئے یہ تو آپ کی تحریر کا جواب ترکی بترکی ہوا اب ایک نہایت منصفانہ و فیصلہ کرنیوالا جواب
دیا جاتا ہے آپ اگر انصاف کے مدعی اور حق کے طالب ہین تو اسی جواب کا جواب دینا اور جواب ترکی بترکی سے
تعارض نکرین ایسا کرینگے تو یقیناً سمجھا جائیگا کہ آپ فیصلہ کرنا نہین چاہتے اور احقاق حق سے آپکو غرض نہین ہے
وہ جواب یہ ہے کہ مرزا صاحب! مین نے کمال نیک نیتی سے احقاق حق کی غرض سے اپنے اُن جملہ دلائل کو جنکو مین اسوقت
پیش کرنا چاہتا تھا یکبارگی قلم بند کرکے آپکی خدمت مین پیش کر دیا اور اسکے ساتھ ہی یہ بھی کہدیا تھا کہ میرا اصل متمسک
اور مستقل دلیل پہلی آیت ہے اور اُسکے قطعیۃ الدلالت ہونے کے ثبوت مین قواعد نحویہ اجماعیہ کو پیش کیا آپ بھی نیک نیت اور
طالب حق ہوتے تو اسکے جواب مین دو صورتون مین سے ایک صورت اختیار کرتے یا تو میری جملہ دلائل و جوابات
سے تعرض کرتے اور اُنمین سے ایک بات کا جواب بھی باقی نہ چھوڑتے یا صرف میری اصل دلیل سے تعرض فرماتے

اسکے سوا کسی بات کے جواب سے متعرض نہوتے آپ نے نہ پہلی صورت اختیار کی نہ دوسری۔ بلکہ میری اصلی دلیل کے علاوہ اور باتوں سے بھی تعرض کیا مگر انکو بھی ادھورا چھوڑا اور بہت سی باتونکا حوالہ آئندہ پرچھوڑا اور انکے مقابلہ مین اپنے دلائل احادیث بخاری وغیرہ کے بیان کو بھی آپنے آئندہ پرچہ پرملتوی کیا۔ اور جو کچھ بیان کیا ایسے انداز سے بیان کیا کہ اصل دلیل سے بہت دور چلے گئے اور اپنے بیان کو ایسے پیرایہ مین ادا کیا کہ اس سے عوام دھوکہ کھائیں اور خواص ناخوش ہوں اس کی ایک مثال آپکی یہ بحث ہے کہ آپ مدعی نہیں ہیں صاحب من جس حالت مین آپ خود مدعی ہوکر دلائل پیش کر چکا تھا تو آپکو اس بحث کی کیا ضرورت تھی دوسری مثال یہ ہے کہ حضرت شیخنا وشیخ الکل کی رائے کا ذکر بے موقع کرکے لوگونکو یہ جتانا چاہا کہ حضرت شیخ الکل بھی اس بحث مین آپکے مخاطب ہین حالانکہ شیخ الکل کی بحث سے فرار اختیار کرکے آپنے مجھے مخاطب بحث بنایا تھا لہذا شیخ الکل کا ذکر میرے خطاب مین محض اجنبی و نامناسب تھا۔

تیسری مثال یہ ہوکہ آپنے چند تفاسیر کی عبارات و اقوال بعض صحابہ رضوان اللہ علیہم نقل کرکے عوام الناس کو یہ جتانا چاہا ہے کہ تمام مفسرین اور عامہ صحابہ و تابعین مسئلہ حیات و وفات مسیح مین آپکے موافق اور ہمارے مخالف ہین اور یہ محض مغالطہ ہوکوئی صحابی کوئی تابعی کوئی مفسر اسبات کا قائل نہیں ہے کہ حضرت مسیح ابن مریم علیہ السلام اسوقت زندہ نہیں ہیں۔

چوتھی مثال آپکا عوام الناس کو یہ جتانا ہوکہ نون یومنن کو استقبال کیلئے ٹھہرانا تمام صحابہ و مفسرین کو جاہل قرار دینا ہے جو سراسر آپکا دھوکا و مغالطہ ہے آپکی اس قسم کی باتونکا مین تین دفعہ تو جواب تر کی تبر کی دیچکا آئندہ بھی یہ ہی طریق جاری رہا تو اس سے آپکو یہ فایدہ ہوگا کہ اصل بات ٹل جائیگی اور آپکی اتباع مین آپکی جواب نویسی ثابت ہوجائیگی مگر اسمین مسلمانونکا یہ حرج ہوگا کہ انپر نتیجہ بحث ظاہر نہوگا اور آپکا اصل حال نہ کھلے گا کہ آپ لاجواب ہوچکے ہین اور اعتقاد وفات مسیح مین خطا پر ہین اور باتونکو ادھر ادھر لیجاکر ٹلارہے ہین لہذا آئندہ آپکو اسپر مجبور کیا جاتا ہے کہ اگر آپکو بحث منظور اور الزام فرار سے احتراز مدنظر ہے تو زائد باتونکو چھوڑکر میری اصل دلیل پر کلام و بحث کو محدود و محصور کرین اور جو مین نے یہ شہادت قواعد نحویہ اجماعیہ مضمون آیت کا زمانہ استقبال سے مخصوص ہونا اور بصورت صحت تخصیص اس مضمون کا وقت نزول مسیح سے مخصوص ہونا ثابت کیا ہے اسکا جواب درصورت عدم تسلیم قواعد نحویہ اجماعیۂ دو حرفی یہ دیں کہ تمام قواعد نحوی بیکار و بے اعتبار ہین یا خاص کریہ قاعدہ غلط ہے اور اسکو فلان شخص نے غلط قرار دیا ہے اور اسکی غلطی پر قرآن یا حدیث صحیح یا اقوال

عرب عرباء سے یہ دلیل ہے اور بجائے اسکے قاعدہ صحیحہ فلان ہے یا یہ کہ فہم معنی قرآن کے لئے کوئی قاعدہ مقرر نہیں ہے جس طرح کوئی چاہے قرآن کے معنے گھڑ سکتا ہے اور درصورت تسلیم قاعدہ اور تسلیم تخصیص مضمون آیت بزمانہ استقبال اس مضمون کی تخصیص زمانہ نزول مسیح سے فلان دلیل کی شہادت سے باطل ہے یا اس تخصیص سے جو فایدہ بیان کیا گیا ہے وہ اور صور تون اور معنی سے بھی جو بیان کئے گئے ہین حاصل ہو سکتا ہے اور اگر مجرد اختلاف مفسرین تفسیر آیت مین اسی تخصیص کا مبطل ہو سکتا ہے اور مجرد اقوال مفسرین آپکے نزدیک لائق استدلال و استناد ہین تو آپ مفسرین صحابہ و تابعین کے ان اقوال کو جو درباب حیات مسیح وارد ہین قبول کرین یا انکے ایسے معنی بتاوین جن سے وفات مسیح ثابت ہو ہم دعوی سے کہتے ہین کہ جہان تک مفسرین اور جملہ صحابہ و تابعین ہمارے ساتھ ہین ان مین کوئی اسکا قائل نہین مسیح ابن مریم اب زندہ نہین ہین آپ ایک صحابی یا ایک تابعی یا ایک امام مفسر سے بسند صحیح اگر یہ ثابت کر دین کہ حضرت مسیح اب زندہ نہین ہین تو ہم دعوی حیات مسیح سے دست بردار ہو جائینگے لیجیئے ایک ہی بات مین بات طے ہوتی ہے اور فتح ہاتھ آتی ہے اب اگر آپ یہ ثابت نہ کر سکے تو ہمسے جملہ مفسرین اور صحابہ و تابعین کے اقوال سنین جن کو ہم آئندہ پرچہ مین نقل کرینگے آپ انین بانہ مانین عام ناظرین تو اس سے فایدہ اٹھالینگے اور اس سے نتیجہ بحث نکالینگے آپ سے ہمکو امید نہین رہی کہ آپ اصل مدعا کیطرف آئین اور زوائد باتونکو چھوڑ کر صرف وہ دو حرفی جواب دین جو اس منصفانہ جواب مین آپ سے طلب کیا گیا ہے۔ واخر دعونا ان الحمد للہ رب العالمین و الصلوۃ والسلام علی خیر خلقہ محمد و آلہ و صحبہ اجمعین۔ دستخط محمد بشیر عفی عنہ ۲۷ اکتوبر ۱۸۹۱ء۔

نمبر ۳

حضرت اقدس مرزا صاحب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

سبحانک ما اعظم شانک تھدی من تشاء و تضل من تشاء و تعلم من تشاء من لدنک علما۔ اما بعد اے ناظرین آپ صاحبون پر واضح ہے کہ حضرت مولوی محمد بشیر صاحب نے مجھ سے

تحریری مباحثہ شروع کرکے اس بات کا ثابت کرنا اپنے ذمہ لیا تھا کہ حضرت عیسے بن مریم زندہ اپنے خاکی جسم کے ساتھ آسمان پر اٹھائے گئے ہین اور آسمان پر اسی خاکی جسم کے ساتھ زندہ موجود ہین۔ اب اے ناظرین یہ عاجز آپ صاحبونکی خدمت مین صاف اور سہل اور مختصر طور پر اس بات کو بیان کرنا چاہتا ہے کہ مولوی صاحب موصوف نے اپنے اس دعوی کا اپنی تین پرچون مین کیا ثبوت دیا اور میری طرف سے اس ثبوت کے باطل اور ہیچ اور لغو محض ہونے پر اپنے اس تیسرے پرچہ تک کیا کیا ثبوت پیش ہوا ہے تا آپ لوگ خود منصف بنکر دیکھ لین کہ کیا درحقیقت مولوی صاحب نے کسی قطعیۃ الدلالت آیت سے جیسا کہ انکا دعوے تھا حضرت مسیح ابن مریم کا خاکی جسم کے ساتھ زندہ ہونا ثابت کر دکھایا ہے یا وہ ایسے قطعی ثبوت پیش کرنے سے ناکام رہے اور کوئی ایسی آیت پیش نکر سکے کہ جو یقینی اور قطعی طور پر حضرت مسیح کی جسمانی زندگی پر دلالت کرتی ہو اور بنظر تحقیق کوئی دوسرے معنے مخالف ان معنونکے اس سے نکل نہ سکتے ہون۔

سو مین آپ صاحبونکو سناتا ہون کہ اول حضرت مولوی صاحب نے اپنے اس دعوے کی تائید مین کہ حضرت مسیح جسم خاکی کے ساتھ زندہ ہین پانچ آیتین اپنی طرف سے پیش کی تھین پھر چار آیتونکو تو خود اس اقرار کے ساتھ چھوڑ دیا کہ ان سے حضرت مسیح کا جسم خاکی کے ساتھ زندہ ہونا قطعی طور پر ثابت نہین ہوتا یعنے یہ کئی احتمال رکھتی ہین اور قطعیۃ الدلالت نہین ہین اور تمام مدار اپنے دعوے کا اس آیت پر رکھا کہ جو سورۃ النساء مین موجود ہے اور وہ یہ ہے وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ مولوی صاحب اس آیت کو حضرت عیسے کی جسمانی زندگی پر قطعیۃ الدلالت قرار دیتے ہین اور فرماتے ہین کہ اس آیت کے قطعی طور پر یہی معنے ہین کہ کوئی اہل کتاب مین سے ایسا نہین کہ جو عیسے پر اسکی موت سے پہلے ایمان نہین لائیگا۔ اور چونکہ ابتک تمام اہل کتاب کیا عیسائی اور کیا یہودی حضرت عیسے پر سچا اور حقیقی ایمان نہین لائے بلکہ کوئی انکو خدا قرار دیتا ہے اور کوئی انکی نبوت کا منکر ہے اسلئے ضروری ہے کہ حسب منشاء اس آیت کے حضرت عیسے کو اس زمانہ تک زندہ تسلیم کر لیا جائے جبتک کہ سب اہل کتاب اُسپر ایمان لے آوین۔ مولوی صاحب اس بات پر حد سے زیادہ ضد کر رہے ہین کہ ضرور یہ آیت موصوفہ بالا حضرت مسیح کی جسمانی زندگی پر قطعی طور پر دلالت کرتی ہے اور یہی صحیح معنے اسکے ہین کسی دوسرے معنے کا احتمال اس مین ہرگز نہین اور اس بات کو قبول کرتے ہین کہ گو بعض صحابہ اور تابعین اور مفسرین نے اور بھی کئی معنے اس آیت کے کئے ہین مگر وہ معنے صحیح نہین ہین کیون صحیح نہین ہین؟ اسکا سبب یہ بتلاتے ہین کہ اس جگہ لیؤمننّ کا صیغہ نون ثقیلہ

کے لگنے کی وجہ سے خالص استقبال کے معنون مین ہوگیا ہے اور خالص استقبال کے معنے صرف اسی طریق بیان سے محفوظ رہ سکتے ہین کہ حضرت عیسے کا کسی آیندہ زمانہ مین نازل ہونا قبول کرکے پھر اُس زمانہ کے اہل کتاب کی نسبت یہ اعتقاد رکھا جائے کہ وہ سب کے سب حضرت عیسے پر ایمان لے آوینگے اور فرماتے ہین کہ جو حضرت ابن عباس وغیرہ صحابہ نے اسکے مخالف معنے کئے ہین اور قبل موتہٖ کی ضمیر کتابی کی طرف پھیر دی ہے یہ معنے ان کی نحو کے اجماعی قاعدہ کے مخالف ہین کیون مخالف ہین؟ اِسوجہ سے کہ ایسے معنون کے کرنے سے لفظ لیؤمننّ کا خالص استقبال کے لئے مخصوص نہین رہتا۔ مولویصاحب کی اس تقریر کا حاصل کلام یہ معلوم ہوتا ہے کہ چونکہ ابن عباس اور عکرمہ اور اُبی ابن کعب وغیرہ صحابہ نحو نہین پڑھے ہوئے تھے اور نحو کے وہ اجماعی قواعد جو مولویصاحب کو معلوم ہین انہین معلوم نہین تھے اِسلئے وہ ایسی صریح غلطی مین ڈوب گئے جو انہین وہ قاعدہ یاد نہ رہا جسپر تمام نحویون کا اجماع اور اتفاق ہوچکا تھا بلکہ انہون نے اپنی زبان کا قدیمی محاورہ بھی چھوڑ دیا جس کی پابندی طبعًا اُن کی فطرت کے لئے لازم تھی۔ ناظرین برائے خدا غور فرماوین کہ کیا مولویصاحب اس بات کے مجاز ٹھہر سکتے ہین کہ ابن عباس جیسے جلیل الشان صحابی کو نحوی غلطی کا الزام دیوین اور اگر مولویصاحب نحوی غلطی کا ابن عباس پر الزام قایم نہین کرتے تو پھر کیا کوئی اور بھی وجہ ہے جسکے رو سے مولویصاحب کے خیال مین ابن عباس کے وہ معنے اس آیت متنازع فیہ مین رد کے لائق ہین جن کی تائید مین ایک قرأت شاذہ بھی موجود ہے یعنے قَبْلَ مَوْتِهِمْ فرض کرو کہ وہ قرأت بقول حضرت مولویصاحب ایک ضعیف حدیث ہے مگر آخر حدیث تو ہے یہ تو ثابت نہین ہوا کہ وہ کسی مفتری کا افترا ہے پس وہ کیا ابن عباس کے معنونکو ترجیح دینے کے لئے کچھ بھی اثر نہین ڈالتی یہ کس قسم کا تحکم ہے کہ ایسا خیال کیا جائے کہ ابن عباس کے یہ معنے نحوی قاعدہ کے مخالف ہین اور قرأت قبل موتہم کسی راوی کا افترا ہے۔ ابن عباس اور عکرمہ پر یہ الزام دینا کہ وہ نحوی قاعدہ سے بے خبر تھے میری سمجھ مین نہین آتا کہ کیا مولویصاحب یا کسی اور کا حق ہے کہ اُن بزرگون پر ایسا الزام رکھ سکے جنکے گھر سے ہی نحو نکلی ہے۔ ظاہر ہے کہ نحو کو اُن کے محاورات اور اُنکے فہم کی تابع ٹھہرانا چاہئے نہ کہ اُن کی بول چال اور اُنکے فہم کا محک اپنی خود تراشیدہ نحو کو قرار دیا جائے۔

اب اگر مولویصاحب اپنی ضد کو کسی حالت مین چھوڑنا نہین چاہتے اور ابن عباس اور عکرمہ کو

نحو کے اجماعی قاعدہ سے بے خبر ٹھہرتے ہین اور قرأت اُبّی ابن کعب کو بھی جو قبل موتہم ہے بکلی مردود
اور متحقق الافترا خیال کرتے ہین تو ظاہر ہے کہ صرف اُنکے دعوے سے ہی یہ اُنکا بہتان قابل تسلیم نہین
ٹھہر سکتا بلکہ اگر وہ اپنے معنونکو قطعیۃ الدلالت بنانا چاہتے ہین تو اُنپر فرض ہے کہ ان دونون باتون کا
قطعی طور پر پہلے فیصلہ کرلین - کیونکہ جبتک ابن عباس اور عکرمہ کے مخالفانہ معنونمین احتمال صحت
باقی ہے اور ایسا ہی گو حدیث قرأت شاذہ بقول مولویصاحب ضعیف ہے مگر احتمال صحت رکھتی ہے
تب تک مولویصاحب کے معنے باوجود قایم ہونے ان تمام احتمالات کے کیونکر قطعی ٹھہر سکتے ہین -
ناظرین آپ لوگ خود سوچ لین کہ قطعی معنے تو اُنہی معنونکو کہا جاتا ہے جنکی دوسری وجوہ کسی سے
پیدا نہ ہون یا پیدا تو ہون لیکن قطعیت کا مدعی دلائل شافیہ سے اُن تمام مخالف معنے کو توڑ دے
لیکن مولویصاحب نے ابتک ابن عباس اور عکرمہ کے معنون اور قبل موتہم کی قرأت کو توڑ کر نہین دکھلایا -
اُنکا توڑنا تو صرف ان دو باتون مین محدود تھا اول یہ کہ مولویصاحب صاف بیان سے اس بات کو ثابت
کردیتے کہ ابن عباس اور عکرمہ اُنکے اجماعی قاعدہ نحو سے بکلی بے خبر اور غافل تھے اور انہون نے
سخت غلطی کی کہ اپنے بیان کے وقت نحو کے قواعد کو نظرانداز کردیا - دوسرے مولویصاحب پر یہ
بھی فرض تھا کہ قرأت شاذہ قبل موتہم کے راوی کا صریح افترا ثابت کرتے اور یہ ثابت کرکے دکھلاتے کہ
یہ حدیث موضوعات مین سے ہے - مجرد ضعف حدیث کا بیان کرنا اسکو بکلی اثر سے روک نہین سکتا -
امام بزرگ حضرت ابوحنیفہ فخرالایمہ سے مروی ہے کہ مین ایک ضعیف حدیث کے ساتھ بھی قیاس کو
چھوڑ دیتا ہون - اب کیا جسقدر حدیثین صحاح ستہ مین بباعث بعض راویون کے قابل جرح یا مرسل اور
منقطع الاسناد ہین وہ بالکل پایۂ اعتبار سے خالی اور بے اعتبار محض ہین؟ اور کیا وہ محدثین کے نزدیک
موضوعات کے برابر سمجھی گئی ہین؟ -

ناظرین متوجہ ہوکر سنو اب مین اسبات کا بھی فیصلہ کرتا ہون کہ اگر فرض کے طور پر ابن عباس اور
عکرمہ اور مجاہد اور ضحاک وغیرہ کے معنے جو مخالف مولویصاحب کے اجماعی قاعدہ نحو سے عمدًا یا سہوًا باہر
چلے گئے تو پھر بھی مولویصاحب کے معنے قطعیۃ الدلالت نہین ٹھہر سکتے کیون نہین ٹھہر سکتے ؟ -
اسکی وجوہ ذیل مین لکھتا ہون -

(۱) اول یہ کہ مولویصاحب کے ان معنون مین کئی امور ہنوز قابل بحث ہین - جنکا یقینی

طور پر فیصلہ نہیں کر سکے اور نہ اُن کا ایک ہی معنوں پر قطعیۃ الدلالت ہونا بپایۂ ثبوت پہنچ چکے ہیں ازانجملہ ایک یہ کہ اہل الکتاب کا لفظ اکثر قرآن کریم میں موجودہ اہل کتاب کے لئے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں موجود تھے بیان فرمایا گیا ہے اور ہر یک ایسی آئیت کا جس میں اہل کتاب کا ذکر ہے وہی مصداق اور شان نزول قرار دیئے گئے ہیں۔ پھر مولوی صاحب کے پاس باوجود اُس دوسرے معنے ابن عباس اور عکرمہ کی کونسی قطعی دلیل اس بات پر ہے کہ اس ذکر اہل کتاب سے وہ لوگ قطعاً باہر رکھے گئے ہیں اور کونسی حجت شرعی یقینی قطعیۃ الدلالت اسبات پر ہے کہ اہل کتاب سے مراد اُس زمانہ معلوم کے اہل کتاب ہیں جس میں تمام وہ لوگ حضرت عیسٰے پر ایمان لے آئینگے۔

ازانجملہ ایک یہ کہ مولوی صاحب نے یقین مرجع لیؤمنن بہ میں کوئی قطعی ثبوت پیش نہیں کیا۔ کیونکہ تفسیر معالم التنزیل وغیرہ تفاسیر معتبرہ میں حضرت عکرمہ وغیرہ صحابہ رضی اللہ عنہم سے یہ بھی روائیت ہے کہ ضمیر بہٖ کی جناب خاتم الانبیا صلے اللہ علیہ وسلم کیطرف پھرتی ہے اور یہ روایت قوی ہے۔ کیونکہ مجرد مسیح ابن مریم پر ایمان لانا موجب نجات نہیں ٹھہر سکتا۔ ہان خاتم الانبیا پر ایمان لانا بلاشبہ موجب نجات ہے۔ کیونکہ وہ ایمان تمام نبیوں پر ایمان لانے کو مستلزم ہے۔ پس اگر حضرت عیسٰے کو بہٖ کے ضمیر کا مرجع ٹھہرایا جائے تو اسکا فساد ظاہر ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ اگر کوئی اہل کتاب شرک سے توبہ کر کے صرف حضرت عیسٰے کی رسالت اور عبدیت کا قائل ہو۔ لیکن ساتھ اسکے ہمارے سید و مولے حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت سے قطعاً منکر ہو تو کیا وہ اسی ایمان سے نجات پا سکتا ہے ہرگز نہیں۔ پھر یہ ضمیر بہٖ کی حضرت عیسے کیطرف آپ کے معنوں کے رو سے کیونکر پھر سکتی ہے۔ اگر یہ تثنیہ کی ضمیر ہوتی تو ہم یہ خیال کر لیتے کہ اس میں حضرت عیسٰے علیہ السلام بھی داخل ہیں لیکن ضمیر تو واحد کی ہے صرف ایک کی طرف پھرے گی۔ اور اگر وہ ایک بجز ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے کوئی دوسرا ٹھہرایا جائے تو معنے فاسد ہوتے ہیں۔ لہذا بالضرورت ماننا پڑا کہ اس ضمیر کا مرجع ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم ہیں اس صورت میں موتہٖ کی ضمیر کتابی کی طرف پھیری جائے گی۔

اگر آپ اس جگہ یہ اعتراض کریں کہ ایسے معنوں سے لیؤمنن کا لفظ استقبال کے خالص معنوں میں کیونکر رہے گا۔ تو میں اس کا یہ جواب دیتا ہوں کہ جیسے آپ کے معنوں میں رہا ہوا ہے اسوقت ذرہ آپ متوجہ ہو کر بیٹھ جائیں اور اُس قادر سے مدد چاہیں جو سینوں کو کھولتا اور دلوں میں سچائی کا نور

نازل کرتا ہے۔ حضرت سنئے آپ اس آیت کے یہ معنے کرتے ہین کہ ایک زمانہ قبل موت عیسٰے کے ایسا آئیگا
کہ اُس زمانہ کے موجودہ اہل کتاب سب کے سب حضرت عیسے پر ایمان لے آئینگے۔ اور بموجب روایت عکرمہ
برعایت آپکے نحوی قاعدہ کے یہ معنے ٹھہرینگے کہ ایک زمانہ ایسا آئیگا کہ اُس زمانہ کے موجودہ اہل کتاب سب کے
سب نبی خاتم الانبیا صلے اللہ علیہ وسلم پر اپنی موت سے پہلے ایمان لے آئینگے جس ایمان کی طفیل مسیح ابن مریم
پر بھی ایمان لانا انہین نصیب ہوجائیگا۔ اب حضرت اللہ جلشانہ سے ڈر کر فرمایئے کہ کیا آپکے قطعیۃ الدلالت
ہونیکا دعوے بکلی نابود ہوگیا۔ یا ابھی کچھ کسر باقی ہے۔ آپ خوب سوچ کر اور دل کو تھام کر بیان فرماوین کہ آپکی
طرز تاویل مین کونسی خالص استقبال کی علامت خاص طور پر پائی جاتی ہے جو اس تاویل مین وہ نہین
پائی جاتی۔ ناظرین برائے خدا آپ بھی ذرا سوچین۔ بہت صاف بات ہے ذرہ توجہ فرماوین۔ اے ناظرین
آپ لوگ جانتے ہین کہ کئی دن سے مولویصاحب کی یہی بحث لگی ہوئی تھی۔ اور فقط اسی بات پر اُن کی
ضد تھی کہ لفظ لیؤمننّ لام اور نون ثقیلہ کیوجہ سے خالص استقبال کے معنون مین ہوگیا ہے۔ اور
مولویصاحب اپنے گمان مین یہ سمجھ رہے تھے کہ خالص استقبال صرف اسطور کے معنے کرنے سے متحقق
ہوتا ہے کہ قبل موتہ کی ضمیر مسیح ابن مریم کی طرف پھیرین اور اُسکی حیات کے قائل ہوجائین۔ اور اب
اے بھائیو مین نے ثابت کرکے دکھلا دیا۔ کہ خالص استقبال کے لئے یہ ضروری نہین کہ قبل موتہ کی ضمیر حضرت
عیسٰی کیطرف پھیری جائے بلکہ اس جگہ حضرت عیسٰے کیطرف ضمیر بہٖ اور ضمیر قبل موتہ پھیرنے سے معنی تو
فاسد ہوجاتے ہین۔ کیونکہ فقط عیسٰے پر ایمان لانا نجات کے لئے کافی نہین۔ بلکہ سچے اور واقعی معنے
اس طرز پر یہی ہین کہ ضمیر بہٖ کی ہمارے سید و مولے خاتم الانبیا صلے اللہ علیہ وسلم کیطرف پھیری جائے
اور ضمیر قبل موتہ کی کتابی کی طرف اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ضمن مین خود حضرت عیسٰے
وغیرہ انبیاء سب ہی آجائینگے۔ ؎ نام احمد نام جملہ انبیا است + چونکہ صد آمد نود ہم نزد ما است۔ بھائیو
برائے خدا خود سوچلو کہ ان معنون مین اور حضرت مولویصاحب کے معنون مین خالص مستقبل
ہونے مین برابری کا درجہ ہے یا ابھی کچھ کسر باقی ہے۔ بھائیو مین محض للہ آپ لوگونکے سمجھانے
کے لئے پھر دوہرا کر کہتا ہون۔ کہ مولویصاحب آیت لیؤمننّ بہٖ کے معنے یون کرتے ہین۔ کہ ایک زمانہ
ایسا آئیگا کہ اُس زمانہ کے موجودہ اہل کتاب حضرت عیسٰے کی موت سے پہلے سب کے سب اُنپر ایمان لے آئینگے
اور مین حسب روایت حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ جیسا کہ معالم وغیرہ مین لکھا ہے۔ مولویصاحب

کی ہی طرز پر یہ معنے کرتا ہوں کہ ایک زمانہ ایسا آئیگا کہ اس زمانہ کے سب موجودہ اہل کتاب اپنی موت
سے پہلے ہمارے نبی کریم صلعم پر ایمان لے آئینگے سو اب ہمارے بھائی خدا ذرہ نظر ڈالکر دیکھیں کہ کیا خالص
استقبال میری تاویل اور مولوی صاحب کی تاویل میں برابر رہا ہے یا کچھ فرق رہا ہوا ہے - اب
بھائیو انصاف کرو دیکھو کہ ان معنوں میں نسبت مولوی صاحب کے معنوں کے کس قدر خوبیاں ہیں اور وہ
اعتراض جو مولوی صاحب کی طرز پر ضمیر بہ کے تعین میں پیدا ہوتا تھا - وہ اس جگہ نہیں ہو سکتا -
قرائت شاذہ اس تاویل کی موید ہے - اور بایں ہمہ خالص استقبال بھی موجود ہے - اب اے
حاضرین مبارک مولوی صاحب کے دعوے قطعیت کا بھانڈا پھوٹ گیا - مگر تعصب اور طرف داری
سے خالی ہو کر غور کرنا - مولوی صاحب نے اس بحث حیات مسیح کا حصر پانچ دلیلوں پر کیا تھا
چار دلیلوں کو تو انہوں نے خود چھوڑ دیا - اور پانچویں کو خدا تعالے نے حق کی تائید کرکے نیست نابود
کیا جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا اب اے حاضرین - اے
خدا تعالے کے نیک دل بندو سوچکر دیکھو اور ذرہ اپنے فکر کو خرچ کرکے نگاہ کرو - کہ حضرت مولوی
محمد بشیر صاحب کا کیا دعوے تھا یہی تو تھا - کہ آیت لیؤمنن بہ کی وہ سچے اور صحیح معنے ٹھہر سکتے ہیں
جن میں لفظ لیؤمنن کو خالص مستقبل ٹھہرایا جائے اور مولوی صاحب نے اپنے مضمون کے صفحوں کے
صفحے اسی بات کے ثابت کرنے کیلئے لکھا رے کہ نون ثقیلہ مضارع کے آخر ملکر خالص مستقبل کے
معنوں میں لے آتا ہے اسی وجہ سے انہوں نے مولوی صاحب نے حضرت ابن عباس کے معنو کو قبول
نہیں کیا - اور یہ عذر پیش کیا کہ وہ معنے کسی نحوی قاعدہ کی رو سے صحیح نہیں - سو ہم نے
مولوی صاحب کی خاطر سے ابن عباس کے معنوں کو پیش کرنے سے توقف رکھا اور روایت عکرمہ
کی بنا پر وہ معنے پیش کئے جو خالص مستقبل ہونے میں بھی مولوی صاحب کے معنوں سے ہر رنگ
اور ان نقصوں سے مبرا ہیں - جو مولوی صاحب کے معنوں میں پائے جاتے ہیں - یہ بات ظاہر ہے
کہ مسیح پر ایمان لانیکے وقت ہمارے سید و مولی خاتم الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا ضروری
ہے اور اسکے ضمن میں ہر یک نبی پر ایمان لانا داخل ہے - پھر کیا ضرورت ہے کہ اس ایمان کے
لئے حضرت مسیح کو آسمانوں کے دار السرور سے اس دار الابتلاء میں دوبارہ لایا جائے - مثلاً دیکھئے کہ
جو لوگ بقول آپکے آخری زمانہ میں آنحضرت صلعم پر ایمان لائینگے - یا اب ایمان لاتے ہیں - کیا انکے

ایمان کے لئے یہ بھی ضروری ہو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم خود تشریف لے آوین۔ پس ایسا ہی یقین کیجئے کہ حضرت مسیح پر ایمان لانیکے لئے بھی دوبارہ اُن کا دنیا مین آنا ضروری نہین اور ایمان لانے اور دوبارہ آنے مین کچھ تلازم نہین پایا جاتا۔ اور اگر آپ اپنی ضد نہ چھوڑین اور ضمیر لیؤمنن بہ کو خواہ نخواہ حضرت عیسٰے کیطرف ہی پھیرنا چاہین باوجود اس فساد معنے کے جسکا نقصان آپکی طرف عائد ہے ہماری طرز بیان کا کچھ بھی حرج نہین۔ کیونکہ ہمارے طور پر برعایت خالص استقبال کے پھر اُسکے یہ معنے ہونگے۔ کہ ایک زمانہ ایسا آئیگا۔ کہ اُس زمانہ کے سب اہل کتاب اپنی موت سے پہلے حضرت عیسٰے پر ایمان لے آوینگے۔ سو یہ معنے بھی خالص استقبال ہونے مین آپکے معنے کے ہمرنگ ہین۔ کیونکہ اس مین کچھ شک نہین کہ ابھی تک وہ زمانہ نہین آیا جو سب کے سب موجودہ اہل کتاب حضرت عیسٰے پر یا ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئے ہون۔ لہذا خالص استقبال کے رنگ مین ابتک یہ پیشگوئی موافق ان معنوں کے چلی آتی ہے۔ اب اگر ہماری اس تاویل مین آپ کوئی جرح کرینگے تو وہی حرج آپکی تاویل مین ہوگی۔ یہانتک کہ آپ پیچھا چھوڑا نہین سکینگے۔ جن باتونکو آپ اپنے پیرچون مین قبول کر بیٹھے ہین۔ انہین کی بنا پر مینے یہ تطبیق کی ہے۔ اور جس طرز سے آپنے آخری زمانہ مین اہل کتاب کا ایمان لانا قرار دیا ہے۔ اُسی طرز کے موافق مین نے اُنکو ملزم کیا ہے۔ اور اُسنے خالص استقبال کے موافق خالص استقبال پیش کر دیا ہے۔ آپ جانتے ہین کہ صحابہ کے وقت سے اس آیت کو ذوالوجوہ قرار دیتے چلے آئے ہین۔ ابن کثیر نے زیر ترجمہ اس آیت کے یہ لکھا ہے قال ابن جریر اختلف اهل التاویل فی معنے ذٰلك فقال بعضهم معنی ذٰلك وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ یعنی قبل موت عیسٰے وقال اٰخرون یعنی بذٰلك وان من اهل الکتاب الا لیؤمنن بعیسٰی قبل موت الکتابی ذکر من کان یوجه ذٰلك الی انه اذا عاین علم الحق من الباطل۔ قال علی بن ابی طلحه عن ابن عباسؓ فی الاٰیة قال لا یموت یهودی حتی یؤمن بعیسٰی وکذا روی ابوداؤد الطیالسی عن شعبة عن ابی هارون الغنوی عن عکرمه عن ابن عباس فهذه کلها اسانید صحیحة الی ابن عباس وقال اٰخرون معنی ذٰلك وان من اهل الکتاب الا لیؤمنن

بمحمد قبل موت الکتابی یعنے اس آیت کے معنے مین اہل تاویل کا اختلاف چلا آیا ہے۔ کوئی ضمیر قبل موتہ کی عیسٰی کی طرف پھیرتا ہے اور کوئی کتابی کی طرف اور کوئی بہ کی ضمیر حضرت عیسٰے کیطرف پھیرتا ہو اور کوئی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کیطرف۔ پس گو ابن جریر یا ابن کثیر کا اپنا مذہب کچھ ہو یہ شہادت تو انہون نے بڑی بسط سے بیان کر دی ہے۔ کہ اس آیت کے معنے اہل تاویل مین مختلف فیہ ہین اور ہم اوپر ثابت کر آئے ہین کہ مسیح ابن مریم کے نزول اور حیات پر قطعی دلالت اس آیت کی ہرگز نہین۔ اور یہی ثابت کرنا تھا۔

اب بعد اسکے کسی قدر بطور نمونہ مسیح ابن مریم کی وفات پر دلائل لکھے جاتے ہین واضح ہو کہ قرآن کریم مین یَا عِیْسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ موجود ہے۔ قرآن کریم کے عموم محاورہ پر نظر ڈالنے سے قطعی اور یقینی طور پر ثابت ہوتا ہے کہ تمام قرآن مین توفّی کا لفظ قبض روح کے معنون مین مستعمل ہوا ہے۔ یعنے اُس قبض روح مین جو موت کے وقت ہوتا ہے دو جگہ قرآن کریم مین وہ قبض روح بھی مراد لیا ہے جو نیند کیحالت مین ہوتا ہے۔ لیکن اس جگہ قرینہ قایم کر دیا ہے۔ جس سے سمجھا گیا ہے کہ حقیقی معنے توفی کے موت لئے ہین۔ اور جو نیند کیحالت مین قبض روح ہوتا ہے۔ وہ بھی ہمارے مطلب کے مخالف نہین۔ کیونکہ اسکے تو یہی معنے ہین کہ کسی وقت تک انسان سوتا ہے اور اللہ تعالے اسکی روح کو اپنے تصرف مین لے لیتا ہے اور پھر انسان جاگ اٹھتا ہے سو یہ وقوعہ ہی الگ ہے اس سے ہمارے مخالف کچھ فایدہ نہین اٹھا سکتے۔ بہرحال جبکہ قرآن مین لفظ توفی کا قبض روح کے معنون مین ہی آیا ہے اور احادیث مین ان تمام مواضع مین جو خدا تعالے کو فاعل ٹھہرا کر اس لفظ کو انسان کی نسبت استعمال کیا ہے جا بجا موت ہی معنے لئے ہین۔ تو بلاشبہ یہ لفظ قبض روح اور موت کے لئے قطعیۃ الدلالت ہو گیا۔ اور بخاری جو اصح الکتب ہے اس مین بھی تفسیر آیت فلما توفیتنی کی تقریب مین متوفیك کے معنے ممیتك لکھا ہے۔ اور یہ بات ظاہر ہے کہ موت اور رفع مین ایک ترتیب طبعی واقع ہے ہر یک مومن کی پہلے فوت ہوتی ہے پھر اسکا رفع ہوتا ہے[۱]۔ اور پھر بعد اسکے رافعك کہا اور اگر کوئی کہے کہ رافعک مقدم اور متوفیک موخر ہے۔ یعنے رافعک آیت کے سر پر اور متوفیک فقرہ جَاعِلُ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا کے بعد اور بیچ مین یہ فقرہ محذوف ہے ثم منزلك الی الارض سو یہ ان یہودیون کی تحریف ہے جنپر بوجہ تحریف کے لعنت ہو چکی ہے۔ کیونکہ اس صورت مین اس

[۱] اسی ترتیب طبعی پر ترتیب وضعی آیت کی دلالت کر رہی ہے کیونکہ یٰعیسیٰ انی متوفیک فرمایا

آیت کو اس طرح پر زیر و زبر کرنا پڑے گا۔ یا عیسیٰ انی رافعک الی السماء و مطھرک من الذین کفروا وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیمۃ ثم منزلک الی الارض ومتوفیک اب فرمائیے کیا اس تحریف پر کوئی حدیث صحیح مرفوع متصل مل سکتی ہے۔ یہودی بھی تو ایسے ہی کام کرتے تھے کہ اپنی رائے سے اپنی تفسیروں میں بعض آیات کے معنے کرنے کے وقت بعض الفاظ کو مقدم اور بعض کو موخر کر دیتے تھے جن کی نسبت قرآن مجید میں یہ آیت موجود ہے کہ یحرفون الکلم عن مواضعہ ان کی تحریف ہمیشہ لفظی نہیں تھی بلکہ معنوی بھی تھی۔ سو ایسی تحریفوں سے ہر یک مسلمان کو ڈرنا چاہیئے۔ اگر کسی حدیث صحیح میں ایسی تحریف کی اجازت ہے تو بسم اللہ وہ دکھلایئے۔ غرض آیت یا عیسیٰ انی متوفیک میں اگر قرآن کریم کا عموم محاورہ ملحوظ رکھا جائے اور آیت کو تحریف سے بچایا جائے تو پھر موت کے بعد اور دوسرے معنے کیا نکل سکتے ہیں۔ یہ بات بھی یاد رکھنے کے لائق ہے کہ آیت میں رافعک الی وارد ہے رافعک الی السماء وارد نہیں۔ اس میں حکمت یہ ہے کہ روح کوئی مکانی چیز نہیں ہے اسکے تعلقات مجہول الکنہ ہوتے ہیں۔ مرنے کے بعد ایک تعلق روح کا قبر کے ساتھ بھی ہوتا ہے اور کشف قبور کے وقت ارباب مکاشفات پر وہ تعلق ظاہر ہوتا ہے کہ صاحب قبور اپنی اپنی قبروں میں بیٹھے ہوئے نظر آتے ہیں۔ بلکہ ان سے صاحب کشف کے مخاطبات و مکالمات بھی واضح ہو جاتے ہیں یہ بات احادیث صحیحہ سے بھی بخوبی ثابت ہے۔ صلوٰۃ فی القبر کی حدیث مشہور ہے اور احادیث سے ثابت ہے کہ مردے جوتی کی آواز بھی سن لیتے ہیں۔ اور السلام علیکم کا جواب دیتے ہیں باوجود اسکے ایک تعلق اُن کا آسمان سے بھی ہوتا ہے اور اپنے نفسی نقطہ کے مکان پر اُنکا تمثل مشاہدہ میں آتا ہے اور اُن کا رفع مختلف درجات سے ہوتا ہے بعض پہلے آسمان تک رہ جاتے ہیں بعض دوسرے تک بعض تیسرے تک لیکن موت کے بعد رفع روح بھی ضرور ہوتا ہے۔ جیسا کہ حدیث صحیح اور آیت ولا تفتح لھم ابواب السماء صریح اشارہ کر رہی ہے لیکن اُن کا آسمان پر ہونا یا قبروں میں ہونا ایک مجہول الکنہ امر ہے۔ عنصری خاکی جسم تو اُنکے ساتھ نہیں ہوتا۔ کہ خاکی اجسام کی طرح ایک خاص اور حیز اور مکان میں اُنکا پایا جانا ضروری ہو۔ اسی وجہ سے خدا تعالےٰ نے رافعک الی فرمایا رافعک الی السماء نہیں کہا۔ کیونکہ جو لوگ فوت ہو جاتے ہیں وہ خاص طور پر

کسی مکان کی طرف منسوب نہین ہوسکتے بلکہ فی مقعد صدق عند ملیک مقتدر ہوتے ہین
یعنے اگر اُن کا کوئی خاص مکان ہے تو یہی مکان ہے کہ خداتعالے کے قرب کا مکان جو حسب استعداد
انکو ملتا ہے اب جبکہ قرآن کریم مین رافعک الی ہے جسکے یہ معنے ہین کہ مین تجھکو اپنی طرف اٹھانیوالا
ہون۔ اگر جسمانی طور پر رفع مراد لیا جائے تو سخت اشکال پیش آتا ہے۔ کیونکہ احادیث صحیحہ بخاری سے
ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مسیح معہ اپنے خالہ زاد بھائی کے دوسرے آسمان پر ہین۔ تو کیا خداتعالے
دوسرے آسمان مین بیٹھا ہوا ہے تا دوسرے آسمان مین ہو کر رافعک الی کا مصداق ہوجائے
بلکہ اس جگہ روحانی رفع مراد ہے جسکا حسب مراتب ایک خاص آسمان سے تعلق ہے۔ بخاری مین حدیث
معراج کی پڑھو۔ اور غور سے دیکھو۔ اب خلاصہ کلام یہ کہ ان تمام وجوہات کے رو سے قطعی اور یقینی
طور پر ثابت ہے۔ کہ حضرت عیسےٰ وفات پاگئے ہین بلا شبہ۔ آیت انی متوفیک حضرت عیسےٰ کی
وفات پر قطعیۃ الدلالت ہے۔ عموم محاورہ قرآن شریف کا اسی پر دلالت کرتا ہے۔ بخاری مین
حضرت ابن عباس کی روایت سے متوفیک کے معنے ممیتک لکھے ہین۔ اور بخاری نے
کسی صحابی کی روایت سے کوئی دوسرے متوفیک کے معنے ہرگز اپنی صحیح مین نہین لکھے اور نہ
مسلم نے لکھے ہین۔ بلکہ یہ بات ثابت ہوچکی ہے۔ کہ خداتعالے کے فاعل ہونے اور انسان کے مفعول
ہونے کی حالت مین بجز قبض روح کے اور کوئی معنے نہین ہوسکتے۔ اسی بنا پر مین نے ہزار روپیہ
کا اشتہار بھی دیا ہے۔ اب اگر یہ آیت مسیح ابن مریم کی وفات پر قطعیۃ الدلالت نہین تو دلائل مذکورہ
بالا اور نیز دلائل مفصلہ مبسوطہ ازالہ اوہام کا جواب دینا چاہیئے تا آپکو ہزار روپیہ بھی ملجائے اور اپنے
بھائیون مین علمی شہرت بھی حاصل ہوجائے۔

دوسری دلیل مسیح ابن مریم کی وفات پر خود جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث
ہے جسکو امام بخاری اپنی کتاب التفسیر مین اسی غرض سے لایا ہے کہ تا یہ ظاہر کرے کہ لما توفیتنی
کے معنے لما امتنی ہے اور نیز اسی غرض سے اسموقعہ پر ابن عباس کی روایت سے متوفیک
ممیتک کی بھی روایت لایا ہے تا ظاہر کرے کہ لما توفیتنی کے وہی معنے ہین جو انی متوفیک
کے معنے ابن عباس نے ظاہر فرمائے ہین۔ اس مقام پر بخاری کو غور سے دیکھکر ادنے درجہ کا
آدمی بھی سمجھ سکتا ہے کہ توفیتنی کے معنے امتنی ہین یعنے تو نے مجھے مار دیا۔ اس مین توکچھ شبہ

نہیں کہ ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے ہیں اور مدینہ منورہ میں آپ کا مزار موجود ہے
پھر جبکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے وہی لفظ فلما توفیتنی کا حدیث بخاری میں اپنے لئے اختیار
کیا ہے اور اپنے حق میں ویسا ہی استعمال کیا ہے جیسا کہ وہ حضرت عیسے کے حق میں مستعمل تھا تو کیا
اس بات کے سمجھنے میں کچھ کسر رہ گئی کہ جیسا آنحضرت فوت ہو گئے ایسا ہی حضرت مسیح ابن مریم
بھی وفات پا گئے - یہ تو وہ حدیث ہے جو قرآن کریم کی آیت اور مفہوم آیت میں کسی طور سے تحریف جائز
نہیں - اور جو کچھ اصل منشاء اور اصل مفہوم اور اصل مراد ہر ایک لفظ کی ہے اس سے عمداً اسکو اور
معنوں کی طرف پھیر دینا ایک الحاد ہے جسکے ارتکاب کا کوئی نبی یا غیر نبی مجاز نہیں ہے اسلئے
کیونکر ہو سکتا ہے کہ نبی معصوم کی نسبت یہ احتمال نکالا جائے جو فی الواقعہ مسیح کی وفات سے اسکی
وفات کو نفی لفظ فلما توفیتنی کو اپنے حق میں استعمال کر سکتا اور نعوذ باللہ تحریف کا مرتکب ہوتا بلکہ ہمارے
سید و مولے صلے اللہ علیہ وسلم امام المعصومین و سید المطہرین ہیں (روحی فداہ و جمیلہ)
لفظ فلما توفیتنی کا اپنی وفات کے ساتھ انہیں مقررہ معینہ معنوں کے ساتھ اپنے
حق میں استعمال کیا ہے کہ جیسا کہ وہ بعینہٖ حضرت عیسٰے علیہ السلام کے حق میں وارد ہے - اب سمجھو اگر
حضرت سید و مولانا محمد المصطفٰی بھی جسم کیطرح آسمان پر اٹھائے گئے ہیں اور فوت نہیں ہوئے
اور مدینہ میں ان کا مزار مطہر نہیں تو ہم ہر گز نہیں ایمان لا سکتے ہوں کہ ایسا ہی حضرت عیسٰے علیہ السلام بھی
آسمان کی طرف بجسدہ العنصری اٹھائے گئے ہونگے اور اگر ہمارے سید و مولے و سید الکل
خاتم المرسلین افضل الاولین والآخرین ہمارا امام محبوب اللہ زمین پر حقیقی موت سے ہو چکے ہیں تو آؤ
خدا تعالیٰ سے ڈرو اور فلما توفیتنی کے وہ معنے نہ کرو جو ہمارے سید و مولے صلے اللہ
علیہ وسلم نے اپنے لئے کئے ہیں اور اس عبد اللہ کے لئے وہ معنے بیان کئے جسکا نام مسیح ابن مریم ہے
بخاری اس مقام میں سورۃ آل عمران کی یہ آیت انی متوفیک کیوں لایا اور کیوں ابن عباس کی
روایت کی کہ متوفیک کے معنے ممیتک ہیں اسکی وجہ بخاری کے صفحہ ۶۶۵ میں شارح بخاری نے یہ لکھی ہے
ھذہ الآیۃ من سورۃ آل عمران انما ذکرھا لمناسبۃ فلما توفیتنی یعنے
یہ آیت انی متوفیک سورۃ آل عمران میں ہے اور بخاری نے جو اس جگہ اس آیت کے
ابن عباس سے یہ معنے کئے کہ متوفیک ممیتک تو اسکا یہ سبب ہے کہ بخاری نے فلما توفیتنی

نہین کہ ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے ہین اور مدینہ منورہ مین آپ کا مزار موجود ہے
پھر جبکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے وہی لفظ فلما توفیتنی کا حدیث بخاری مین اپنے لئے اختیار
کیا ہے اور اپنے حق مین ویسا ہی استعمال کیا ہے جیسا کہ وہ حضرت عیسے کے حق مین مستعمل تھا تو کیا
اس بات کو سمجھنے مین کچھ کسر رہ گئی کہ جیسا کہ آنحضرت صلعم وفات پا گئے ویسا ہی حضرت مسیح ابن مریم
بھی وفات پا گئے۔ یہ تو ظاہر ہے کہ قرآن کریم کی آیات اور مفہوم آیات مین کسی طور سے تحریف جائز
نہین۔ اور جو کچھ اصل منشاء اور اصل مفہوم اور اصل مراد ہر ایک لفظ کی ہے اُس سے عمداً اُسکو اور
معنون کی طرف پھیر دینا ایک الحاد ہے جسکے ارتکاب کا کوئی نبی یا غیر نبی مجاز نہین ہے اسلئے
کیونکر ہو سکتا ہے کہ نبی معصوم بجز حالت تطابق کلی کے جو فی الواقع مسیح کی وفات سے اسکی
وفات کو تھی لفظ فلما توفیتنی کو اپنے حق مین استعمال کر سکتا اور نعوذ باللہ تحریف کا مرتکب ہوتا بلکہ ہمارے
سید و مولے صلے اللہ علیہ وسلم امام المعصومین و سید المحفوظین نے۔ (روحی فداء سبیلہ)
لفظ فلما توفیتنی کا نہایت دیانت و امانت کے ساتھ انہین مقررہ معینہ معنون کے ساتھ اپنے
حق مین استعمال کیا ہے کہ جیسا کہ وہ بعینہٖ حضرت عیسٰےؑ کے حق مین وارد ہے۔ اب بھائیو اگر
حضرت سید و مولانا بجسدہ العنصری آسمان کیطرف اُٹھائے گئے ہین اور فوت نہین ہوئے
اور مدینہ مین ان کا مزار مطہر نہین تو گواہ رہو کہ مین ایمان لاتا ہون کہ ایسا ہی حضرت عیسٰےؑ بھی
آسمان کی طرف بجسدہ العنصری اُٹھائے گئے ہونگے اور اگر ہمارے سید و مولے و سید الکل
ختم المرسلین افضل الاولین والآخرین اول المحبوبین والمقربین درحقیقت فوت ہو چکے ہین تو آؤ
خداتعالے سے ڈرو اور فلما توفیتنی کے پیارے لفظون پر غور کرو جو ہمارے سید و مولے اصلی اللہ
علیہ وسلم نے اپنے مین اور اُس عبد صالح مین مشترک بیان کئے جسکا نام مسیح ابن مریم ہے
بخاری اس مقام مین سورہ آل عمران کی یہ آیت انی متوفیک کیون لایا اور کیون ابن عباس سے
روایت کی کہ متوفیک ممیتک اسکی وجہ بخاری کے صفحہ ۶۶۵ مین شارح بخاری نے یہ لکھی ہے
هذه الآية متوفيك من سورة ال عمران ذكرها ههنا لمناسبت فلما توفيتني يعنے
یہ آیت انی متوفیک سورت آل عمران مین ہے اور بخاری نے جو اس جگہ اس آیت کے
ابن عباس سے یہ معنے کئے کہ متوفیک ممیتک تو اسکا یہ سبب ہے کہ بخاری نے فلما توفیتنی

کے معنے کھو دینے کے لئے بوجہ مناسبت یہ فقرہ لکھدیا ورنہ آل عمران کی آیت کو اس جگہ ذکر کرنے کا کوئی
محل نہ تھا۔ اب دیکھئے شارح نے بھی اس بات کو قبول کرلیا ہے کہ امام بخاری انی متوفیک ممیتک
کے لفظ کو شہادت کے طور پر بہ تقریب تفسیر آیت فلما توفیتنی لایا ہے اور کتاب التفسیر میں جو بخاری
نے ان دونوں متفرق آیتوں کو جمع کرکے لکھا ہے تو بجز اسکے اس کا اور کیا مدعا تھا۔ کہ وہ حضرت
عیسےٰ کی وفات خاص رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے قول سے ثابت کرچکا ہے۔ اب جبکہ اصح الکتاب
کی حدیث مرفوع متصل سے جسکے آپ طالب تھے حضرت عیسےٰ کی وفات ثابت ہوئی۔ اور قرآن
کی قطعیۃ الدلالت شہادت اسکے ساتھ متفق ہوگئی۔ اور ابن عباس جیسے صحابی نے بھی موت
مسیح کا اظہار کردیا۔ تو اس دوہرے ثبوت کے بعد اور کس ثبوت کی حاجت رہی۔ میں اس جگہ اور
دلائل لکھنا نہیں چاہتا۔ میری کتاب ازالہ اوہام موجود ہے۔ آپ اسکو رد کرکے دکھلاویں۔ خود
حق کھلجائیگا۔ حضرت عیسےٰ وفات پاچکے اب آپ کسی طور سے انکو زندہ نہیں کرسکتے۔

اب میں نے حضرت اصل مدعا کا فیصلہ کردیا۔ زیادہ لکھنے کی حاجت نہیں۔ جب میری اور
آپ کی تحریریں شایع ہونگی۔ منصف لوگ خود لینگے۔ آپ نے ایک ذوالوجوہ آیت کو جسکے
قطعی طور پر ایک معنے ہرگز قائم نہیں ہوسکتے۔ قطعیۃ الدلالت ٹھہرانا چاہا تھا۔ میں نے اس طرح کہ
جیسے دن چڑھ جاتا ہے۔ آپ کو دکھلادیا۔ کہ وہ آیت حضرت عیسےٰ کی زندگی پر ہرگز ہرگز قطعیۃ الدلالۃ
نہیں۔ آپ نہیں دیکھتے کہ اسکے ضمیروں میں ہی کس قدر گڈمڈ پڑا ہوا ہے کوئی کسی طرف پھیرتا
ہے اور کوئی کسی طرف۔ نہ حال کے ایک معنے ٹھہر سکتے ہیں۔ اور نہ خالص استقبال کے ایک
معنے۔ پھر وہ قطعیۃ الدلالت کیونکر ہوگئی۔ کیا قطعیۃ الدلالت اسی کو کہتے ہیں کہ کوئی اسکی ضمیر
خداتعالےٰ کیطرف پھیرے اور کوئی ہمارے سید ومولانبی عربی خاتم الانبیاء کیطرف اور کوئی حضرت
عیسےٰ کیطرف اور کوئی قبل موتہ کی ضمیر حضرت عیسےٰ کیطرف پھیرے اور کوئی کتابی کیطرف
جبکہ تعین مرجع میں ہی ابتدا سے یہ تفرقہ چلا آیا ہے۔ اور پھر اہل کتاب کے لفظ میں بھی تفرقہ اور اشکال
کہ وہ کس زمانہ کے اہل کتاب میں ہیں۔ اور پھر بقول آپکے ایمان لانے والوں کا زمانہ بھی ایک
نشان دہی کے ساتھ مقرر اور معین نہیں۔ تو پھر انصافاً فرمایئے۔ کہ باوجود ان سب آفتوں کے
یہ آیت قطعیۃ الدلالت کیونکر ٹھہرے گی۔ قرآن کریم کے کئی مقامات سے ثابت ہورہا ہے

کہ اس دنیا کے زوال تک کفار اہل کتاب باقی رہین گے پھر یہ تاویل کہ کسی وقت قیامت سے پہلے پہلے کل اہل کتاب مسلمان ہوجاینگے کس طور سے صحیح ٹھہر سکتی ہے۔ کیا کوئی اور بھی آیت اپنے کھُلے کھُلے اور بیّن منطوق سے اس بات کی مصدق ہے کہ ضرور ہے کہ آخری وقت مین قیامت سے پہلے تمام اہل کتاب مسلمان ہوجاینگے۔ قرآن کریم کی نصوص بیّنہ قطعیۃ الدلالت کو محض ایک ذوالوجوہ اور متشابہ آیت پر نظر رکھکر ردّ کردینا دیانت کا کام نہین ہے۔ اللہ جلشانہ فرماتا ہے کہ متشابہات کا اتباع وہ کرتے ہین جن کے دل مین کجی ہے اور صراط مستقیم کے پابند نہین ہین۔ پھر وہب اور محمد بن اسحاق اور ابن عباس واقع موت کے قایل ہین۔ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم موت مسیح پر صریح شہادت دیتے ہین اور امام بخاری خود اپنا مذہب یہی ظاہر کرتے ہین تو پھر باوجود ان مخالفانہ ثبوتون کے قبل موتہٖ کی ضمیر کیونکر قطعی طور پر حضرت عیسیٰ کیطرف پھر سکتی ہے۔ اور مین نے آپ کے خالص مستقبل کا بھی پورا پورا فیصلہ کردیا ہے طالب حق کے لئے کافی ہے۔

پھر آپ اپنے پرچہ کے اخیر مین فرماتے ہین کہ ہم دعوے سے کہتے ہین کہ جہان کے مفسرین و جملہ صحابہ و تابعین مسیح ابن مریم کی موت سے منکر اور حیات جسمانی کے قایل ہین اسکے جواب مین عرض کیا جاتا ہے۔ کہ اگر آپکے ساتھ کوئی عامی اور بے خبر مفسر ہوگا۔ ہمارے ساتھ اللہ جلشانہ اور اُسکا پیارا اور برگزیدہ رسول ہے۔ کیا اُس حدیث کے موافق جو کتاب التفسیر مین امام بخاری نے لکھی ہے اور ابن عباس کا قول اُس کی تائید مین ذکر کیا ہے۔ آپکے پاس اس پایہ کی کوئی حدیث ہے جسکے الفاظ متنازعہ فیہ کے بارے مین ابن عباس جیسے صحابی کی شرح ہی ہو تو وہ حدیث آپکو شایع کرنی چاہئے اور جیساکہ اصح الکتب بخاری مین ابن عباس سے انی متوفیک کی شرح انی ممیتک منقول ہے۔ بھلا ایسی اصح الکتب مین سے کسی اور صحابی کے حوالہ سے متوفیک کے کوئی اور معنے بھی تو ثابت کرکے دکھلادین۔ آپ جانتے ہین کہ بخاری تنقید مین اول درجہ پر ہے اور وہ حضرت عیسیٰ کی وفات بیان کرچکا ہوا اور اسکے صفحہ ۶۶۵ مین ایک جلیل الشان صحابی ابن عم رسول اللہ متوفیک کے معنے ممیتک بتلا رہا ہے اور جو آنکھین رکھتا ہے وہ خوب جانتا ہے کہ امام بخاری اس آل عمران کی آیت کو برموقعہ تفسیر فلما توفیتنی کیون لایا۔ اور ابن عباس کا قول کیون پیش کیا۔ اور آیت فلما توفیتنی کو کتاب التفسیر مین کیون درج کیا۔ مین نے تو صحابی کیا جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم کا فرمودہ بھی آپکے سامنے رکھدیا۔

اور صحابی بھی پیش کر دیا آپ اگر سچے ہوں تو اسی کتاب اصح الکتب سے کوئی حدیث اس پایہ کی پیش کریں
جس سے حضرت مسیح کی زندگی جسمانی ثابت ہوتی ہو لیکن ایسا نہ کریں کہ آیت لیؤمنن کی طرح کوئی
ذوالوجوہ اور مجہول المفہوم حدیث پیش کر دیں [illegible] آیت لیؤمنن کے متعلق چند روز کے بعد
ہم دونوں کا وقت ناحق ضائع ہوا [illegible] آپ نے قطعیۃ الدلالت [illegible] پانچ دلیلوں پر
حصر کیا تھا وہ [illegible] کی طرح [illegible] ہو گئیں۔ حضرت آپ [illegible] اگر پہلے سے آپ جانچ لیتے
تو میرا عزیز وقت ناحق آپ کے ساتھ ضائع نہ ہوتا۔ اب جبکہ آپ کے ان اول درجہ کے دلائل کی یہ حالت ہے
تمام ذخیرہ سے چن کر پیش کیا گیا تھا۔ آخر میں یہ کیفیت نکلی تو میں کیونکر اعتبار کروں کہ آپ کے دوسرے
دلائل میں کچھ جان ہوگی [illegible] لکھے ہیں [illegible]
بھی تین پرچے [illegible]
خود فیصلہ کرلے گی کہ [illegible] آپ کے دلائل [illegible] اور آپ کی پیش کردہ
آیت کیا در حقیقت قطعیۃ الدلالت ہے یا ذوالوجوہ [illegible] قابل اعتراض
ٹھہرتی ہے یا نہیں۔ چونکہ مساوی طور پر ہم دونوں کے پرچے ہو چکے ہیں تین آپ کی طرف سے
اور تین میری طرف سے۔ اسلئے [illegible] ہم دونوں میں سے کسی کو
اختیار نہ ہوگا کہ [illegible] طور پر [illegible]
کے بیانات ختم ہو گئے ہیں اور اس مضمون کے شائع ہونے کے بعد جب پبلک کی طرف سے
منصفانہ رائیں شائع ہوں گی اور شائع ہونے کے ذریعہ سے [illegible] حق کی خوب پیدا ہو جائیگی۔
تو اس تصفیہ کے لئے آپ تحریری طور پر دوسرے امور میں بھی بحث کر سکتے ہیں لیکن اس
تحریری بحث کے لئے میرا اور آپ کا دہلی میں اقامت رکھنا ضروری نہیں۔ جبکہ تحریری بحث ہے
تو دور رہ کر بھی ہو سکتی ہے۔ میں مسافر ہوں اور مجھے زیادہ اقامت کی گنجائش نہیں۔

مراسلت نمبر (۱)

مابین

مولوی محمد بشیر صاحب

اور

مولوی سید محمد احسن صاحب

مولوی محمد بشیر صاحب

دام مصلیاً مبسملاً کو

کرم معظم بندہ جناب مولوی محمد احسن صاحب دام مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ عنایت نامہ مورخہ ۲۔ ربیع الثانی پہنچا۔ مشرف فرمایا مندرجہ پر آگاہی حاصل ہوئی۔ چونکہ بحث حیات و وفات مسیح علیہ السلام کی مبنی ادلہ شرعیہ پر ہے الہام کو اسمین کچھ دخل نہین ہے۔ اور گو جناب مرزا صاحب کو الہام مین کیسا ہی یدطولیٰ ہو لیکن خاکسار کے زعم مین علوم رسمیہ مین آپ کو انپر ترجیح ہے اسلئے آپ کو مین احق بالمباحثہ جانتا ہون۔ علاوہ اسکے خاکسار کے اور آپ کے درمیان مین جو علاقہ محبت قبل اس کے کہ آپ جناب مرزا صاحب کے مسیح موعود ہونیکے معتقد ہون مستحکم تھا وہ اظہر من الشمس ہے گویا ہم دونون مصداق اس شعر کا تھے۔ ؎ وکنا کندمانی جذیمۃ حقبۃ ✤ من الدھر حتیٰ قیل لن یتصدعا۔ اور یہ محبت محض دینی تھی نہ دنیوی اور جب سے آپ جناب مرزا صاحب کے مسیح موعود ہونے کے معتقد ہوئے ہین۔ جب سے ہم دونون مصداق اس شعر کا ہین ؎ فلما تفرقنا کانی ومالکا ✤ لطول اجتماع

لم نبت لیلۃ معا - اور یہ ہجران بھی محض دین کے لئے ہے نہ کسی غرض دنیوی سے اور اس مرض ہجران کا علاج میرے نزدیک کوئی نہیں ہے - سوا اسکے کہ میرے اور آپ کے درمیان مین مباحثہ تحریر حیات و وفات مسیح علیہ السلام مین محض اظہاراً للصواب واقع ہو جاوے کیونکہ مین سچے دل سے آپ سے کہتا ہون کہ اگر وفات میرے نزدیک ثابت ہو جاوے گی تو مین بے تامل اپنے قول سے رجوع کرونگا - واللہ علی ما اقول وکیل اور آپ کے ساتھ بھی مجھکو حسن ظن یہی ہے - پس امید قوی ہے کہ بعد مباحثہ کے سبب مرض انشاء اللہ تعالے زایل ہو جائے گا رہے لوازم بشریت وظہور فساد فی البر والبحر سو اگر مین اور آپ تہذیب عقلی و نقلی کا التزام کرلین تو ان کے مفاسد و شرور سے بچنا آسان امر ہے اور طریقہ مناظرہ مستحسن یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک ہم مین سے مدعی بنے اور دوسرا مجیب اور مدعی کی تین تحریرین ہون نہ کم نہ زیادہ اور مجیب کی دو تحریرین ہون نہ کم نہ زیادہ - اسکے بعد عکس الامر ہو یعنے جو مجیب تھا وہ مدعی بنے اور مدعی مجیب اور یہان بھی مدعی کی تین تحریرین ہون نہ کم نہ زیادہ - اور مجیب کی دو تحریرین ہون نہ کم نہ زیادہ - اس طریقہ مین فایدہ یہ ہے کہ بحث اس امر کی اٹھ جائے گی کہ دراصل کون مدعی ہے اور کون مجیب اور ہر ایک کو اپنے دعوے کی دلیل بیان کرنے اور مخالف کی دلیل کے رد کرنے کا علے سبیل المساوات خوب موقع ملے گا - اور پرچے بھی دونون کے مساوی العدد ہو جائینگے - خاکسار کی جانب سے آپکو اختیار ہے چاہے پہلے مدعی بنئے چاہے مجیب - امید کہ جواب رقعہ ہذا سے جلد اور ضرور مشرف فرمایئے والسلام خیر الختام - مورخہ ۷ ربیع الثانی سنہ ۱۳۰۹ھ -

محمد بشیر عفی عنہ

مولوی سید محمد احسن صاحب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مبسملاً محمداً مصلیاً مسلماً - مخدوم و مکرم جناب مولوی محمد بشیر صاحب السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ نامہ نامی عز ثانی اپنے مذاق و چاشنی فقد مکرر عطا فرما کر سرفراز و ممتاز فرمایا اور درخواست مکرر مباحثہ کو دیکھکر حیران ہوا کہ مولانا صاحب تو معرکۃ العلماء مین دہلی سے بقول خود فتح عظیم حاصل کر کے تشریف لائے ہین - اور

ایک ایسے نامی گرامی شخص کو جو دنیا بھر میں معروف و مشہور ہے شکست دی ہے پھر اس ہیچمدان و نالایق سے درخواست مباحثہ کیون ہے۔ من المثل السائر فی الوری وکل الصید فی جوف الفرا یہ امر محجوب ہے کہ اعالی پر فتح پاکر ادانی کی طرف توجہ نہین رہتی۔ یاالٰہی! یہ عالم رؤیا ہے یا یقظہ کیونکہ جناب کا صرف درخواست مباحثہ کرنا اس ہیچمدان سے خصوصاً کل بروز جمعہ جلسہ وعظ مین باعث نہایت عزت اور فخر کا ہی اگرچہ روبرو جناب کے ہیچمدان محض ساکت وصامت ہی ہوجاوے تو بھی باعث فخر ہے اکھاڑے مین نامی پہلوان سے بھاگے ہوئے کو بڑی عزت حاصل ہوجاتی ہے۔ کاش اگر یہ درخواست مباحثہ قبل اس فتح عظیم کے واقع ہوتی تو بھی شائد اپنے موقع اور محل پر ہوتی یاالٰہی یہ ترقی معکوس کیسی ہے۔ سہ ایں کہ می بینم بہ بیداریست یارب یا بخواب۔ بہرحال اس خواب کی تعبیر جو خیال ناقص مین آئی ہے خیر لنا وشر لاعدائنا پھر عرض کرون گا۔ جواب عنایت نامہ گذارش کرتا ہون۔

گذارش اول

جناب والا نے بروقت تشریف آوری کے دہلی سے جب نیازمند خدمت مبارک مین حاضر ہوا تو زبان فیض ترجمان سے یہ مضمون ارشاد فرمایا تھا الفاظ کچھ ہون مگر مطلب یہی تھا۔ کہ یہ مباحثہ میرا علی الرغم مولانا سید نذیر حسین صاحب و محمد حسین وغیرہ کے واقع ہوا ہے بلکہ ان علما نے بسبب نہ شریک کرنے انکے کے مباحثہ مین حتّٰی کہ جلسۂ بحث مین بھی جب شریک نہ کیا تو بخدمت حضرت مرزا صاحب سلمہ ان علما نے یہ تحریر کر بھیجا کہ اس مباحثہ کی فتح و شکست کا اثر ہم پر نہ پہونچیگا۔ اور یہ خبر سب دہلی مین بھی مشہور ہوگئی تھی اور یہ بات علاوہ ہے کہ یہ درخواست فریق ثانی کی تھی مگر آپکی رائے عالی بھی یہی تھی۔ اسی ضمن مین اور بھی چند باتین ارشاد فرمائین جن کو پھر عرض کرونگا۔ آخر اسی جلسہ مین یہ بھی فرمایا کہ بشرط اسکے کہ تم ہماری تحریر مین کوئی نقض و جرح نہ کرو تو ہم اسکو سنا بھی دینگے۔ اس پر امنا وسلمنا کہا گیا اور وعدہ یہ قرار دیا گیا کہ غریب خانہ پر بوقت صبح آپ تشریف لاوینگے اور خلوت مین سب سنا دیا جاوے گا۔ صبح کو ہیچمدان منتظر رہا کہ مولویصاحب حسب الوعدہ اب تشریف لاتے ہونگے الکریم اذا وعد وفا لیکن یہ امید مبدل بیاس ہوگئی سہ اے بسا آرزو کہ خاک شدہ۔ حرف نوازشنامہ صادر ہوا جس مین چند امور تحریر فرمائے گئے تھے منجملہ انکے خلف وعدہ کا یہ عذر تھا کہ یہ مباحثہ تم کو تمہارے مکان پر سنانا و جتانا خلاف مصلحت ہے کیونکہ خدا نخواستہ اگر تو مجھ پر سے الزام

واتمام رفع ہوا ہے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۔ مولویصاحب ایسے مباحثہ کا اس ہیچمدان سے اخفا کرنا جس کی نسبت سنتا ہوں کہ ہمارے مولویصاحب کو فتح ہوئی اور حضرت مرزا صاحب کی شکست اور برملا ایک شہر کلان دہلی میں واقع ہوا۔ ہر ایک تحریر پر فریقین کے دستخط ہوئے جسمین تحریف وتبدیل کی گنجایش نہیں اور عنقریب بذریعہ طبع اسکو آپ شایع بھی کرینوالے ہیں خواہ اُدھر سے شایع ہو یا نہ ہو پھر اسکے اخفا میں کیا مصلحت تھی ع نہان کے ماند آن رازے کزو سازند محفلہا اگر کوئی مقدمہ اسکا بطور مقاصد کے لکھا جا رہا ہے جیسا کہ سننے میں آیا ہے تو وہ بعد از جنگ یاد آید کا مصداق ہے۔ اصول مقاصد مباحثہ میں اس کو دخل ہی کیا ہے جملہ مقدمات مقاصد جو مناط اور مدار استدلال ہیں سب اس میں موجود اور مرتب ہو چکے ہونگے پھر اسکے اخفا میں کبھی تو یہ عذر فرمایا کہ وہ تحریرات ابھی پراگندہ ہیں اس لئے بالفعل بھیج نہیں سکتا ہوں اور کبھی اسکے اخفا میں کسی مصلحت کی رعایت فرمانا فہم ناقص میں نہیں آتا خصوصًا ایسی حالت میں کہ ہیچمدان آپ کو اظہار حق و صواب میں ایک شمشیر برہنہ تصور کرتا ہے الحاصل جبکہ اس ہیچمدان کی نسبت ابتداءً تاکید تھی کہ یہ مباحثہ مجھ کو جب سنایا جاویگا کہ تو اس میں بالکل خاموش رہے اور پھر باوجود قبول کر لینے اس شرط کے وہ سنایا بھی نہ گیا کہ مصلحت کے خلاف تھا تو اب احقر کو واسطے مباحثہ کے امر فرمانا متناقض اس امر کے ہے جسکا حکم اول ہو چکا ہے امور متناقضہ کے ساتھ کسی مجھ سے عاجز ناتوان ہیچمدان کا مکلف کرنا تکلیف مالایطاق ہے ولا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا اگر مباحثہ ہی مطلوب ہے تو اول وہی مباحثہ دہلی واسطے مطالعہ کے روانہ فرمایا جاوے اسی پر نظر عاجز ہو سکتی ہے۔

گذارش ثانی

مدت تخمیناً سات آٹھ ماہ کی گذری ہوگی کہ جب حضرت مرزا صاحب کے بارے میں فیمابین احقر و جناب کے تذکرہ ہوا کرتا تھا تو جناب نے اس ہیچمدان کو یہ مشورہ بدین خلاصہ مضمون دیا کہ اس بارہ میں برملا گفتگو ہونا مناسب نہیں عوام بھڑک جاتے ہیں۔ بہتر یہ ہے کہ خلوت میں ہی گفتگو ہوا کرے احقر نے بھی اسکو مصلحت سمجھ کر قبول کیا اور یہ قرارداد ہوا کہ تمہارے ہی مکان میں یہ جلسہ ہوا کریگا چنانچہ خلوت میں تین جلسے ہوئے اور ہیچمدان نے اللہ تعالی کو شاہد کر کر اول بدین خلاصہ

مضمون اقرار کیا کہ چونکہ یہ جلسہ خالصاً للہ ہے اسواسطے مین عہد کرتا ہون کہ جو امر احقر کے فہم
ناقص مین صواب ہو اور نفس الامر مین غلط تو اللہ کیواسطے آپ اسکو ضرور رد فرماوینگے اور مین اسکو
قبول کرلونگا - علےٰ ہذا القیاس جناب والا نے بھی احقر کے اس اقرار کے بعد خود اللہ تعالےٰ کو گواہ
قرار دیکر یہ مضمون ارشاد فرمایا کہ مین بھی الیٰ آخرہ ہی کرونگا - اس مین سہو ہوا ہو تو ہوگا مطلب یہی تھا
الفاظ گو اور ہون - بعد اس عہد و پیمان کے احقر نے مسودہ اعلاء الناس حصہ اول جناب والا
کو سنانا شروع کیا جس جگہ جناب نے اُس مین بطور تائید کے کوئی مضمون ارشاد فرمایا اسکو بھی
مین نے درج کرلیا - اور مجھکو خوب یاد ہے کہ کسی مضمون پر آپنے جرح نہین کیا بلکہ تائید اگر کچھ
ارشاد فرمایا - شاید ایک جگہ جرح کیا تھا اُسکو مین نے کاٹ دیا تھا اور اسپر بڑی دلیل ایک یہ ہے کہ حصہ
اول اعلام کو شائع ہوئے عرصہ تخمیناً سات آٹھ ماہ کا ہوا ہوگا اور جناب کے پاس بھی نسخہ مطبوعہ
اُسکا پہونچ گیا ہے جو مضمون تائیداً آپکی طرف سے اُس مین لکھا گیا ہے اُسکی تکذیب آپ نے
ابتک شائع نہین فرمائی اگر آپ مقام توقف مین نہ ہوتے تو ابتک ضرور اسکی تکذیب کا اشتہار
دیدیتے - الحاصل جب جلسے متفرق ہو چکے تھے جو عوام نے جناب پر اتہام اور الزام لگانے
شروع کئے پھر جلسہ خلوت کا نہ ہوا سہ آن قدح بشکست و آن ساقی نماند پس جبکہ حصہ اول مین تخمیناً
دو ایک ورق سنانے سے باقی رہگئے ہین یا شاذ و نادر کوئی ایک آدھ مضمون بھی رہگیا ہو جو بروقت نظر ثانی
کے درج کیا گیا ہو - غرضکہ حصہ اول آپکا سنا ہوا ہی - وللاکثر حکم الکل پھر مولانا میرا کیا قصور ہے مثل مشہور ہے
کہ خود کردہ را علاجے نیست - ان سب واقعات سے مجھکو پوری جرأت ہوگئی تب حصہ اول کو احقر نے حق سمجھکر
شائع کردیا پھر اگر تدارک مافات کرنا ہی تو حصہ دوم بھی شائع ہو چکا ہی جسکو جناب نے ابھی شاید مطالعہ نہین فرمایا ہوگا ورنہ
ہوئی کہ حصہ اول تو حسب الطلب خدمت اقدس مین حاضر کیا گیا ہی جس جگہ دونون حصون مین جنابکے کلام پر جواب رد
تحریر فرمایئے انشاء اللہ تعالےٰ اگر حق ہوگا تو قبول کرلونگا اور بڑا باعث حصہ دوم کی اشاعت کا یہ بھی ہوا کہ ایکروز تنہا راہ مین جنابنے
چلتے ہوئے یہ مضمون فرمایا کہ حیات مسیح فی الحقیقت ثابت نہین اگرچہ خلاف مذہب جمہور ہے مگر اسکو کسی سے تم کہو مت مطلب یہی تھا الفاظ
گو اور ہون جب چارو ناطرف سے آپ پر عوام الزام لگانے لگے تب آپنے وعظ مین حضرة اقدس مرزا صاحبکو دجال کذاب تعریضاً
کنایتاً فرمایا جب بھوپال مین اس وعظ کی خبر مشہور ہوئی تو ایکروز میرے ایک محب مکرم احقر سے تنہا راہ محلہ نظر گنج مین فرمانے لگے
کہ مولوی محمد بشیر صاحب تو حضرت مرزا صاحب کو دجال کذاب کہتے ہین مینے عرض کیا کہ آجکل کی روایات کا کیا اعتبار ہے مولوی صاحب سے

بالمشافہ دریافت کرلیا جاوے۔ احقر اور محب ممدوح آپ کی خدمت مین حاضر ہوئے اور محب ممدوح نے اسبارے مین بطور خود خواہ کن ہی الفاظ سے ہو جناب سے استفسار کیا۔ جناب نے احقر کے سامنے درجواب یہ مضمون ارشاد فرمایا کہ مین نے دجال کذاب نہین کہا۔ مرزا صاحب کو اس امر مین خطا پر جانتا ہون۔ خواہ خطا الہامی ہو یا خطاء اجتہادی یا خطاء عمدی۔ الفاظ کچھ ہون مطلب یہی تھا۔ ان واقعات کا افشاء احقر نے آج تک نہین کیا تھا لیکن جب خدام جناب احقر کو بہت تاکید سے کسی مصلحت کے سبب مباحثہ پر مجبور فرماتے ہین تب مجبور ہوکر یہ اسرار مخفیہ اظہارًا للصواب ظاہر کئے جاتے ہین پھر معہذا ہیچمدان کو مباحثہ سے احقاق حق اور اظہار صواب کی امید ہو تو کیونکر ہو اُسکی کیا سبیل ہو وہ ارشاد ہو بعد اسکے لتعمیل ارشاد کے لئے حاضر ہون۔

گذارش سوم

عنایت نامہ مین الہام کو جو جناب نے ادلہ شرعیہ سے خارج فرمایا ہے یہ مسئلہ بھی درمیان فحول علماء کے طویل الذیل ہے اور ہیچمدان اس کی بحث سے اعلام الناس حصہ دوم مین بطور استدلال علوم رسمیہ کے اپنے زعم مین فارغ ہوچکا ہے۔ پس یہ بھی ضرور ہے۔ کہ جناب اُسپر قبولًا یا ردًّا نظر فرماوین خلاصہ یہ ہے کہ ہیچمدان اعلام الناس مین یہ سب ابحاث درج کرکر فارغ ہوچکا ہے۔ بلکہ حضرت اقدس مرزا صاحب سلمہ ازالہ اوہام مین تمام ابحاث متعلقہ مسئلہ متنازعہ فیہا کو درج فرما چکے ہین اور جملہ مراتب مندرجہ عنایت نامہ (کہ کبھی مدعی کو منصب مجیب کا دیدینا چاہئیے اور کبھی مجیب کو منصب مدعی کا) طے فرما چکے ہین پس جو جو امور کہ جناب کی رائے کے خلاف ہین خواہ ازالہ اوہام مین ہوں یا اعلام الناس مین اوّلًا اظہارًا للصواب واحقاقًا للحق بطور مناظرہ حقہ کے ان مین بھی نظر فرمائیے۔ خصوصًا ایسی حالت مین کہ جناب نے اثناء مباحثہ دہلی مین لکر رسہ کر ربہ وعدہ بھی فرمایا ہے کہ ازالہ کا ردّ مین خوب بسط سے کرونگا۔ پس اول ان سب رسائل کا جواب ہوجانا بھی ضرور ہے اسکے بعد اگر احقر نے آپکے جوابات کو تسلیم کرلیا۔ فہو المراد ورنہ ہیچمدان کی نظر اظہار للصواب بشرائط مفیدہ ہو سکتی ہے کیونکہ اس جانب سے تو اپنے زعم مین صحیح ہو یا خلاف پورا تمام حجت کردیا گیا ہے۔

گذارش چہارم

یہ جو ارشاد فرمایا گیا کہ مرزا صاحب کو الہام مین کیسا ہی یدطولی حاصل ہو لیکن جناب کے زعم

مین علوم رسمیہ مین اس ہیچمدان کو اُن پر ترجیح ہے۔ یہ ہیچمدان احق بالمباحثہ ہے۔ جن علما و اولیا کے نفوس قدسیہ ایسے ہوتے ہین کہ اُن کو الہام مین ید طولیٰ حاصل ہو انکو علوم رسمیہ کی ضرورت ہی نہین ہوتی ہے۔ یہ مسئلہ بھی فحول علما کا تسلیم کیا ہوا ہے اور اپنے محل پر ثابت ہے یہانتک کہ رسایل منطق اور اُنکے حواشی مین علماء متقشفہ نے بھی اس مسئلہ کو مسلم کرکر لکھدیا ہے کہ فنون منطق وغیرہ علوم رسمیہ کی حاجت نفوس قدسیہ کو ہرگز نہین ہوتی اور جملہ قواعد صحیحہ اور اصول حقہ ان علوم کے اُنکے اذہان مین ایسے مرکوز ہوتے ہین کہ کوئی مسئلہ علمی متعلق ان فنون رسمیہ کے اُن سے خلاف صادر نہین ہوتا پس اگر تسلیم بھی کیا جاوے کہ حضرت مرزا صاحب کو علوم رسمیہ مین مزاولت کم ہے تو اُن کو باوجود حاصل ہونے ید طولیٰ کے الہام مین اس کی ضرورت ہی کیا ہے اور اسیوجہ سے ایسے علماء صاحب نفوس قدسیہ ملہمین کا کوئی عالم علوم رسمیہ کا مقابل و ردیف نہین ہوسکتا من المثل السائر فی الورے۔ ومن الردیف وقد رکبت غضنفرا مولوی شاہ ولی اللہ صاحب حکیم امت رحمۃ اللہ علیہ علوم حدیثیہ اسماء الرجال واصول فقہ واصول حدیث کی نسبت حجۃ اللہ مین ارشاد فرماتے ہین۔ وھذا بمنزلۃ اللب والدر عند عامۃ العلماء وتصدی لہ المحققون من الفقہاء ھذا۔ وان ادق العلوم الحدیثیۃ باسرھا عندی واعمقہا محتدا وارفعہا منارا واولی العلوم الشرعیۃ عن اخرھا فیما اری واعلاھا منزلۃ واعظمہا مقدارا ھو علم اسرار الدین الباحث عن حکم الاحکام ولمیاتہا واسرار خواص الاعمال ونکاتہا فھو واللہ احق العلوم بان یصرف فیہ من اطاقہ نفائس الاوقات ویتخذہ عدۃ لمعادہ بعد ما فرض علیہ من الطاعات الی ان قال ولا ینتبین اسرارہ الا لمن تمکن فی العلوم الشرعیۃ باسرھا واستبد فی الفنون الالٰھیۃ عن اخرھا ولا یصفو مشربہ الا لمن شرح اللہ صدرہ لعلم لدنی وملاء قلبہ بسر وھبی کان ماذلک وقاد الطبیعۃ سیال القریحۃ حاذقا فی التقریر والتحریر بارعا فی التوجیہ والتھیر الی اخرہ۔ اور اس احقر کو جو جناب نے حسن ظن فرما کر ایسا بڑھا دیا کہ مرزا صاحب سے احق بالمباحثہ قرار دیا یہ حسن ظن خلاف واقعہ ہے اور عکس القضیہ ہے چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔ ایسا حسن ظن تو وضع الشیٔ فی غیر محلہ ہے اور اگر جناب والا کے نزدیک یہ حسن ظن فی محلہ ہے تو وہی مباحثہ

دہلی واسطے مطالعہ کے روانہ فرمایا جاوے اسپر بغور وامعان نظر کرلونگا۔

گذارش پنجم

ایک مشورہ ضروری خدمت مبارک مین عرض کرتا ہون کہ ایت لَیُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ کو جنابنے حیات مسیح مین قطعی الدلالت بڑے زور شور سے ثابت کیا ہے۔ علماء دہلی حضرت میان صاحب مدظلہ وغیرہ ونیز مولوی محمد حسین بٹالوی اس آیت کو حیات مسیح مین قطعی الدلالت نہین سمجھتے چنانچہ جنابنے بھی بروقت ملاقات اس ہیچدان سے یہ امر بیان فرمایا تھا ورنیز بذریعہ تحریرات آمدہ از دہلی یہ امر احقر کو معلوم ہوا تھا اور نیز مولوی محمد حسین نے اشاعۃ مین صرف اتنا لکھا ہو کہ یہ آیت مطلوب مین اشارہ کرتی ہے۔ اندرینصورت یہ سب علماء اس استدلال مین آپ سے مخالف ہین اگر اولاً مباحثہ جناب ان علماء سے ہوجاوے اور پہلے باہمی آپس مین اسکا تصفیہ کرلیا جاوے تو بہتر ہے کہ اسکا ثمرہ عظیم حاصل ہوگا۔ احقر بھی اس امر خاص مین ان علماء کا موافق ہے جبتک کہ وہ حق پر رہین بعد تصفیہ باہمی کے جو امر حق ہوگا احقر تک بھی پہنچ جائیگا اور اگر یہ مشورہ پسند خاطر عاطر نہو تو وہی مباحثہ دہلی روانہ فرمادیا جاوے۔ انشاء اللہ تعالے احقاقاً للحق اسپر بہت غور وامعان سے نظر کرلونگا

گذارش ششم

علاقہ محبت اور ہجران کی نسبت جو جنابنے فرمایا اس کی نسبت یہ گذارش ہو کہ فی الحقیقت احقر کو تو جناب کی خدمت مین اب تک ویسی ہی محبت ہے جیسا کہ سابق مین تھی اسوجہ سے جو اشعار عربی جنابنے لکھے ہین اُن کو بار بار پڑھتا ہون اور دل نیاز منزل پر ایک حالت رقت کی طاری ہوتی ہے اور اُنکے ساتھ ان اشعار کو بھی ضم کرتا ہون۔ ؎

ولقد ندمت علی تفرق شملنا + ندما افاض الدمع من اجفانی
ونذرت ان عاد الزمان یلمنا + ماعدت اذکر فرقہ بلسانی
واقول للحساد موتوا حسرۃ + واللہ انی قد بلغت امانی
طفح السرور علیّ حتی انہ + من فرط ما قد سرنی ابکانی
یا عین ما بال البکا لک عادۃ + بتکین فی فرح وفی احزانی

اور عبارت جناب مین یہ جو منطوق بالمفہوم ہے کہ جب سے اس مسئلہ کو تمنے تسلیم کیا ہے تب سے ہجران

اختیار کیا گیا ہے یہ امر نفس الامر کے خلاف معلوم ہوتا ہے شاید واسطے خاطرداری اور مدارات عوام کے مصلحتاً یہ جتلانا منظور ہے کہ ہم ابتدا سے اس مسئلہ میں مخالف ہیں نہ متوقف کیونکہ جس روز تک جناب والا دہلی سے واپس تشریف لائے ہیں اُس روز تک تو ہجران کی ہاء ہوز بھی موجود نہ تھی حتی کہ بنا بر مدارات احقر کے کسی قدر علماء دہلی کی شکایت غیر مہذبی اور مرزا صاحب کی ثنا تہذیب احقر سے بیان فرمائی اور مباحثہ کے سُنانے کا بھی وعدہ غریب خانہ احقر پہ تشریف لا کر فرمایا گیا اور دہلی سے ایک عنایت نامہ بنام احقر درجواب عریضہ ارسال ہوا جس میں کچھ تذکرہ مجمل مباحثہ کا تھا اور اُس سے پہلے وقت تشریف بری دہلی کے جناب والا نے بمعیت چند اشخاص معزز و مہذب اس احقر کے پاس قدم رنجہ فرمایا اور ارادہ جانیکا دہلی کو بغرض مباحثہ ظاہر فرمایا گیا گویا احقر سے رخصت ہو کر دہلی تشریف لے گئے اور اس سے پہلے جب مولوی محمد حسین صاحب اور جناب سے کسی مسئلہ میں کچھ مباحثہ ہوا تھا اور احقر خدمت مبارک میں حاضر ہوا تو جناب والا نے اپنی زبان فیض ترجمان سے اُس کل مباحثہ کی زبانی نقل فرمائی اور یہ بھی ارشاد کیا کہ بعد اللتیا و التی میں نے تو مولوی محمد حسین صاحب کو دجال کذاب کہہ دیا یہ سب حال سنکر احقر کو اس امر سے نہایت رنج ہوا اور بعض احباب سے اس رنج کو احقر نے ظاہر بھی کیا کہ مولوی محمد حسین صاحب کے ساتھ جو علماء مشہورین میں سے ہیں ایسا معاملہ و مکالمہ مناسب نہیں تھا یہ سب واقعات اس امر کے شواہد ہیں کہ جناب والا کو مرزا صاحب کے امر میں بسبب اسکے کہ اُنکے دعاوی حیز امکان میں ہیں توقف تھا اور حیز امتناع میں نہ سمجھی گئی تھی۔ چنانچہ بروایت ثقات سے یہ امر بھی معلوم ہوا تھا کہ جناب نے حصہ اول اعلام کی نسبت ارشاد فرمایا کہ اُس میں جو ادلہ مندرج ہیں وہ ادلہ امکان کے اچھے لکھے ہیں۔ خلاصہ سب معروضات کا یہ ہے کہ سابق اس سے دعاوی مرزا صاحب آپکے نزدیک سلسلہ ممکنات شرعیہ میں داخل تھے۔ نہ ممتنعات شرعیہ میں اسیواسطے جناب کو توقف تھا اور یہ واقعات سب کے دیکھے ہوئے اور سُنے ہوئے ہیں اب اسکے خلاف کے اظہار میں جناب کی کوئی مصلحت ہے تو احقر کو اس میں کچھ کلام نہیں۔ صرف اظہاراً للصواب ایک امر حق ظاہر کیا گیا اور یہ بطور مبتدا الحقُ کہا گیا ہے اب دیکھئے خبر اُس کی مُر واقع ہوتی ہے یا حلوہ۔

گذارش ہفتم

ظہر الفساد فی البرّ و البحر کے اثر سے محفوظ رہنے کی نسبت جو ارشاد ہوا- وہ اگرچہ آپ کی ذات محبت سمات سے متوقع ہے مگر آپ کے متقدین اور متعلقین سے کیونکر متوقع ہو جناب کو اگر اپنے دل پر پورا قابو ہے تو دوسرو نپر کیا قدرت داختیار ہے قلب المؤمن بین اصبعین من اصابع الرحمن- بذرایع معتبر سننے سنا کہ ایک جلسہ مین جو دہلی مین منعقد ہوا تھا آپ میرے سچے دوست مجمع البحرین الخیر اسم با مسمے مولوی خیر اللہ صاحب وغیرہ نے آپکو یہ مشورہ دیا کہ مولوی محمد احسن یا تو اس مسئلہ سے توبہ کرین یا مباحثہ کرلین ورنہ سلام کلام جملہ حقوق اسلام اُن سے ترک کیئے جاوین اور زمرہ المحدثین سے خارج- اسکا تدارک جناب والا کیطرف سے کیا واقع ہوا اُنکے مشورہ کے بموجب ایک عنایت نامہ واسطے طلب مباحثہ کے تحریر پایا گیا جس سے بسبب ایسے شرور و فساد کے نیازمند کوسون بھاگتا ہے اور کل برد زجمعہ بھی جلسہ وخطبہ مین بھی یہی اعلان کیا گیا- پھر احقر کو اظہار صواب اور احقاق حق کی امید باوجود دخل دینے ایسے مجمع الخیر کے کیونکر ہو اُسکی کیا سبیل ہے-

گذارش ہشتم

طرز مناظرہ جو تبدیل فرمایا گیا ہے اور یہ تجویز کیا گیا ہے کہ ایک میعاد کے بعد مدعی مجیب بن جاوے اور مجیب مدعی- یہ بھی رائے ناقص مین مستحسن نہین معلوم ہوتا- اگرچہ جناب نے اُسکو بہت غور اور فکر سے ایجاد کیا ہو کیونکہ ایسا انقلاب اور تبدیل بحث آداب مناظرہ سے رائے ناقص مین بالکل خلاف ہو غصب منصب جو علماء نظار کے نزدیک مذموم ہے ایسی صورت مین اُسکا ارتکاب کرنا پڑجاویگا- علاوہ برین یہ عرض ہو کہ مباحثہ تو حیات و ممات ہی مین ہے اور جناب والا مدعی حیات کے ہین پس جبکہ جناب مدعی حیات کے نہ رہین گے اور اس دعوے سے دست بردار ہو جاوینگے تو بحث ختم ہو چکی- آپ خود بخود قایل ممات کے ہو گئے- کیونکہ حیات و ممات مین کوئی واسطہ تو ہے ہی نہین جو بحث باقی رہے اجتماع الضدین تو محالات مین سے ہے حیات بھی نہ ہو اور ممات بھی نہ ہو اسکے کیا معنے- ہان اہل دوزخ کے واسطے ایسا کچھ ارشاد ہوا ہو کہ لا یموت فیہا و لا یحیی حیات و ممات مین ایسا تضاد ہے جیسا کہ وجود و عدم مین- پھر یہ بات فہم ناقص مین نہین آتی کہ جناب والا ایک میعاد کے بعد دعوے حیات سے بھی دست بردار ہو جاوین اور پھر بھی ممات کے قایل نہ ہون- اور بحث جاری رہے اسمین جناب والا کو کیا اظہار حق و صواب کو رخاطر عاطر ہی

اندرین صورت فریقین کے پرچہ مساوی نہ رہین گے وَتِلْكَ اِذًا قِسْمَةٌ ضِيْزٰى ہے جناب والا نے یہ مسئلہ علیہ عنایت نامہ مین ایسا مندرج فرمایا ہے کہ ہیچمدان کی سمجھ مین نہین آتا اور اغلب کہ دیگر ہیچمدانونکی سمجھ مین بھی نہ آوے گا پس طرز جدید رائے ناقص مین مستحسن نہین ہو وہی طرز اور وہی مباحثہ محررہ جناب جس سے دہلی مین فتح ہوئی ہے کافی ہے کیونکہ مجرب بھی ہو چکا ہے اندرین صورت وہی مباحثہ دہلی ہیچمدان کے پاس روانہ فرما دیجئے حق ہوگا تو قبول کر لونگا ورنہ نظر کر کر کچھ عرض کرونگا انشاء اللہ تعالےٰ۔

گذارش نہم

جناب والا جب دہلی سے واپس تشریف لائے تو بروقت ملاقات کے احقر سے فرمایا تھا کہ جب حضرت میان صاحب مدظلہ نے بہت سا کچھ اصرار کیا کہ اگر مباحثہ کرتے ہو تو اسمین مولوی محمد حسین صاحب وغیرہ سے ضرور بالضرور مشورہ کر لو کیونکہ تلاحق افکار سے علم مین ترقی ہو جاتی ہے تب آپنے میانصاحب سے کہا کہ مجھ کو اپنی ادلہ پر ایسا وثوق ہے کہ حاجت اعانت اور مشورہ کی ہرگز نہین ہو مطلب یہی تھا گو الفاظ اور ہون۔ یہ سب قصہ جب احقر نے آپ کی خاص زبان فیض ترجمان سے سنا ہو اگرچہ بذریعہ آمد خطوط بھی معلوم ہوا تھا تب سے احقر نہایت مضطرب اور بیقرار ہے کہ وہ ادلہ قطعیہ دفعتًا کیونکر غیب الغیب سے عالم شہود مین پیدا و ظاہر ہو گئین کہ نہ حضرت شیخ الکل مدظلہ کے خیال مین آئین۔ اور نہ مولوی محمد حسین وغیرہ کی قوت متخیلہ مین گذرین اور تعجب پر تعجب یہ ہے کہ روایت عدول و ثقات سے سنا گیا کہ چند روز قبل تشریف بری دہلی کے آپنے بھی برملا فرمایا تھا کہ حیات مسیح پر کوئی دلیل قطعی نہین معلوم ہوتی۔ شرق سے غرب تک بھی اگر کوئی تفحص کرے تو بھی ایسی دلیل نہ ملیگی پس جبکہ وہ ادلہ قطعیہ دفعتًا غیب الغیب سے عالم شہود مین آگئی ہین اور مباحثہ دہلی مین پیش ہو کر صورت فتح و غلبہ بھی پیدا ہو گئی ہے تو وہ ادلہ قطعیہ محررہ پیش شدہ بعینہا ہیچمدان کے پاس روانہ فرما دیجئے بھلا جب وہ ادلہ قطعی الدلالت ہونگی تو احقر انکو کیونکر قبول نہ کریگا۔ اور جو مقدمہ اسکا لکھا جا رہا ہو اگر آپ چاہین تو اسکو نہ دکھلائیے کیونکہ وہ مقدمہ غایت الامر یہ ہے کہ بطور مساوی کے ہوگا۔ نہ بطور مقاصد اور اصول مطالب کے کیونکہ ایسے اصول و مقدمات مقاصد سب قبل ہی سے ممہد ہو چکے ہونگے اصول مقاصد مین اسکو دخل ہی کیا ہے

گذارش دہم

جناب کو معلوم ہے کہ یہ احقر دس بجے سے شام تک کچہری مین کام سرکاری کرتا ہے صبح سے

دس بجے تک کچھ سبق گھر پر پڑھاتا ہے۔ کچھ تلاوت قرآن مجید کی بطور نذر کے اپنے اوپر لازم اور واجب کر لی ہے۔ بقیہ وقت حوائج خورد و نوش اور شقوق وغیرہ میں صرف ہو جاتا ہے اور دس بج جاتے ہیں۔ اور اوقات جناب کے بالکل فارغ احقر کا یہ حال کہ کبھی تعطیل ہو گئی تو ایک گھنٹے کی مجھکو فرصت مل گئی جس میں کچھ لکھ لکھا لیا یا کسی کتاب وغیرہ کا مطالعہ کر لیا چنانچہ یہ ملتمسہ جمعہ کے روز لکھنے بیٹھا تھا اسمیں بعض احباب آ گئے ملتوی رکھا گیا۔ لیکن اتفاقاً آج بتاریخ یازدہم ربیع الثانی بروز ہفتہ بھی تعطیل تھی لہذا اسکو پورا کر لیا۔ ورنہ اگر تعطیل نہ ہوتی تو آج پورا بھی نہ ہوتا۔ یہ احوال اوقات احقر کا جناب کو معلوم ہے لیکن بمزید احتیاط اسواسطے التماس کیا گیا کہ اگر مباحثہ دہلی احقر کے پاس اسواسطے مطالعہ کے روانہ کیا جاوے تو اسپر نظر اوقات فرصت میں کرونگا۔ جناب والا اسکی طرف سے تعجیل نہ فرمائی جاوے کیونکہ تعجیل کی کچھ ضرورت بھی ایسی نہیں معلوم ہوتی۔ سب کام تامل اور تانی سے اچھا ہوتا ہے۔ ہاں البتہ جناب والا نے جو طرز مباحثہ دہلی تجویز کیا ہے احقر کو بہت مستحسن معلوم ہوتا ہے۔ دعوے حیات سے جسوقت دست برداری ہو گئی اسوقت مباحثات بہت سہل ہو جاوینگی اسمیں تضیع اوقات بہت کم ہو گی کیونکہ پھر بحث کی کچھ حاجت ہی نہ رہے گی۔ اس تجویز کے استحسان میں احقر بالکل آپکا موافق ہے البتہ اتنا امر اسپر مزید عرض کرتا ہوں کہ وہی مباحثہ دہلی بعینہا حجت ہو اسی پر نظر کر لونگا۔ تبدیل طرز مناظرہ کی کوئی ضرورت نہیں اور غیر مقبول ہے۔ مورخہ دہم ربیع الثانی روز جمعہ وقت شام مطابق سیزدہم نومبر ۱۸۹۱ء۔

طرز استدلال مباحثہ دہلی پر نظر

حامداً ومصلیاً ومسلماً اس نیاز نامہ کا جواب مولویصاحب نے جو بھیجا تو اس میں گذارشہائے دوگانہ مندرجہ اخلاص نامہ کو تصدیق فرمایا لیکن اسکے ساتھ یہ بھی تحریر کیا کہ کلمۃ حق ارید بہا الباطل۔ اور کچھ عذرات باردہ ایسے تحریر فرمائے کہ احقر انکو بالفعل شائع نہیں کرتا۔ کیونکہ عوام کو انسے تلون طبع کا اور ثبوت ملجاویگا اور طرز استدلال مباحثہ دہلی کا کچھ تبدیل فرما کر صرف آیت لَیُؤْمِنَنَّ بِہٖ قَبْلَ مَوْتِہٖ سے استدلال کیا۔ اور آخر میں یہ بھی لکھا کہ ادلہ حیات مسیح میرے پاس اور بھی بہت ہیں وہ پھر لکھی جاوینگی اور مطاوی تحریر میں بعض ایسے الفاظ تحریر فرمائے جو مولویصاحب کے

شان سے بعید تھے۔ اور طرز استدلال کی نسبت فرمایا کہ یہ وہی طرز ہے جو مباحثہ دہلی کا تھا احقر نے اس عنایت نامہ حال کو تین نوٹ بدین خلاصہ مضمون دیکر بجنسہا واپس کر دیا۔

خلاصہ مضمون نوٹ اول

الفاظ خلاف تہذیب کے خطوط احقر اور جناب کی تحریر مین آنا مناسب نہین ورنہ مباحثہ نہوگا۔

خلاصہ مضمون نوٹ دوم

اس تحریر کا مقابلہ اصل مباحثہ سے کرا دیا جاوے۔

خلاصہ مضمون نوٹ سوم

کل ادلہ حیات مسیح اس تحریر مین جمع کر دیجاوین۔ بار بار ایک عوے اپر وقتاً فوقتاً متفرق ادلہ کا پیش کرنا کچھ ضرور نہین ہی ہان فریقین کو اختیار ہے کہ جتبک چاہین نقض و جرح ادلہ مین یا تائید انکی مین وقتاً فوقتاً تحریر کرین۔ اسکا جواب آج کی تاریخ تک مولویصاحب کیطرف سے صادر نہین ہوا لہذا بعد انتظار بسیار احقر اب اُس وعدہ کا ایفا کرتا ہی جو آغاز اخلاصنامہ مین نسبت تعبیرہ (اینکہ می بینم بہ بیداریست یارب یا بخواب) کے کیا گیا تھا۔

تعبیر

تعبیر اسکی یہ ہی کہ مولویصاحبکو مباحثہ دہلی مین فتح اور کامیابی حاصل نہین ہوئی جیسا کہ مشہور کر رکھا ہے بلکہ ناکامی ہوئی ہی جسکو احقر بعونہ تعالے ناظرین کو ثابت کر دکھاویگا انشاء اللہ تعالیٰ۔ ناظرین کو مباحثہ کے معاینہ سے واضح ہوا ہوگا کہ جن علوم رسمیہ کی اعانت سے علماء ظاہر الیسے مسائل مین بحث و نظر کرتے ہین اُن ...... علوم مین سے سواء نحو کے اور وہ بھی ادھورے طور پر مولویصاحب نے کسی ایک علم سے بھی مدد نہین لی مثلاً دار و مدار علماء نظار کا ایک علم اصول فقہ ہی مولویصاحب نے اُسکی طرف بالکل توجہ نہین فرمائی ورنہ تین چار سطر و نمین مباحثہ ختم تھا یا پھر ان بطور نمونہ کے بعض علوم رسمیہ کی اعانت سے مجملاً کچھ عرض کرتا ہی اگر مولویصاحب بھی ان علوم رسمیہ کی اعانت سے مباحثہ فرماوینگے۔ تو پھر انشاء اللہ تعالے پھر ان بھی تفصیل سے عرض کریگا +

علم اصول فقہ

مولویصاحب نے اس علم کیطرف بالکل توجہ نہین فرمائی۔ اگرچہ احقر کا منصب مدعی کا نہین ہی لیکن اس غرض سے کہ مولویصاحب اس علم کیطرف توجہ فرماوین کچھ عرض کرتا ہی کہ وفات عیسی بن مریم آیت انی متوفیک سے بروایت صحیح بخاری

عن ابن عباس اعنی ممیتک کے بطور عبارت النص کی ثابت ہی اور مولویصاحب اگر تمام
توغل اپنا جو علم اصول میں انکو ہی صرف فرماوینگے تو اسکا نتیجہ شاید استقدر حاصل ہو کہ حیات عیسیٰ بن مریم آیت
وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ سے بطور اشارۃ النص کے ثابت کیجاوے لیکن یہ
مسئلہ تمام کتب میں مندرج ہے کہ ترجیح العبارۃ علی الاشارۃ وقت التعارض پس وفات
ثابت رہی۔ اور حیات ساقط الاعتبار ٹھہری اور مباحثہ ختم ہوا۔

طرز دوم ازروئے علم اصول فقہ

دوسرے طور پر آیت انی متوفیک حسب روایت صحیح بخاری کے وفات عیسیٰ ابن مریم میں محکم ہی کیونکہ
تعریف محکم کی کتب اصول فقہ اور نیز حضرت نواب صاحب بہادر مرحوم و مغفور نے حصول المامول
وغیرہ میں یہ لکھی ہے المحکم ماله دلالة واضحة اور بفرض تسلیم لفظ قبل موته حیات
مسیح پر اگر دلالت بھی کرے تو یہ دلالت واضح نہیں ہی کیونکہ اس میں ضمائر وغیرہ ذوالوجوہ میں اور
روایتًا و درایتًا مفسرین کا ان میں بہت سا کچھ اختلاف ہی اور اسیکو متشابہ کہتے ہیں پس یہ لفظ متشابہ
ہوا اسی حصول المامول میں لکھا ہی والمتشابه ماله دلالة غير واضحة اب ظاہر ہے
کہ ہوتے محکم کے متشابہ کیطرف کیونکر رجوع ہوسکتا ہے لقوله سبحانه تعالی فَاَمَّا الَّذِيْنَ
فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَآءَ تَاْوِيْلِهٖ اسیطرح
پر اگر دیگر قواعد علم اصول کیطرف رجوع کیا جاوے تو مباحثہ چار پانچ سطروں میں ختم ہوسکتا ہی مگر آپ احقر کو
اس تقریر سے مدعی نہ قرار دیلویں۔ یہ تقریر تو بطور نقض یا معارضہ کے عرض کیگئی ہی اور یہی سائل کا منصب ہے

طرز استدلال ازروئے اصول حدیث

مولویصاحب نے اس علم کی طرف بھی توجہ نہیں فرمائی ورنہ چار پانچ سطروں میں فیصلہ ہوجاتا
تقریر اسکی بطور نمونہ مجملا یہ ہے کہ صحیحین کی حدیثوں سے جو ازالہ اوہام میں لکھی ہیں وفات عیسیٰ بن
مریم ثابت ہوتی ہے اور اگر بعض روایات مرسل یا ضعیف وغیرہ سے حیات مسیح بن مریم ثابت کیجاوے
تو اسکو علم اصول حدیث کب تسلیم کرے گا وہ تو باواز بلند پکار پکار کر کہہ رہا ہی کہ احادیث متفق علیہا
جملہ احادیث پر مقدم ہیں پس وقت تعارض کے احادیث متفق علیہا جملہ احادیث پر مقدم رہیں گی۔
وھو المطلوب۔

استدلال از روئے علم منطق

مولویصاحب نے اس مباحثہ مین علم منطق سے کبھی کام نہین لیا ورنہ شکل اول بدیہی الانتاج سے ایک دو سطر مین فیصلہ ہوجاتا۔ مگر یاد رہے کہ مین مدعی نہین ہون بلکہ ناقض اور معارض ہون بطور نمونہ کے تقریر اس کی یہ ہے۔ عیسی بن مریم کان نبیا من الناس وماتت الناس حتی الانبیاء یعنی کلھم ماتوا فعیسٰی بن مریم ایضا مات مقدمہ صغریٰ تو مسلم ہی ہے اور مقدمہ کبرے ایسا مشہور ہے کہ اطفال مکتب لفظ حتیٰ کی مثال مین پڑھا کرتے ہین پس وہ بھی مسلم ہے اور اگر مسلم نہ ہو تو آیت قرآن مجید موجود ہے۔ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَاِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰۤى اَعْقَابِكُمْ وغیر ذلک من الآیات۔ تنبیہ جامع مسجدون مین اثناء خطب منظومہ اردو مین ائمہ مساجد پڑھا کرتے ہین ؎

آدمؑ کہان حواؑ کہان مریمؑ کہان عیسٰیؑ کہان
ہارونؑ اور موسٰیؑ کہان اس بات کا ہی سب کو غم

ایضاً

حضرت آدمؑ نبی نیچے زمین کے چل بسے
نوحؑ کشتیبان عالم بھی یہان سے چل بسے

یوسفؑ ویعقوبؑ و اسمٰعیلؑ و اسحٰقؑ و خلیلؑ
اور سلیمانؑ آسمانی مہر والے چل بسے

ہودؑ و ادریسؑ و یونسؑ شیثؑ و ایوبؑ شعیبؑ
دعوت اسلام کرکے ٹھہرے چند چل بسے

حضرت عیسٰیؑ نبی داؤدؑ و موسٰیؑ خاک مین
لیکے توریت و زبور انجیل حق سے چل بسے

واسطے جنکے زمین و آسمان پیدا ہوا
جنت الفردوس مین وہ حق کے پیارے چل بسے

الی آخر ما قال +

استدلال از روئے علم بلاغت

اس علم کیطرف بھی مولویصاحب نے رخ تک نہین کیا ورنہ بہت آسانی سے فیصلہ ہوسکتا تھا مطول اور اس کے حواشی مین لکھا ہے وتقدیم المسند الیہ للدلالة علی ان المطلو انما ھو اتصاف المسند الیہ بالمسند علی الاستمرار لا مجرد الاخبار بصدورہ عنہ کقولك الزاھد یشرب ویعزب دلالة علی انه بصدر الفعل عنه حالته فحالہ علی سبیل الاستمرار قال السید السند علی قول العلامة۔ انما یدل علیہ الفعل

المضارع. قد یقصد بالمضارع الاستمرار علی سبیل التجدد والتقضی
بحسب المقامات ووجہ المناسبۃ ان الزمان المستقبل مستمر یتجدد شیئا
فشیئا فناسب ان یراد بالفعل الدال علیہ معنی یتجدد علی نحوہ بخلاف
الماضی لانقطاعہ والحال لسرعۃ زوالہ الی اٰخر العبارۃ حاصل مطلب اس کا
یہ ہے کہ تقدیم مسند الیہ کی کبھی دلالت کرتی ہے اس بات پر کہ مسند الیہ مسند کے ساتھ بطور استمرار کے
متصف ہے اور وہاں پر صرف یہی مطلب نہیں ہوتا کہ مسند کے صادر ہونے کی مسند الیہ سے خبر
دیجاوے جیسا کہ زاہد شراب پیتا ہے اور یہ عبارت نفی کرتا ہے السید السند فرماتے ہیں کہ مضارع سے
استمرار کا قصد علی سبیل التجدد اور التقضی کے بحسب مقامات کے قصد کیا جاتا ہے اور صیغہ مضارع
کا جو واسطے دلالت کرنے کے اوپر استمرار کے خاص کیا گیا اور ماضی و حال کو استمرار کیواسطے
مقرر نہ کیا اُس کی یہ وجہ ہے کہ زمانہ مستقبل ایک ایسی شئے مستمر ہے جو چیز بچیز متجدد ہوتی
رہتی ہے پس جو فعل کہ اُس زمانہ متجدد پر دلالت کرے اسکو دوام تجددی کیواسطے مقرر کیا گیا
اور یہی مناسب تھا۔ بخلاف ماضی کے کہ وہ منقطع ہو چکا اور حال سریع الزوال ہے السید السند دوسری
جگہ حواشی مطول میں لکھتے ہیں وقد یقصد فی المضارع الدوام التجددی وقد سبق
تحقیقہ۔ دوسری جگہ مطول میں لکھا ہے۔ کما فی قولہ تعالے اللّٰہ یستہزئ بہم ویمدہم
بعد قولہ تعالے انما نحن مستہزؤن حیث لم یقل اللّٰہ مستہزئ بہم بلفظ اسم الفاعل
قصدا الی حدوث الاستہزاء وتجددہ وقتا بعد وقت الی قولہ وہکذا کانت
نکایات اللّٰہ فی المنافقین وبلایاہ النازلۃ بہم تتجدد وقتا فوقتا وتحدث حالا فحالا
انتہی ایضا قال ان المضارع المثبت یفید استمرار الثبوت یجوز ان یفید المنفی
استمرار النفی وغیر ذلک من العبارات الصریحۃ۔ پھر اس صیغہ مستقبل کے دوام تجددی
کے واسطے مستعمل ہونے میں کسی کا خلاف بھی نہیں معلوم ہوتا ایک مسئلہ اتفاقیہ ہے۔ پس اگر حضرت مرزا
صاحب نے حسب مقتضائے مقامات قرآن مجید میں مستقبل سے معنے دوام تجددی کی مراد لی تو
کونسا محذور لازم آیا بینوا توجروا اور مباحثہ ایک صفحہ میں ختم ہو گیا +

علم اسماء الرجال

اس علم کیطرف مولویصاحب نے صرف اسقدر توجہ فرمائی ہے کہ رجال اسناد قرأت قبل کی موثقیہ کی توثیق وتعدیل حضرت مرزاصاحب سے دریافت فرمانے لگے مگرجو روات کہ مولویصاحب روایات مندرجہ مباحثہ مین قابل تنقید واقع ہوئی ہین اُن کا کچھ بھی احوال تحریر نہ فرمایا۔ پھر حضرت مرزاصاحب سے رواۃ اسنادِ اُس قرأت کی توثیق جو تفاسیر معتبرہ مین بحوالہ مصحف ابی بن کعب لکھی ہے بعد تسلیم کرلینے اُس قرأت کے مصحف ابی مین توثیق رجال کیون دریافت فرمائی گئی تِلْکَ اِذًا قِسْمَۃٌ ضِیْزٰی۔ علم اسماء الرجال مین کمال تو یہ ہوتا کہ جو راوی کی زبان سے نکلتا اُسکی وفیات وسنین ولادت اور اعمار اور سوانح عمری اور کنیٰ اور القاب او رجملہ اسباب قادحہ خفیہ غیرخفیہ زبانی بیان فرما دئے جاتے ورنہ اب تو اکثر کتب حدیث کے حواشی پر اسماء الرجال چڑھا ہوا ہی۔ ادنیٰ طالب علم نقل کرسکتا ہے مولویصاحب کی اس مین کیا خصوصیت ہے پس کوئی کمال علم اسماء الرجال مین مولویصاحب نے یہان پر ظاہر نہین فرمایا شاید کسی اور وقت کے لئے رکھ چھوڑا ہو۔

علم قرأت

اس علم کی طرف مولویصاحب نے بالکل توجہ نہین فرمائی۔ ورنہ چند سطور مین فیصلہ ہوجاتا۔ بطور نمونہ کے تقریر اُسکی مجملاً یہ ہے کہ اگر تسلیم کیا جاوے کہ قرأت مندرجہ مصحف ابی بن کعب بالکل قراءت شاذہ ہے تو قراءت مشہورہ کے لئے اسکے مبین ومفسر ہونے مین کیا کلام ہے۔ یہ مسئلہ بھی قراء وغیرہ کے نزدیک مسلم ہے اتقان وغیرہ مین لکھا ہی۔ وقال ابو عبیدۃ فی فضایل القران المقصد من القراءۃ الشاذۃ تفسیر القراءۃ المشھورۃ وتبیین معانیھا الی قولہ فھذہ الحروف وماشاکلھا قد صارت مفسرۃ للقران وقد کان یروی مثل ھذا عن التابعین فی التفسیر فیستحسن فکیف اذا روی عن کبار الصحابۃ ثم صار فی نفس القراءۃ فھو اکثر من التفسیر واقوی فادنی مایستنبط من ھذہ الحروف معرفۃ صحۃ التاویل انتھی۔ چونکہ متعلق علم قراءت کے مولویصاحب نے کچھ بھی تحریر نہین فرمایا لہذا زیادہ طول نہین کیا گیا۔

جب مولویصاحب کچھ تحریر فرماوینگے تو انشاء اللہ تعالےٰ خاص اس قراءت کی نسبت یہ تفصیل اور بھی لکھا جاویگا واضح ہو کہ ابی بن کعب وہ صحابی جلیل القدر ہین جن کی نسبت حضرت صلے اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہین واقرأکم ابی وایضا قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لابی بن کعب ان اللہ امرنی ان اقرأ علیک القراٰن قال اللہ سمانی لک قال نعم قال و ذکرت عند رب العٰلمین قال نعم فذرفت عیناہ متفق علیہ اور ان حضرت ابی کا ایک مصحف بھی ہے جس کی ترتیب سور اتقان وغیرہ مین لکھی ہے۔

علم تفسیر

مولویصاحب نے اس علم کیطرف صرف اسقدر توجہ فرمائی ہے کہ بعض تابعین کے اقوال دربارہ ترجیح اپنی معنی مختار کے تفسیر ابن کثیر سے نقل کئے ہین اور حضرت ابوہریرہ کا فہم اور کچھ حضرت ابن عباس سے ایک آدہ قول نقل فرمایا ہے۔ اور پرچہ ثانی مین مولوی صاحب نے یہ بھی اقرار کیا ہے کہ اس میرے معنی کیطرف ایک جماعت سلف مین سے گئی ہے یعنے اس آیت کی تفسیر مختلف فیہ اور ذوالوجوہ ہے اجماعی طور پر ایک معنے نہین ہین اور یہ بھی اقرار ہے کہ فہم صحابی کو حجت نہین جانتا باوجود اسکے مولویصاحب نے فن تفسیر کیطرف بالکل توجہ نہین فرمائی۔ فن تفسیر کے روسے کسی ایسی آیت کے معنے مین جس مین تعلق کسی پیشین گوئی کا ہو واقع ہونے پیشین گوئی تک قطعی کچھ فیصلہ نہین ہو سکتا۔ صرف ایک اجتہادی امر ہے کیونکہ حقیقت پیشین گوئی کی لا علم لنا مین داخل ہے بخلاف دیگر مطالب ضروریہ تفسیریہ کے کہ وہ علمتنا مین داخل ہوسکتے ہین اور قطعی فیصلہ بھی ہوسکتا ہے۔ مولویصاحب باوجودیکہ اس آیت کو متعلق پیشین گوئی قرار دیتے ہین پھر بھی لا تقف ما لیس لک بہ علم کا کچھ خوف نہ کیا اور آیت کی تفسیر مین اقوال رجال غیر معصومین سے یہ بات قطعی طور پر یقین کر لی کہ ایک زمانہ ایسا آئیگا کہ بعد نزول عیسٰی بن مریم کے اور قبل موت اُسکی کے جس مین سب اہل کتاب حضرت عیسٰی پر ایمان لے آوینگے جبکہ آیت ذوالوجوہ اور متشابہ ہے اور مولویصاحب کے نزدیک اُسکا تعلق بھی پیشین گوئی سے ہے تو محض قطعی اور یقینی طور پر مولویصاحب کون سے علم سے فیصلہ کر سکتے ہین۔ حضرت ابوہریرہ نے بھی تشکی طور پر اپنے فہم کو ترجیح دی تھی وبس۔ کیا مولویصاحب کو علم غیب ہے یا اس آیت کی تفسیر مین کسی حدیث صحیح مرفوع

متصل سے یہ ثابت ہے کہ معنے آیت کے یہی ہین جو مولوبصاحب نے کئے ہین پیشین گوئی کا تو ذکر ہی کیا ہے۔ مولانا شاہ ولی اللہ صاحب تو دیگر مطالب تفسیریہ کی نسبت یہی تحریر فرماتے ہین پیشتر این فقیر محقق شدہ است کہ صحابہ و تابعین بسیار بود کہ نزلت الاٰیۃ فی کذا وکذا مے گفتند وغرض ایشان تصویر ما صدق آن آیت بود و ذکر بعض حوادث کہ آیت آن را بعموم خود شامل شدہ است خواہ این قصہ متقدم باشد یا متاخر اسرائیلی باشد یا جاہلی یا اسلامی تمام قیود آیت را گرفتہ باشد یا بعض آن را واللہ اعلم ازین تحقیق دانستہ شد کہ اجتہاد را درین قسم دخلے ہست و قصص متعددہ را آنجا گنجایش ہست پس ہر کہ این نکتہ مستحضر دارد حل مختلفات سبب نزول باد نے عنایت مے توان نمود انتہے + ہان مولوبصاحب کو صرف اتنا اختیار تھا کہ اپنے ان معنے مختار کو ترجیح دیتے نہ یہ کہ انکو قطعیۃ الدلالت فرماتے اور نہ ایسا کلمہ کہتے کہ مصداق ہو۔ کَبُرَتْ کَلِمَۃً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاھِھِمْ کا اس معنے کے ماعدا جتنے معنے تمام دنیا بھر کی تفسیرون مین لکھے ہین سب غلط اور باطل ہین۔ اے مولوبصاحب اتق اللہ سے نام نیک رفتگان ضائع مکن۔ تا بماند نام نیکت یادگار + یہ قضیہ بھی تو مسلمہ مفسرین ہے کہ قمتی اختلف التابعون لم یکن بعض اقوالھم حجۃ علی بعض پھر مولوبصاحب کا تمام دنیا بھر کے مفسرین کو باطل اور غلطی پر قرار دینا اور اپنے معنے کو حجت قطعی گردانتا کیا ہی تقوے اور دیانت اور اظہار حق و صواب ہے؟ بینوا توجروا +

علم زبان فارسی

مولوبصاحب نے جو ترجمہ شاہ ولی اللہ صاحب کیطرف توجہ فرمائی تو یہ سبب غلط خیال نون ثقیلہ کے جو جو صیغے کہ فارسی مین واسطے مضارع کے آتے ہین اُن کو خالص استقبال کیواسطے اپنی طرف سے خلاف قواعد فرس قرار دے لیا۔ شاہ ولی اللہ صاحب کے الفاظ ترجمہ یہ ہین ۔ لیش الینۃ متوجہ گردانیم ترا بآن قبلہ کہ خوشنود شوی۔ والبتہ لیسوزانیم آن را بیش پراگندہ سازیم آنرا والبتہ دلالت کنیم ایشان را براہہا خود۔ والبتہ غالب شوم من وغالب شوند پیغمبران من۔ والبتہ زندہ کنیمش بہ زندگانی پاک۔ و درآریم ایشان را در زمرہ شایستگان۔ ایہا الناظرین اطفال بیچارے بھی اس قاعدہ کو خوب جانتے ہین کہ علامت خالص استقبال کی خواہد خواہند خواہی خواہید خواہم ہے اور علامت خالص حال کی لفظ مے کا مضارع پر داخل ہونا ہے۔ اور یہ الفاظ مندرجہ

ترجمہ سب کے سب صیغے مضارع کے ہین نہ خالص استقبال کے۔ اسپر علاوہ یہ ہوا ہے کہ اردو مین لفظ ابھی کا جو خالص حال کیواسطے آتا ہے۔ مولویصاحب نے اُسکو ترجمہ شاہ رفیع الدین صاحب مین یعنے ابھی جلا دینگے ہم اسکو۔ خالص استقبال کیواسطے مقرر فرمایا ہے۔ اب ناظرین انصاف فرماوین کہ مولویصاحب کا اس جگہ پر حضرت مرزا صاحب کی نسبت یہ فرمانا کہ ھذا بعید من شان المحصّلین۔ کیسا اپنے موقع اور محل پر واقع ہوا ہے۔ سبحان اللہ۔

علم مناظرہ

مولویصاحب نے علم مناظرہ کیطرف صرف اسقدر توجہ فرمائی کہ حضرت مرزا صاحب نے جو تعریف مدعی کی لکھی۔ اور اسکی فلاسفی بیان فرمائی اُسپر جھٹ اعتراض کر دیا کہ یہ تعریف لفظ مدعی کی مخالف ہو اُسکے جسکو علما مناظرہ نے لکھا ہے اور رشیدیہ سے یہ عبارت نقل فرمادی کہ:۔ المدعی من نصب نفسہ لاثبات الحکم ای تصدی لان یثبت الحکم الخبری الذی تکلم بہ من حیث انہ اثبات بالدلیل او التنبیہ۔ مگر یہ نہ سوچا کہ حضرت مرزا صاحب نے جو سِرّ اور گُر مدعی ہونیکا بہ تفصیل و بسط کلام بتلایا ہے اور اسپر ایک دلیل عقلی قطعی بھی قائم کر دی ہے۔ وہی سِر من حیث انہ اثبات بالدلیل کی حیثیت سے بخوبی سمجھا جاتا ہے چنانچہ رشیدیہ مین اسی تعریف کے آگے اس قید حیثیت کا فائدہ یہ لکھا ہے فلا یرد ما قیل انہ یصدق ھذا التعریف علی الناقض بالنقض الاجمالی والمعارض وھما لیس بمدعیین فی عرفھم وذلک لانھما لم یتصدیا لاثبات الحکم من حیث انہ اثبات بل من حیث انہ نفی لاثبات حکم تصدی باثباتہ الخصم من حیث انہ معارضۃ لدلیلہ۔ مگر مولویصاحب نے تو سوائے ایک نون ثقیلہ کے جسکا حال انشاء اللہ تعالے بیان علم نحو مین آئیگا کسی طرف توجہ ہی نہین فرمائی نہ تو اس قید حیثیت پر نظر فرمائی جو خود تحریر نہین فرمائی تھی اور نہ اس عبارت رشیدیہ کیطرف غور فرمایا جو لکھی گئی۔ اور حضرت مرزا صاحب نے تو جہان جہان اپنے رسایل مین بطور معارضہ کے وفات عیسےٰ ابن مریم ثابت کی ہو یا نقض اجمالی یا نقض تفصیلی کیا ہو یا دلیل حیات مین کوئی فساد بیان فرمایا ہے اور یا دلیل مدعی حیات کو باطل کیا ہو تو اس بیان نقض و معارضہ سے حضرت اقدس مدعی نفس الامری کیونکر ہو سکتے ہین۔

لانا لا نسلم ان الناقض والمعارض منتصدیان لاثبات الحکم من حیث انہ اثبات بل من حیث انہ نفی لاثبات حکم تصدی باثباتہ الخصم من حیث انہ معارضۃ او نقض لدلیلہ۔

نا تمامی تقریب از روئے علم مناظرہ

اور علم مناظرہ کے روسے تقریب مولویصاحب کی دلیل کی محض ناتمام ہے بیان اسکا چہار سطری یہ ہے۔ مدعا مولویصاحب کا منقح ہوکر یہ رہا ہے کہ بعد نزول عیسٰے ابن مریم اور قبل موت انکی کے ایسا زمانہ آویگا کہ سب اہل کتاب مومن ہوجاوینگے یعنی اسلام میں داخل ہوجاوینگے اور دلیل مولویصاحب کی مستلزم اس مدعا کو نہیں ہے کیونکہ مولویصاحب کا اقرار پرچہ ثانی مین مندرج ہے کہ مراد ایمان سے یقین ہوسکتا ہے نہ ایمان شرعی۔ پس دلیل سے سب اہل کتاب کا ایمان شرعی کے ساتھ مومن ہونا اور اسلام میں داخل ہونا ثابت نہوا اور تقریب محض ناتمام رہی۔ ایہا الناظرین ذرہ انصاف کرو کہ اس مشکل مسئلہ مناظرہ کو حضرت اقدس نے کس آسانی اور سہولت اور حسن اسلوب سے بیان کیا ہے کہ ہر ایک عامی و دانی اسکو سمجھ سکتا ہے لیکن افسوس کہ حضرت مولویصاحب نے اسپر ذرہ بھی خیال نہ فرمایا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۝

نقد حدیث

اس مباحثہ میں نقد حدیث مولویصاحب کا یہ ہے کہ ما اتاکم الرسول کا مصداق حضرت ابوہریرہ کا قول اور فہم مشکوک مندرجہ فاقرؤا ان شئتم وَاِنْ مِّنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ اِلَّا لَیُؤْمِنَنَّ بِہٖ قَبْلَ مَوْتِہٖ کو ٹھہرادیا ہے اور طرفہ تر یہ ہے کہ یہ بھی اقرار ہے کہ فہم صحابی کو میں حجت نہیں جانتا۔ مولانا صاحب جبکہ قول و فہم صحابی حجت نہیں ہے تو اقوال تابعین وغیرہ جو جناب نے اپنے معنے کی تائید میں نقل فرمائے ہیں وہ کیونکر حجت قطعی ہوگئی۔ تِلْکَ اِذًا قِسْمَۃٌ ضِیْزٰی اگر نقد حدیث کیطرف مولویصاحب توجہ فرماتے تو فیصلہ اس مباحثہ کا بہت آسان تھا۔ بیان اسکا بطور نمونہ کے مجملاً یہ ہے کہ صاحب صحیح مسلم نے روایتاً و درایتاً اس امر کا فیصلہ کردیا ہے۔ وامامکم منکم جو صحیحین کی حدیث میں ایک جملہ واقع ہے اس سے کوئی دوسرا امام سوا ابن مریم کے مراد نہیں ہے۔ بلکہ یہ جملہ یا تو بطور صفت کے اسی ابن مریم کا وصف واقع ہوا ہے

یا حال ہے فاعل نزل یا ینزل سے جسکا عامل وہی نزل یا ینزل ملفوظ ہے اور اس مطلب کو امام مسلم
نے چند روایات سے ثابت کیا ہے اول روایت ابن عیینہ سے چنانچہ لکھتے ہین وفی روایۃ ابن عیینۃ
اماماً مقسطاً حکماً عدلاً پھر روایت حضرت ابی ہریرہ یہ الفاظ نقل کئی ہین قال رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم فامکم۔ ناظرین غور فرماوین
کہ اس روایت مین کس تنصیص اور تصریح سے موجود ہے کہ وہی ابن مریم تمہاری امامت کرے گا
نہ یہ کہ کوئی دوسرا اسکے وقت مین امام ہو۔ پھر روایت حضرت ابی ہریرہ دوسری اسناد سے لکھتے
ہین کیف انتم اذا نزل فیکم ابن مریم فامکم منکم اس روایت سے تمام شبہات وشکوک
ثنائیین دفع کردئے گئے ہین۔ پھر آگے چلکر فرماتے ہین فقلت لابن ابی ذئب ان الاوزاعی
حدثنا عن الزہری عن نافع عن ابی ہریرۃ وامامکم منکم قال ابن ابی ذئب
اتدری ما امکم منکم فقلت تخبرنی قال فامکم بکتاب ربکم تبارک وتعالیٰ
وسنۃ نبیکم صلی اللہ علیہ وسلم۔ اب تو کوئی بھی شک باقی نہین رہا جبکہ خود امام
مسلم صاحب نے تقریر فرمایا ہو کہ امامکم منکم حال یا صفت اسی مسیح بن مریم کی واقع ہے نہ کسی دوسرے
شخص کی [illegible] امام مہدی ہونا [illegible] وہ اہلحدیث جو دعوے کیا کرتے ہین کہ احادیث
صحیحین سب [illegible] ایسی کیسے چلے جاتے ہین کہ امامکم منکم تو سواء
ابن مریم کے کوئی [illegible] الناظرین یہ ہے مصداق وما اتاکم الرسول کا یا
وہ [illegible] مولانا صاحب نے فہم [illegible] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا لکھا ہے؟

علم نحو

مولوی صاحب نے اس مباحثہ مین علم نحو سے بڑی اعانت لی ہے اور دارومدار [illegible] استدلال کا [illegible] قطعیۃ الدلالت ہونے
ہی کی دلیل کا اسی مسئلہ نون ثقیلہ کو [illegible] مین [illegible] نون ثقیلہ کا ایک نہایت مقدمہ خفیفہ
ہے جس [illegible] اور کچھ حاصل نہین ہو سکتا۔ بیان اسکا یہ ہے اول تو مولوی صاحب نے اس مسئلہ کو ایسی نحو
کتابون سے نقل فرمایا ہے کہ ان سے ہر ایک طالب علم نقل کر سکتا ہے [illegible] مولوی صاحب کو اسمین کوئی
[illegible] الامتیاز [illegible] حیثیت جیسا کہ ان کی شان عالی ہے۔ حاصل نہین ہوئی۔ کاش اگر ائمہ کبار نحویین مثل
زجاج۔ جوہری۔ سیرافی۔ ابو علی فارسی۔ خلیل ابن احمد۔ اخفش [illegible] اصمعی۔ کسائی۔ سیبویہ مبرد

زمخشری وغیرہ سے کچھ اقوال اس بارہ مین نقل فرماتے تو یہ مباحثہ نحوی مولویصاحب کا کسیقدر ما بہ الامتیاز
ہوجاتا۔ اگرچہ بمقابل حضرت اقدس مرزا صاحب جیسے موید من اللہ کے ان ائمہ کبار کی نقل
اقوال بھی کچھ وقعت نہین رکھتی ملاحظہ فرماؤ کتب قرآ اگر وہ میسر نہون تو مطالعہ کرو کتب مولانا شاہ
ولی اللہ صاحب اگر وہ بھی بالفعل نہ ملین تو دیکھو فوز الکبیر۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب
اُس مین لکھتے ہین۔ ودر نحو قرآن خلطے عجیب راہ یافتہ است وآن آنست کہ جماعتے مذہب
سیبویہ را اختیار کردہ اند وہرچہ موافق آن نیست آن را تاویل مے کنند تاویل بعید باشد یا قریب
واین نزد من صحیح نیست اتباع اقوے واوفق بسیاق وسباق باید کرد۔ مذہب سیبویہ باشد یا
مذہب فراد در مثل وَالْمُقِيمِينَ الصَّلَوٰةَ وَالْمُؤْتُونَ الزَّكَوٰةَ حضرت عثمان گفتہ اند۔
ستقیمہا العرب بالسنتہا وتحقیق این حکم نزدیک فقیر آنست کہ مخالف روزمرہ مشہورہ
نیز روزمرہ است وعرب اول را در اثناء خطب محاورات بسیار واقع مے شد کہ خلاف قاعدہ مشہورہ
بر زبان گذشتے۔ اگر احیاناً بجائے واو یا آمدہ باشد یا بجائے تثنیہ مفرد یا بجائے مذکر مؤنث
چہ عجب۔ پس آنچہ محقق است آنست کہ ترجمہ وَالْمُقِيمِينَ الصَّلَوٰةَ بمعنے مرفوع باید گفت واللہ اعلم۔
اگر مولویصاحب قواعد نحو مندرجہ شرح ملا وحواشی اُسکے کے ایسے پابند ہین کہ سر مو تجاوز نہین کرسکتے
تو سوال ذیل کا جواب مرحمت فرماوین انہین کتابون مین لکھا ہے کہ نون التاکید لا یؤکد
الا مطلوبا والمطلوب لا یکون ماضیا ولا حالا ولا خبرا مستقبلا
اس سے ثابت ہوا کہ لیومنن بہ قبل موتہ جملہ خبریہ نہین ہے بلکہ جملہ قسمیہ انشائیہ
ہے چنانچہ تفسیر بیضاوی وغیرہ مین بھی واللہ کو پہلے لیومنن کے مقدر مانا ہے اور جملہ قسمیہ
انشائیہ ہی قرار دیا ہے اور جبکہ جملہ قسمیہ انشائیہ ہوا تو پیشین گوئی یعنے خبر مستقبل کیونکر ہوسکتا کہ
کجا جملہ خبریہ اور کجا جملہ انشائیہ سہ بین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا۔ اور پھر ایک فساد اسمین
اور بھی پیدا ہوگیا وہ یہ ہے کہ تمام اہل کتاب سے جو ایمان لانا حضرت عیسٰی پر مطلوب الٰہی ہو
وہ قبل اُن کی موت کے ہے کیونکہ تقیید بقید قبل موتہ محض بیکار تو ہے ہی نہین مطول
وغیرہ کو دیکھو جملہ مقیدات مین بموجب قواعد علم بلاغت کے لحاظ قید کا ضروری ہوتا ہو ورنہ

قید محض لغو اور بے فایدہ ہو جائے گی۔ قواعد علم بلاغت کی رعایت سے بعید ہے اگر کاش بجائے قبل موته کے من قبل موته بھی ہوتا تو کسیقدر مناقی مدعا نہ ہوتا۔ یہا نیر تو طلب ایمان کا ظرف زمان قبل موته واقع ہوا ہے نہ من قبل موته۔ قال فی المطول و مختصرہ ما حاصله واما تقیید الفعل وما یشبهه من اسم الفاعل والمفعول وغیرهما بمفعول مطلق او به اوفیه او له او معه ونحوه من الحال والتمیز والاستثناء فلیترتب الفائدة لان الحکم کلما ازداد خصوصا ازداد غرابة وکلما ازداد غرابة ازداد افادة۔ کما یظهر بالنظر الی قولنا شیئ ما موجود و فلان بن فلان حفظ التورات سنة کذا فی بلد کذا۔ اس حیات سے تو حضرت عیسے کی وفات مثل دیگر انبیا کے ہی اچھی ہوتی۔ اگر حالت حیات و نیز ممات اُن کی مین سب اہل کتاب کو اُن پر ایمان لانا مطلوب الٰہی ہوتا اور انیو بعد اُنکی موت کے انپر ایمان لانا اس جگہ مطلوب الٰہی نہین رہا۔ ان هذا الشئ عجاب بل هو عین الفساد۔

بحث ترکیب نحوی

الا لیؤمنن به ترکیب نحوی مین کیا واقع ہوا ہے اگر احدٌ مقدر کی صفت ہے اور احدٌ مبتدا مقدم الخبر ہے یعنے من الکتاب اُس کی خبر واقع ہوئی ہے تو یہ معنے بھی بہ بداہت فاسد ہین۔ کیونکہ حاصل معنے یہ ہوئے کہ جو شخص ایسا ہو کہ ایمان لاوے عیسٰے پر قبل انکی موت کے وہ شخص اہل کتاب مین سے نہین ہے حالانکہ یہ امر ثابت ہو چکا ہے کہ اس شخص مومن کا موافق جناب کی مسلک کے اہل کتاب مین سے ہونا کچھ ضرور نہین۔ سواء اہل کتاب کے دیگر کفار بھی مسیح ابن مریم کے وقت مین اسلام مین داخل ہونگے اور اگر الا لیؤمنن محل خبر مین ہے اور من اهل الکتاب صفت ہے احدٌ مقدر کی اور احدٌ مع اپنی صفت کے مبتدا ہے تو بھی معنے فاسد ہین کیونکہ اس صورت مین بھی تخصیص و تقید اہل کتاب کی موہم اسکی ہے کہ سوائے اہل کتاب کے اور ملت والے حضرت عیسٰے پر ایمان نہ لاوین اور اسلام مین داخل نہ ہون وهذا خلاف دعواکم۔

مرجع ضمیر قبل موتہ

مرجع ضمیر قبل موتہ مین از روئے نحو کے یہ بحث ہے کہ آیت مذکورہ مدعائے مولویصاحب مین حسب فہم حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے بطور شک کے بھی تب دلالت کرے گی کہ ضمیر قبل موتہ کا مرجع صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ہونا از روئے قواعد نحو کے واجب ولازم ہو اور کتابی ما احدٌ کا مرجع ہونا از روئے نحو کے بطور قطعی کے محض باطل اور ممتنع ثابت کیا جاوے حالانکہ وہ وجوب اور یہ امتناع از روئے قواعد نحو کے ہرگز ثابت نہین ہوسکتا بلکہ عام مفسرین نحویین نے راجح اور اولےٰ قول بموجب قواعد نحو کے یہی قرار دیا ہے۔ کہ ضمیر قبل موتہ کی راجع ہے طرف کتابی کے جو لفظ اہل کتاب سے سمجھا گیا یا احدٌ مقدر ہے جسکا مقدر ماننا بسبب استثناء کے ضروریات سے ہے اور اگر جناب والا یہ وجوب اور امتناع ثابت کرینگے تو تمام مفسرین کا اجماع ایک امر ممتنع نحوی پر لازم آتا ہے وَ اللَّازم باطل فالملزوم مثلہٗ فھذا الدعوی تقول علی اللہ وفاسد بالقطع ولا یقول بہ الا من رضی ان یبنی بناءہ علی شفا جرفٍ ھارٍ فانھار بہ۔

بحث سیاق وسباق آیہ از روئے نحو

نحو مین سیاق اور سباق کلام کی رعایت بھی بہت کیا کرتے ہین لہذا اگر آیت مذکورہ سے یہ پیشین گوئی جو مدعا مولویصاحب ہے مراد الٰہی ہو تو سیاق کے بالکل خلاف ہے۔ کیونکہ اوپر ہی عنقریب اس آیہ کے یہ پیشین گوئی موجود ہے فَلَا یُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِیْلًا اور اسکے جملہ خبریہ ہونے مین کوئی کلام اور بحث نحوی بھی نہین ہے بخلاف آیت پیش کردہ مولویصاحب کے کہ بموجب حواشی شرح جامی وغیرہ کے اسکے جملہ خبریہ ہونے مین بموجب مسلک مولویصاحب کے کلام گذر چکا پس ایسا اختلاف سیاق وسباق جس کو کوئی نحوی پسند نہ کریگا کلام الٰہی مین کیونکر ہوسکتا ہے۔ صدق اللہ تعالٰے وَلَوْ کَانَ مِنْ عِنْدِ غَیْرِ اللّٰہِ لَوَجَدُوْا فِیْہِ اخْتِلَافًا کَثِیْرًا ع ۸

سیاق

بیان سیاق یہ ہے کہ آیت وَیَوْمَ الْقِیَامَۃِ یَکُوْنُ عَلَیْھِمْ شَھِیْدًا ابھی اس معنی کے مخالف پڑتی ہے مجملاً بیان اسکا یہ ہے کہ یہ مسئلہ بکتاب اللہ وسنت صحیحہ ثابت ہوچکا ہے کہ پچھلی تمام امم ماضیہ پر یہ امت مرحومہ شہید وگواہ ہوگی اور اس اُمّت مرحومہ پر رسول مقبول صلی اللہ

علیہ وسلم (روحی فداہ) شہید و گواہ ہونگے۔ قال اللہ تعالےٰ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ۔ واخرج احمد والبخاری والترمذی والنسائی وغیرهم عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یدعی نوح یوم القیامۃ فیقال لہ هل بلغت فیقول نعم فیدعی قومہ فیقال لهم هل بلغکم فیقولون ما اتانا من نذیر وما اتانا احد فیقال لنوح من یشهد لک فیقول محمد وامتہ ذلک قولہ یعنی هذہ الایۃ فیشهدون لہ بالبلاغ واشهد علیکم۔

پس اب دریافت کیا جاتا ہے کہ ضمیر علیہم کا مرجع بھی اہل کتاب جو ایمان لے آوینگے اور اسلام مین داخل ہوکر ہمارے حضرت رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کی امت مین داخل ہوجاوینگے تو بالضرور انکے شہید و گواہ بجز رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کے حضرت عیسےٰ کیونکر ہوسکتے ہین حضرت عیسےٰ کا غایت درجہ تو یہ ہے کہ اپنی امت کے شہید ہون فرمایا اللہ تعالےٰ نے کُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ اور اگر کہو کہ یہ منصب جو ہمارے رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کا ہے وہ بعد نزول حضرت عیسےٰ کے حضرت عیسےٰ کو ملجاوے گا تو نعوذ باللہ لازم آتا ہے کہ ختم نبوت نہین ہوا والازم باطل فالملزوم مثلہ اور اگر کہو کہ مرجع ضمیر علیہم کا وہ اہل کتاب ہین جنکا ذکر یہان سے ایک کوس بھر کے فاصلہ پر ہوا ہے تو یہ استفسار ہے کہ اسقدر بعید مرجع کا ماننا کسکا مذہب ہے فراؔ کا یا سیبویہ کا بینوا توجروا

بحث نحوی بابت زمانہ حال

یہ جو بعض کتب نحو مین لکھا گیا ہے کہ زمانہ حال کا ایسا نہین ہے کہ اسمین کوئی فعل واقع ہوسکے۔ اور اسی بنا پر مولویصاحب نے زمانہ استقبال کی دو قسمین فرمائین اول استقبال قریب دوم استقبال بعید اگرچہ مطلب ہمارا اسی سے حاصل ہوگیا کہ مولویصاحب جسکو استقبال قریب کہتے ہین ہم اُسکو حال کہینگے صرف ایک نزاع لفظی رہ گئی مگر علاوہ اسکے یہ گذارش ہے کہ یہ ایک تدقیق متکلمین کی ہے ہمکو کیا ضرورت ہے کہ ایسی تدقیق جو بالکل خلاف عرف اہل عربیت کے ہے اسپر اُٹھا دین دیکھو مطول اور اُسکے حواشی مین لکھا ہے وهذا یعنی الزمان الحال امر عرفی کما

یقال زید یصلی والحال ان بعض صلوته ماض وبعضها باق فجعلوا الصلوۃ الواقعۃ فی الاٰنات الکثیرۃ المتعاقبۃ واقعۃ فی الحال وتعیین مقدار الحال مفوض الی العرف بحسب الافعال ولا یتعین لہ مقدار مخصوص فانہ یقال زید یاکل ویمشی ویحج ویکتب القرآن ویعد کل ذلک حالا ولا شک فی اختلاف مقادیر ازمنتہا۔ اور السید السند السیمی ہی تدقیقات کی نسبت حواشی مطول میں تحریر فرماتے ہیں والحق انہا مناقشات واہیۃ لان ہذہ التعریفات بیانات یفہم اھل اللغۃ منہا ومن تلک العبارات ما ھو المقصود بہا ولا یخطر ببالھم شیئ مما ذکروا اما التدقیق فیہا فیستفاد من علوم اخر یلاحظ فیہا جانب المعنی دون القواعد اللفظیۃ المبنیۃ علی الظواہر انتہی موضع الحاجۃ۔

بحث بطرز دیگر بابت مرجع ضمیر قبل موتہ

اگر ضمیر قبل موتہ کی حضرت عیسٰی کیطرف رجوع کر کر وہ معنے لئے جاویں جو مولوی صاحب لیتے ہیں تو ایک اَور فساد لازم آتا ہے اور وہ یہ ہے کہ بالاتفاق حضرت عیسٰی نبوت سے معزول و عاری اور حضرت رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کی امت میں شامل ہوکر آویں گے اور سب کو دعوت کریں گے کہ اسلام لاکر حضرت خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم کی امت میں داخل ہو جاؤ۔ مگر یہاں پر عکس القضیہ ہوا جاتا ہے حضرت خاتم النبیین پر ایمان لانے کا تو کچھ ذکر نہ ہوا اور ایک شخص امتی پر ایمان لانے کا ذکر فرمایا گیا۔ لیکن کسی امتی پر ایمان لانے کی کوئی عمدہ معنے قابل التفات نہیں معلوم ہوتے اور اگر کہو کہ حضرت عیسٰی پر ایمان لانا مستلزم ہے ہمارے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کے واسطے تو یہ گذارش ہے کہ سلمنا۔ لیکن یہ ایمان ضمن میں ایمان لعیسٰی کے بالتبع حاصل ہوا نہ بالاصل جو مقصود اصلی اللہ تعالے کا ہے پس مقصود اصلی کو ترک کرنا اور غیر مقصود کو اختیار کرنا جس سے طرح طرح کے توہمات ختم نبوت میں پیدا ہوتے ہیں کیا ضرورت ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا تو وہ مرتبہ ہے کہ تمام انبیاء کو بہ تاکید تمام حکم ہوا ہے۔ اور اُن سے اقرار و میثاق لیا گیا ہے کہ وہ سب حضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان

روین قال اللہ تعالٰی وَاِذْ اَخَذَ اللّٰہُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَآ اٰتَیْتُکُمْ مِّنْ کِتٰبٍ وَّحِکْمَۃٍ ثُمَّ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَکُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِہٖ وَلَتَنْصُرُنَّہٗ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰی ذٰلِکُمْ اِصْرِیْ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْہَدُوْا وَاَنَا مَعَکُمْ مِّنَ الشّٰہِدِیْنَ۔ فَمَنْ تَوَلّٰی بَعْدَ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ ہُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۔ محمولانا صاحب یہی گر تھا۔ کہ حضرت میان صاحب مدظلہ اور محمد حسین نے جناب والا کو بہت فہمائش کی کہ یہ آیت مطلوب مین قطعی الدلالت نہین اس آیت کو آپ بمقابل مرزا صاحب ہرگز پیش نکرین۔ کیونکہ یہ دونون صاحب اس آیہ کے نشیب و فراز سے واقف تھے مگر جناب نے اُن کی فہمائش کو قبول نہ فرمایا اور تفسیر ابن کثیر پہ تکیہ کر لیا آپ کے شان محققی سے یہ امر نہایت بعید ہے۔

بحث لام تاکید با نون تاکید ثقیلہ

ازہری وغیرہ نے تصریح مین تصریح کی ہے کہ لام تاکید کا حال کیواسطے آتا ہے ایسا تسلیم کیا کہ فقط نون تاکید صرف استقبال کیواسطے ہے لیکن جبکہ کسی صیغہ مین لام تاکید بھی ہو جو حال کے واسطے آتا ہے اور نون تاکید بھی ہو چنانچہ ما نحن فیہ مین ہے تو وہاں پر خالص استقبال بالضرور ہونے کی کیا وجہ اسکی کوئی دلیل مولویصاحب نے نحو سے ارشاد نہین فرمائی۔ اور تقریب دلیل محض ناتمام رہی ہے۔ یہ مانا کہ صرف نون تاکید استقبال کے واسطے نحو مین لکھا ہے۔ امر نہی۔ استفہام۔ تمنی۔ عرض وغیرہ ان مین صرف نون تاکید ہوتا ہے بغیر لام تاکید کے۔ پس ان صیغون مین صرف استقبال ضرور مراد ہو سکتا ہے لیکن جس صیغہ مین لام تاکید بھی ہو اور نون تاکید بھی اُس مین خالص ہونے استقبال کی کیا دلیل ہو شاید مولویصاحب نے ازہری کی اس عبارت سے یہ بات سمجھی ہے کہ لانہما تخلصان مدخولہا للاستقبال ہم کہتے ہین کہ یہان پر استقبال سے صرف صیغہ استقبال مراد ہو جسکی نسبت النہ اطفال پر جاری ہے کہ صیغہ حال ہیچ صیغہ استقبال است اور یہ بات خود ازہری کی عبارت سے بھی معلوم ہوتی ہے کہ ذلک ینافی المضی اگر مراد ازہری کی خالص زمانہ استقبال ہوتی تو کہتا کہ و ذلک ینافی المضی والحال اور اسیواسطے قسم کے جواب مثبت مین کوئی شرط زمانہ استقبال کی نہین رہتی صرف صلاحیت تامہ فعلی کیواسطے دخول نون کی تمام کتب نحو مین لکھی ہے

اور اسی وجہ سے اکثر نحویین نے لفظ مستقبل مثبت کی جگہ لفظ مضارع مثبت کا اختیار کیا ہے
اور اکثر نے صرف لفظ فعل مثبت کا کما لا یخفی علی من دارس کتب النحو شرح ملا
اور رہوا منش اسکے مین لکھا ہے ولزمت ای نون التاکید فی مثبت القسم ای فی
جوابه المثبت لان القسم محل للتاکید فکرھوا ان یوکد والفعل بامر منفصل عنه
وهو القسم من غیر ان یوکدوه بما المتصل به وهو النون بعد صلاحیته له
ای صلاحا تاما واحترز عما لا یصلح اصلا کالجملة الاسمية والفعل الماضي المثبت
ومافیه مانع لما سیجی وعما لا یصلح صلاحا تاما کالمستقبل المنفی الی آخر العبارة۔

تفصیل حال جواب قسم فعل مثبت

تفصیل حال جواب قسم فعل مثبت کی تفصیل مقام یہ ہے کہ جب قسم کا جواب مثبت جملہ فعلیہ
واقع ہو تو باعتبار زمانہ کے اُس کی پانچ صورتین ہو سکتی ہین یا تو خالص ماضی مراد متکلم کی ہو
اس صورتین لام اور قد کے ساتھ اکثر جواب قسم آتا ہے جیساکہ واللہ لقد قام زید۔
یا جواب قسم مین مراد متکلم کی صرف حال ہو تو اندرینصورت جواب قسم مین صرف لام آویگا جیسا
کہ لیمینا لابغض کل امرء یزخرف قولا ولا یفعل اور یا صرف استقبال
مراد متکلم کے ہو اس صورت مین لام تاکید نون تاکید کے ساتھ جواب قسم کا آنا لازم ہے جیساکہ
تاللہ لاکیدن اصنامکم ان صورتون کی تصریح توجملہ کتب نحو صغیر وکبیر مین لکھی ہے
مولانا عبدالحکیم تکملہ مین لکھتے ہین۔ قوله فالزم اٰه هذه اللام لام الابتداء
المفیدة للتاکید لا فرق بینها وبین انّ الا من حیث العمل وتفصیل
الکلام فی هذا المقام ان القسم الذی لغیر السوال جوابه اما جملة اسمية
مثبتة فیلزمها انّ او اللام وقد یجمع بینهما وحینئذٍ یدخل اللام علی
الخبر فلا یستغنی الاسمية عنهما من دون استطالة الا نادرًا واما جملة
اسمية منفية فیلزمها ما اولا او ان النافية واما جملة فعلية فان کان
فعلها ماضیا غیر منصرف ومنصرفا فی معنی التعجب او المدح یلزمها
اللام وان کان ماضیا منصرفا فی معنی التعجب او المدح یلزمها مع اللام

قد او ما فی معناہ مثل ربما و قد لقد رقد و یکتفی باللام باللفظ ولا یکتفی بقد الا اذا طال القسم او کان فی ضرورۃ الشعر نحو قولہ تعالی قد افلح من زکٰھا وان کان مضارعا استقبالیا یلزمہا اللام مع نون التاکید وان دخلت اللام علی نفس المضارع الا نادرا ولا یکتفی عن اللام بالنون الا فی ضرورۃ الشعر واذا لم یدخل اللام علی نفس المضارع یکتفی باللام نحو لئن متم او قتلتم لالی اللہ تحشرون وان کان مضارعا حالیا یکون باللام من غیر النون واما جملۃ فعلیۃ منفیۃ فیلزمہا فی الماضی ما او لا ویلزم تکرار لا ھھنا لان الماضی ینقلب فی الجواب معہ مستقبلا و فی المضارع استقبالیا کان او حالیا ما او لا مع النون او بدونہا الخ۔ اب اگر قسم کے جواب مثبت فعلی میں مراد متکلم کے دوام تجددی ہو یا حال و استقبال دونون مراد ہون۔ جو چوتھی اور پانچوین صورت ہے تو اسکے واسطے بھی وہی صیغہ مضارع کا موکد بلام تاکید و نون تاکید بولین گے اگر مولوی صاحب اسکو ناجائز فرماوین تو بحوالہ ائمہ کبار نحو کے جو سابق مذکور ہو چکے اس مراد کے واسطے کوئی صیغہ استخراج فرماوین ورنہ یہ تو نہین ہو سکتا کہ ایسے مافی الضمیر کیلئے کوئی صیغہ اور پتہ نشان عربی مین موجود نہو بینوا توجروا۔

حاصل یہ ہے کہ قسم کے جواب کے واسطے صرف استقبال کا ہونا کچھ واجب اور لازم نہین ہے بلکہ جواب قسم کبھی ماضی ہوتا ہے کبھی حال کبھی استقبال کبھی استمرار اور دوام تجددی اور نیز سابق ازین علم بلاغت سے ثابت ہو چکا کہ صیغہ مستقبل کا واسطے استمرار اور دوام تجددی کے مستعمل ہوتا ہے پس اگر جواب قسم کا صیغہ مستقبل موکد بلام تاکید و نون تاکید ہووے تو اسکی امتناع دوام تجددی کے لئے ہونے مین یا حال و استقبال دونون مراد ہونے مین کونسی دلیل نحوی قائم کیگئی ہے باوجودیکہ لام تاکید بھی جو حال کیواسطے آتا ہے اسمین موجود ہے اگر کوئی ایسی دلیل اکابر ائمہ نحویین سے بطور اجماع کے منقول ہوئی ہو تو بیان کیجاوے اُس مین نظر کیجاویگی۔ بلکہ جو آیات کہ جناب نے بطور شواہد کے اپنے مدعا کیواسطے لکھی ہین۔ انہین اکثر آیات واسطے استمرار اور دوام تجددی کے لئے اور حال و استقبال دونون زمانون کے واسطے ہو سکتی ہین کوئی محذور

نحوی لازم نہین آتا۔ البتہ آیت اول مین چونکہ صرف نون تاکید ہے لام تاکید نہین لہذا وہ صرف استقبال کے واسطے ہے۔ اور آیت دوم فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا مین لام تاکید معہ نون تاکید موجود ہے پس اسکے حال و استقبال ہونے مین کوئی محذور نہین ہے علیٰ ہذا القیاس آیت سوم وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ مین حال و استقبال دونون مراد ہوسکتے ہین اور اگر کسی تفسیر مین ان آیات کو صرف استقبال پر حمل کیا ہو تو ہم کو کچھ مضر نہین۔ اور آیت چہارم لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ مین حال و استقبال دونون مراد ہوسکتے ہین اور ہم یہ کب کہتے ہین کہ ہر جگہ حال ہی مراد ہوا کرے اور لَتَنْصُرُنَّهٗ مین صرف استقبال ہی مراد ہونا ہمکو کچھ مضر نہین ہے آیت پنجم لَتُبْلَوُنَّ فِيْٓ اَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مین لام تاکید معہ نون تاکید موجود ہے حال و استقبال دونون مراد ہوسکتے ہین اور اگر کسی تفسیر مین صرف استقبال کا مراد ہونا ان آیات مین لکھا ہو تو ہمکو کچھ مضر نہین۔ اور آیت ۶ لَتُبَيِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ اگر خبر بمعنے انشاء کے ہے اور اسواسطے صرف استقبال مراد ہے تو ہم کو کچھ مضر نہین۔ آیت ششم لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ مین دونون زمانہ مراد ہوسکتے ہین کوئی محذور لازم نہین آتا آیت ہفتم وَلَاُدْخِلَنَّهُمْ مین لام تاکید معہ نون تاکید موجود ہے۔ حال و استقبال دونون مراد ہین۔ ورنہ اسکے کیا معنے کہ وہ مہاجرین اللہ تعالے کے راہ مین قتل تو کئے گئے اور اُس کی راہ مین تکلیفین اُٹھا چکے اور ابھی تک جنت مین داخل نہین ہوئے اور ہزارون برس کے بعد کہین جنت مین داخل ہونگے بلکہ ہم تو یہ کہتے ہین کہ نزول آیت کے وقت مین بھی داخل ہوئے اور ہونگے اور داخل ہوتے چلے جاتے ہین یاد کرو القبر روضۃ من ریاض الجنۃ الخ۔ آیت ہشتم وَلَاُضِلَّنَّهُمْ کے بھی مضارع ہونے مین کوئی محذور نہین۔ ابلیس کا اضلال حضرت آدم کے وقت دخول جنت سے متحقق ہے۔ آیت نہم۔ لَيَحْدَثَنَّ مین بھی دونون زمانے مراد ہوسکتے ہین کونسا محذور لازم آتا ہے بیان کیا جاوے اس مین نظر کیجاوے گی۔ آیت دہم۔ لَيَبْلُوَنَّكُمُ اللّٰهُ مین بھی خالص استقبال کا بطور وجوب و لزوم کے مراد ہونا کچھ ضرور نہین ومن ادعی فعلیہ البیان۔ آیت یازدہم۔ لَيَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مین بھی دونون زمانہ مراد ہوسکتے ہین کیونکہ مرتے جاتے ہین۔

اور جمع ہوتے جاتے ہین اور یہ جمع قیامت تک رہیگا۔ قیامت اُس کی انتہا ہی کیونکہ
اسلئے انتہاکے واسطے آتا ہے آیت فَلَنَسْئَلَنَّ الَّذِیْنَ مین صیغہ فلنسئلن مضارع
ہوسکتا ہے کیونکہ لام تاکید مع نون تاکید کے اُس مین موجود ہے اور دوام تجددی بھی مراد
ہوسکتا ہے شروع سوال وقت موت سے ہی برزخ مین بھی ہوتا ہے اور حشر ونشر احیاد
مین بھی رہیگا تا دخول جنت یا نار۔ شاہ عبدالقادر صاحب ترجمہ اسکا زمانہ حال کے ساتھ
فرماتے ہین سو ہمکو پوچھنا ہے اُن سے جن پاس رسول بھیجے تھے اور ہمکو پوچھنا ہے رسولونسے
آیت ۸ فَقَطِّعَنَّ اَیْدِیَکُمْ وَاَرْجُلَکُمْ مین حال واستقبال دونون مراد ہوسکتے ہین
شاہ ولی اللہ صاحب نے ترجمہ بلفظ مضارع کیا ہے۔ البتہ ببرم بستہائے شمار داد یا۔ ملمے شمار۔
آیت وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّکَ لَیَبْعَثَنَّ عَلَیْہِمْ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ مین بھی
دونون زمانے مراد ہوسکتے ہین اور کوئی محذور لازم نہین آتا کیونکہ وقت نزول آیہ سے
یعنے حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے وقت سے یہود پہ عذاب نازل ہونا شروع ہوگیا اور
یہ عذاب اُنپر قیامت تک نازل رہیگا۔ اسیواسطے ترجمہ اس آیہ کا حضرت شاہ ولی اللہ
صاحب نے بلفظ مضارع کیا ہے و یاد کن چون آگاہ گردانید پروردگار تو کہ البتہ بفرستد
برالیشان تا روز قیامت۔ آیت وَلَنَصْبِرَنَّ عَلٰی مَا اٰذَیْتُمُوْنَا مین حال واستقبال
دونون مراد ہین کیونکہ اسکے کیا معنی کہ کفار پیغمبرونکو اذیت دے چکے یا دیتے ہین۔ اور اُن
پیغمبرون نے ابھی تک صبر نہین کیا کسی زمانہ مین صبر کرینگے اور زمانہ حال مین بے صبر ہین
اِنَّ ھٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ۔ آیت وَقَالَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لِرُسُلِہِمْ لَنُخْرِجَنَّکُمْ
مِّنْ اَرْضِنَا الآیہ مین بھی حال واستقبال دونون مراد ہوسکتے ہین۔ کوئی محذور لازم
نہین آتا۔ خصوصًا جبکہ لحاظ کیجاوے تعریف زمانہ حال کی جو اوپر گذر چکی کہ زمانہ حال ایک
امر عرفی ہے اور اُسکی مقدار بلحاظ افعال کے مختلف ہے اور وہ مفوض الی العرف ہے
آیت وَلَیُبَیِّنَنَّ لَکُمْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ مَا کُنْتُمْ فِیْہِ تَخْتَلِفُوْنَ مین تسلیم کیا
کہ صرف زمانہ استقبال مراد ہے مگر ہمکو یہ کچھ مضر نہین ہم یہ کب کہتے ہین کہ ایسے صیغ مین
زمانہ حال ضرور بالضرور مراد ہی ہوتا ہے اور آیت مذکورہ مین ایک صارف بھی موجود ہے

وجہ لان یراد بہ فریق من اہل الکتب یوجدون حین نزول عیسیٰ علیہ السلام۔ وقال الزجاج ہذا القول بعید لعموم قولہ تعالیٰ وان من اہل الکتب والذین یبقون یومئذ یعنی عند نزولہ شرذمۃ قلیلۃ منہم کذا فی فتح البیان۔ اور اس ہیچمدان کے بیان سے بحوالہ مطول وحواشی وغیرہ اسکے دوام تجددی اور حال واستقبال کا مراد ہونا بحسب مقامات مناسبہ ثابت ہو چکا۔ پس اب مولویصاحب کو لازم ہے کہ بہ تقاضائے اتقا وخشیۃ اللہ کے حسب اقرار خود اس اپنے مقدمہ کو غیر صحیح تسلیم فرماویں **قال** اور حاصل ترجمہ یہ ہے **اقول** حضرت اقدس مرزا صاحب آیات بینات سے یہ امر بخوبی ثابت فرما چکے کہ الیٰ یوم القیامت تک کبھی نہیں آسکتا کہ بسیط الارض پر کوئی فرقہ کفرہ مجوزہ کا باقی نہ رہے۔ ہان البتہ غلبہ اور ظہور اہل اسلام کا کبھی جسمانی طور پر اور کبھی روحانی طور پر اور کبھی براہین احمدیہ کے رو سے بالضرور ہوگا۔ خود آیت ہو الذی ارسل رسولہ بالہدی ودین الحق لیظہرہ علی الدین کلہ جو مفسرین نے زمانہ مسیح ابن مریم کے واسطے لکھی ہے یہی مضمون ادا کر رہی ہے اور جمیع ما فی الارض کی ہدایت توحقیقت الٰہیہ کے محض خلاف ہے۔ قال اللہ تعالیٰ ولو شئنا لاتینا کل نفس ہدیٰھا ولکن حق القول منی لاملئن جہنم من الجنۃ والناس اجمعین ۱۱/۲۱ ایضاً قال تعالیٰ ولو شاء ربک لجعل الناس امۃ واحدۃ ولا یزالون مختلفین الا من رحم ربک ولذلک خلقہم وتمت کلمۃ ربک لاملئن جہنم من الجنۃ والناس اجمعین وغیر ذلک من الآیات الکثیرۃ المصرحۃ بذلک **قولہ** تو اس معنے کے غلط ہونے کی یہ وجہ ہے کہ صاحب القول الجمیل سلمہ اس مقام پر غلط فاحش کا مصدر ہوا ہے اسلئے قول اسکے یہ معنے غلط ہے **اقول** مولانا صرف صاحب قول الجمیل سلمہ نے ہی اس جملہ کو جملہ انشائیہ نہیں قرار دیا بلکہ جملہ نحویین ایسے جملہ کو جو مصدر بقسم ہو خواہ وہ قسم مقدر ہو یا ملفوظ جملہ انشائیہ کہتے ہیں۔ اور حصر جملہ انشائیہ کا صرف صیغہ امر میں یہ خیاب والا کا ہی ایجاد ہے جملہ انشائیہ کی اقسام تو سوا امر کے اور بہت ہیں جو ہر ایک کتاب صغیر و کبیر نحو میں مذکور ہیں۔ اس مسئلہ کو نحو میر خوان اطفال بھی جانتے ہیں۔ صاحب القول الجمیل سلمہ نے لیؤمنن کو ہرگز ہرگز صیغہ امر کا نہیں سمجھا

بلکہ تحریض سمجھی ہے۔ جو بیضاوی وغیرہ مین لکھی ہے اسی تفسیر کے موافق معنے آیت کے صاحب القول الجمیل نے لکھے ہین۔ پس یہ اعتراض جناب کا صاحب القول الجمیل سلمہ پر اپنے موقعہ پر نہین ہے۔ اور یہ بات توثابت ہوچکی کہ خالص استقبال کا مراد ہونا اس مقام پر کچھ ضرورت نہین ہے بلکہ زمانہ حال کا مراد ہونا بھی یہان پر ضروری ہے۔ **قولہ** ان مین سے ہین ابوہریرہ الے قولہ وھذا القول ھو الحق کما سنبینہ بعد بالدلیل القاطع انشاء اللہ تعالیٰ **اقول** اس قول مین جس قدر تابعین وغیرہ کا اسطرف جانا مولویصاحب نے ذکر فرمایا کوئی قول انکا ایسا نقل نہین کیا جس سے ثابت ہوتا ہو کہ جسطرح مولویصاحب اس آیہ کو قطعی الدلالت فرماتے ہین اسی طرح یہ جماعت بھی اس آیہ کو قطعی الدلالت کہتی ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ تو خود بطور شک کے جسپر حرف اِنْ دلالت کرتا ہے یہ فہم اپنا مشکوک قرار دیتے ہین پھر اور کسی تابعی وغیرہ کا ذکر ہی کیا ہے پس تقریب مولویصاحب کی محض ناتمام ہے۔ اور مستلزم مدعا کو نہین اور پھر اسپر مولویصاحب کا یہ فرمانا کہ ایک جماعت کثیر سلف مین سے اسیطرف گئی ہے کیسا اپنے محل اور موقعہ پر ہے ناظرین ذرا ملاحظہ فرماوین۔ اور صاحب تفسیر ابن کثیر جو فرماتے ہین۔ کہ وھذا القول ھو الحق الخ۔ تو انسے مطالبہ دلیل قاطع کا ہے۔ وہ دلیل قاطع بیان فرمائی جائے۔

نون ثقیلہ کی دلیل تو بہت ہی خفیفہ ہوگئی۔ **قولہ** اول یہ کہ آیت مین نون تاکید ثقیلہ موجود ہے الی قولہ غیر متصور ہے۔ **اقول** مقدمہ نون ثقیلہ کا بسبب لام تاکید مفتوحہ کے بالکل خفیفہ ہوگیا۔ اور ایسی تعمیم کہ جو اہل کتاب قبل چڑھائی جانے مسیح کے صلیب پر دنیا مین موجود تھے۔ آیت لیؤمنن بہ انکو بھی شامل ہو کچھ ضروری نہین سیاق آیہ مین اہل کتاب موجودین قبل واقع صلیب کے مراد ہین جو یہاں پر بھی وہ مراد ہون۔ دیکھو سب جملون ماسبق آیت کو وقولھم انا قتلنا المسیح عیسی ابن مریم رسول اللہ وغیر ذالک من الجمل۔ **قولہ** اور ایسا ہی آپکے دوسرے معنے بھی باطل ہوئے جاتے ہین الخ۔ **اقول** جبکہ مقدمہ نون ثقیلہ کا بسبب موجود ہونے لام تاکید مفتوحہ کے بالکل خفیفہ ہوگیا تو اب یہ معنے کیونکر باطل ہوسکتے ہین اور اگر اور وجوہ اسکے ابطال کی آپ کے نزدیک موجود ہون بیان فرمائی جاوین۔ انشاء اللہ تعالے انہین نظر کیجاوے گی۔ **قولہ** جواب اعتراض دوم بدو وجہ ہے اول یہ کہ الی قولہ بلکہ یقین مراد ہے۔ **اقول** جبکہ آیت مین کہین تصریح اس امر کی نہین تھی کہ مسیح کے آتے ہی سب اہل کتاب مسیح پر ایمان لے آوینگے تو جناب نے واسطے اثبات اپنے دعوے کے

یہ قول ابو مالک کا کیوں نقل فرمایا ہے قال ابو مالک فی قولہ اِلَّا لَیُؤْمِنَنَّ بِہٖ قَبْلَ مَوْتِہٖ قال ذلک عند نزول عیسی بن مریم علیہ السلام لا یبقی احد من اھل الکتاب الا امن بہ اور پھر اس پر علاوہ یہ ایک لطیفہ اور ہے کہ قول حسن کا بھی واسطے استدلال اپنے مدعا کے نقل فرمایا ہے وقال الحسن البصری یعنی النجاشی واصحابہ بھلا کہاں نجاشی اور کہاں اس کے اصحاب اور کہاں نزول عیسی بن مریم اور کجا وہ اہل کتاب جو عند نزول عیسے بن مریم ایمان لاوینگے۔ ؎ ببین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا۔ اور پھر یہ قول بھی نقل فرمایا گیا ہے۔ وقال الضحاک عن ابن عباس وَاِنْ مِّنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ اِلَّا لَیُؤْمِنَنَّ بِہٖ قَبْلَ مَوْتِہٖ یعنی الیھود خاصۃ۔ یہ کیسا تناقض اور اختلاف ہے۔ صدق اللہ تعالی وَلَوْ کَانَ مِنْ عِنْدِ غَیْرِ اللّٰہِ لَوَجَدُوْا فِیْہِ اخْتِلَافًا کَثِیْرًا۔ اور پھر باب اعتقادیات مین بطور امکان کے یہ فرمانا آپ کا دلپس ہو سکتا ہے کہ جن کفار کا علم الہی مین مسیح کے دم سے کفر کیحالت مین مرنا مقدر ہوا انکے مرنیکے بعد سب اہل کتاب ایمان لے آوین کیسا اپنے محل اور موقع پر ہے باب عقائد مین ایسی ہی ادلہ قطعیۃ الدلالت ہونی چاہئین۔ اور پھر جبکہ ایمان سے مراد ایمان شرعی نہ ہوا بلکہ مراد اس سے یقین ہوا تو کہان گیا وہ مدعی کہ بعد نزول اور قبل موت عیسےٰ بن مریم کے ایک زمانہ ایسا آویگا کہ سب اہل کتاب اسلام مین داخل ہو جاوینگے مولانا وَلَا تَکُوْنُوْا کَالَّتِیْ نَقَضَتْ غَزْلَھَا مِنْ بَعْدِ قُوَّۃٍ اَنْکَاثًا **قولہ** اعتراض سوم کا جواب بھی انہین وجہون سے ہے الخ۔ **اقول** ان دونون وجہون کا غیر موجود ہونا معلوم ہو چکا کوئی اور وجہ تو خفیفہ وغیرہ کی بیان فرمائی جاوے **قولہ** یہ اعتراض جناب مرزا صاحب کی شان سے نہایت مستبعد ہے۔ الی آخر العبارۃ۔ **اقول** مولانا وہ کونسا زمانہ ہو چکا ہے جس مین کوئی کافر نہ تھا۔ اگر فرماؤ حضرت آدم کے اوایل وقت مین تو گذارش یہ ہے کہ حضرت ابلیس علیہ اللعن سب سے بڑے کافر موجود تھے۔ اور بعد ہونے اولاد کے قابیل و ہابیل کا قصہ خود قرآن مجید مین موجود ہے اور اگر کہو کہ قبل حضرت آدم کے تو گذارش یہ ہے کہ اس زمانہ سے بحث ہی کب ہے اور اگر خواہ مخواہ آپ اس زمانہ کو ہی مصداق اس کا قرار دیوین اور فرماوین کل ملائکہ مومنین ہی تھے تو ہم کہین گے کہ جنات کفار بھی موجود تھے پھر وہ کونسا زمانہ تھا جس مین کوئی کافر موجود نہ تھا۔ قال اللہ تعالی حکایتًا

عن ابلیس قَالَ رَبِّ فَاَنْظِرْنِیْٓ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ قَالَ فَاِنَّکَ مِنَ الْمُنْظَرِیْنَ اِلٰی یَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ قَالَ فَبِعِزَّتِکَ لَاُغْوِیَنَّھُمْ اَجْمَعِیْنَ اِلَّا عِبَادَکَ مِنْھُمُ الْمُخْلَصِیْنَ قَالَ فَالْحَقُّ وَالْحَقَّ اَقُوْلُ لَاَمْلَئَنَّ جَھَنَّمَ مِنْکَ وَمِمَّنْ تَبِعَکَ مِنْھُمْ اَجْمَعِیْنَ مرزا صاحب صیغہ لَاُغْوِیَنَّھُمْ اَجْمَعِیْنَ مین ایک نون ثقیلہ بھی موجود ہے اور قراین اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ اور اِلٰی یَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ وغیرہ بھی موجود ہین جن کی وجہ سے یہان پر خالص زمانہ استقبال مراد ہے الحاصل خلاف مشیت الٰہیہ ایسا زمانہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ جس مین سب لوگ ہدایت پر ہوجاوین اور کوئی گمراہ و کافر بسیط الارض پر موجود نہ رہے پس میری دانست ناقص مین ایسا کچھ فرمانا آپ جیسے شان سے نہایت مستبعد ہے نہ حضرت مرزا صاحب کا فرمانا۔ انصاف کو ہاتھ سے نہ دیجئے مثل مشہور ہے الانصاف احسن الاوصاف **قولہ** دلیل دوسری الخ **اقول** مولانا اول تو یہ گذارش ہے کہ کہل کے معنے مین کسی لغت کی کتاب مین دو ہزار برس کا یا زیادہ کا زمانہ بھی لکھا ہے یا نہین اگر کسی کتاب مین لکھا ہو تو نقل فرمایا جاوے اور اگر کہین نہین لکھا تو پھر دو ہزار برس یا زیادہ کا زمانہ اسکے مفہوم مین کیونکر معتبر ہو سکتا ہے ثانیاً جس قدر کتب تفاسیر کی عبارات آپ جناب نے استدلال کیلئے کسی تفسیر مین رفع قبل الکہل بجسدہ العنصری علی السماء کا ثبوت کسی آیت یا حدیث صحیح مرفوع متصل سے نہین دیا ہے جبتک یہ قید لفظ قبل الکہل دلیل قطعی سے ثابت نہووے تو دلیل آپکی استدلال مین کیونکر ہو سکتی ہے۔ فتح البیان مین لکھا ہے واورد علی ھذا عبارۃ المواھب مع شرحھا للزرقانی وانما یکون الوصف بالنبوۃ بعد بلوغ الموصوف بھا اربعین سنۃ اذ ھو سن الکمال ولھا تبعث الرسل و مفاد ھذا الحصر الشامل لجمیع الانبیاء حتی یحیی و عیسٰی ھو الصحیح ففی زاد المعاد للحافظ ابن القیم ما یذکر ان عیسٰی رفع وابن ثلث و ثلثین سنۃ لا یعرف بہ اثر متصل یجب المصیر الیہ قال الشامی وھو کما قال فان ذلک انما یروی عن النصارٰی والمصرح بہ فی الاحادیث النبویۃ انہ انما رفع وھو ابن مائۃ و عشرین سنۃ ثم قال الزرقانی وقع للحافظ الجلال السیوطی فی تکملۃ تفسیر المحلی و شرح النقایۃ وغیرھما من کتبہ الجزم بان عیسٰی رفع وھو ابن ثلث و ثلثین سنۃ و یحمل

بعد نزولہ سبع سنین فی مازلت التعجب منہ مع مزید حفظہ واتقانہ وجمعہ للمعقول والمنقول حتی رائیتہ فی مرقاۃ الصعود رجع عن ذلک ۲ نقی۔

اور حسین ابن الفضل سے جو یہ قول نقل کیا گیا ہے کہ وفی ھٰذہ الایۃ نص فی انہ علیہ الصلوٰۃ والسلام سینزل الی الارض۔ اگر نص سے مراد وہی نص ہے جو مصطلح اہل اصول ہے تو آپ ہی فرماویں کہ کلام فی الکھولت واسطے نزول من السماء بجسدہ العنصری کے کیونکر نص ہو گیا۔ اگر نص سے کچھ اور مراد ہے تو بیان ہو اسمین نظر کیجاویگی۔ اور پھر یہ گذارش ہے کہ جناب والا نے آغاز پرچہ اول میں یہ اقرار وعہد کیا ہے کہ اس مباحثہ میں بحث صعود ونزول وغیرہ کا خلط نکیا جاویگا۔ پھر بیان پر اس اقرار وعہد کا نقض آپکی جانب سے کیوں ہوا۔ اِنَّ الْعَہْدَ کَانَ مَسْئُوْلًا۔ ثالثاً کیا ایسی پیشین گوئیوں کی حقیقت کما ینبغی ایسی ہی اجتہادات اور اقوال علما سے قبل از وقوع محقق طور پر اور قطعی ویقینی معلوم ہو سکتی ہے۔ جیسے اقوال کہ جناب نے اس دلیل دوم میں بیان فرمائے ہیں نہیں نہیں مجھ کو خوب یاد آیا مولانا صاحب تو خود اس دلیل دوم کی نسبت فرماچکے ہیں کہ یہ دلیل فی نفسہ قطعیۃ الدلالت حیات مسیح پر نہیں ہے۔ ہاں البتہ یہاں پر ایک استفسار باقی رہجاتا ہے کہ جناب والا یہ بھی فرماتے ہیں کہ (مگر بانضمام آیہ وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ کے قطعیۃ الدلالت ہو جاتی ہے) اب استفسار یہ ہے کہ اصول حدیث کے روسے صحیح لذاتہ وصحیح لغیرہ یا حسن لذاتہ وحسن لغیرہ تو بالضرور ایک اصطلاح مقررہ اصول حدیث کی ہے۔ شاید اسی بنا پر جناب نے قطعی الدلالت کی دو قسمیں ارشاد فرمائیں اول قطعیۃ الدلالت فی نفسہ دوم قطعیۃ الدلالت لغیرہ یہ اصطلاح یا علم مناظرہ کی ہوگی یا شاید علم اصول فقہ کی ہو۔ لہذا گذارش ہے کہ جس کتاب علم مناظرہ یا اصول فقہ میں دلیل کی یہ دونوں قسمیں لکھی ہوں بہ تصحیح نقل ارشاد فرمائی جاویں کیونکہ ہمکو ان کو یہ اصطلاح نہیں معلوم نظار نے تو تعریف دلیل کی یہ لکھی ہے۔ والدلیل ھو المرکب من قضیتین للتادی الی مجھول نظری۔ اور بعض نے یہ لکھی ہے ما یلزم من العلم بہ العلم بشئی اخر یا ما یلزم من التصدیق بہ التصدیق بشئی اخر بطریق الاکتساب۔ رشیدیہ میں لکھا ہے فان حمل ذالک التعریف علی تعریف الدلیل القطعی البین الانتاج

ومعنی الاستلزام ظاہر وان ارید بہ التعمیم کما ھو الظاھر حمل الاستلزام علی المناسبۃ المصححۃ للانتقال لا علی امتناع الانفکاک۔ اور اصولیین نے تعریف دلیل کی یہ لکھی ہے ھو ما یمکن التوصل بصحیح النظر فی احوالہ الی مطلوب خبری کالعالم مثلاً فانہ من تامل فی احوالہ بصحیح النظر بان یقول انہ متغیر وکل متغیر حادث وصل علی مطلوب خبری وھو قولنا العالم حادث فعند الاصولیین العالم دلیل وعند الحکماء مجموع العالم متغیر وکل متغیر حادث۔

واضح خاطر ناظرین ہو کہ مولوی صاحب نے اول دلیل کا نام تو قطعیۃ الدلالت فی نفسہ رکھا ہے اور بقیہ اربعہ کا نام ظنی رکھکر قطعیۃ الدلالت لغیرہ فرمایا ہے اور غیر سے مراد وہی دلیل اول ہے پس یہ دلایل اربعہ ظنیہ دلیل اول کے انضمام سے قطعیۃ الدلالت کیونکر ہو گئیں۔ اگر دلیل اول ان دلایل کیواسطے بمنزلہ مقدمہ دلیل کے گردانی گئی ہے کہ المقدمۃ ما یتوقف علیہ صحۃ الدلیل اعم من ان یکون جزءاً من الدلیل اولا۔ تو اس صورت مین دلیل اول دلیل نرہی بلکہ مقدمہ دلایل اربعہ ہو گئی۔ ہان اسکا ترتیب کرنا جناب پر باقی رہا۔ اور خواہ جناب اسکو مرتب فرما دین یا نہ فرما دین ہم تو اسپر نقض تفصیلی کر چکے اور اگر وہ خود فی نفسہ ایک دلیل جداگانہ ہے تو یہ دلایل تو بیشک حسب اصطلاح نظار کے امارت ہو گئے۔ لانہ یقال للملزوم الظن امارۃ لا دلیل اور یہ اصطلاح جناب کی حسب اصطلاح اصول فقہ کے بھی درست نہین معلوم ہوتی اگر درست ہوتی تو مثلاً خفی کو جو ظاہر کے مقابل ہے ظاہر لغیرہ اور مشکل کو جو نص کے مقابل ہے نص لغیرہ اور مجمل کو جو مفسر کے مقابل ہے مفسر لغیرہ اور متشابہ کو جو محکم کے مقابل ہے محکم لغیرہ بھی کہدیا کرتے اور تمام اقسام نظم قرآن مجید کے جو اصولیین نے لکھے ہین اُن کا رجوع کسی جگہ پر ایک قسم کی طرف ہو جایا کرتا۔ اگر اس قسم کا مسئلہ اصول فقہ مین مندرج ہو تو ازرہ عنایت ذرہ وضاحت سے بیان فرما دیا جاوے تاکہ ہیچمدان کی سمجھ مین آجاوے اور جو حُسن کہ جناب نے اپنے معنے کے بموجب کلام فی الکھولت مین ارشاد فرمایا ہے وہ حُسن تو سب کچھ سہی مگر اس حُسن کا ثبوت ایسے مقام پر کتاب وسنت صحیحہ سے بھی تو ہونا ضروری ہے۔ ورنہ ایک خیالی حُسن ہوگا جیسے شعرا کو اپنے خیالات اور مضامین شاعری کا حُسن معلوم ہوا کرتا ہے اور اس کلام فی الکھولت کی نسبت

جو حُسن حضرت اقدس مرزا صاحب نے بدلیل بیان فرمایا ہے وہ کیا محض وہ حُسن ہے جو اس خیالی
حُسن کو واقعی خیال کر لیا جاوے۔ **قولہ** دلیل سوم الی آخرہ الدلیل۔ **اقول** مولانا
صاحب مَا قَتَلُوْہُ وَ مَا صَلَبُوْہُ کی ضمیر کا مرجع جو جنابنے روح مع الجسد کو قرار دیا۔ یہ مرجع ضمیر تو
آپ ہی کے مافی الضمیر مین ہے بیچارہ ان نے تو ماقبل اس آیہ کے تمام رکوع مین تفحص کیا۔ مگر کسی جگہ روح
مع الجسد مذکور نہین۔ یہ کیا معما جنابنے ارشاد فرمایا البتہ مسیح عیسیٰ بن مریم تو مذکور ہے اور وہی مرجع
مَا قَتَلُوْہُ وَ مَا صَلَبُوْہُ کی ضمیر کا ہے اور وہی مرجع بَل رَّفَعَہُ اللّٰہُ اِلَیْہِ کا۔ ظاہر ہے کہ اعلام واسماء
کا اطلاق جیسا کہ روح مع الجسد پر ہوتا ہے ویسا ہی صرف روح بلا جسم پر بھی ہوتا ہے بلکہ حقیقت انسانیہ
کا مصداق تو وہی روح انسانی ہے ولنعم ما قال المولوی ؎ آن توئی کہ بے بدن داری بدن۔ پس
مترس از جسم جان بیرون شدن۔ معنے آیت کے یہ ہوئے کہ اٹھا لیا اللہ تعالے نے عیسیٰ کو اپنی
طرف یعنی اُس کی روح کو اٹھا لیا جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا تھا کہ یَا عِیْسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ
وَرَافِعُکَ اِلَیَّ۔ پس اس آیت کو خواہ آیت اول کے ساتھ انضمام کیجیے یا نہ کیجیے مدعا کو
ہرگز مستلزم نہین اور تقریب دلیل کی محض ناتمام ہے بلکہ اس آیہ سے تو عکس مدعا جناب کا ثابت
ہوتا ہے جیسا کہ حضرت اقدس مرزا صاحب سلمہ نے مفصلاً بیان فرمایا ہے۔ **قولہ** دلیل چہارم
الی آخر الدلیل۔ **اقول**۔ مولانا صاحب جناب کا اقرار پرچہ اول مین مندرج ہے کہ اس مباحثہ
مین بحث صعود و نزول عیسیٰ وغیرہ کا خلط نہ کیا جاویگا پھر یہانپر مناط استدلال خود نزول کو
کیون قرار دیا گیا۔ اور یہ کیون فرمایا گیا کہ پس متعین ہوا کہ مراد نزول ہی سلمنا کہ نزول مراد ہے لیکن
نزول بار ثانی مراد ہونے کی وجہ وجیہ نہین ہے وہی نزول بار اول کیون نہ مراد ہو جسکو جناب نے
حدوث سے تعبیر کیا ہے اور اس احتمال حدوث کو جن وجوہ سے جنابنے باطل کیا ہے ان وجوہ کو
حضرت اقدس مرزا صاحب نے بدلایل باطل کر دیا مطالعہ فرمائے جاوین تحریرات۔ اُنکی حاجت
اعادہ ذکر کی نہین اور تمام قرآن مجید مین لفظ نزول سے نزول بار اول یعنے حدوث مراد لیا گیا
ہے ملاحظہ فرماؤ۔ ازالہ اوہام اور اعلام الناس کو۔ **قولہ** معنے حقیقی ابن مریم کے عیسیٰ بن مریم کے
ہین اور صارف یہان پر کوئی موجود نہین۔ **اقول** جناب مولانا صاحب ایک صارف کا
کیا ذکر ہے متعدد صارف موجود ہین۔ یاد کرو فامکم منکم و امامکم منکم وغیرہ جو سابق ہین

یہ پیچھے ان شرح اس کی مفصل لکھ چکا اور حضرت اقدس مرزا صاحب نے ازالہ اوہام میں اور نیز ان پرچوں میں بکثرت مذکور فرمائے ہیں وہ ملاحظہ فرمائے جاویں پھر کوئی وجہ نہیں ہے کہ باوجود موجود ہونے صوارف کثیرہ کے حقیقی ہی معنے مراد لئے جاویں۔ حدیث مرسل جو یہ لکھی گئی کہ قال الحسن **قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم للیہود ان عیسی لم یمت وانہ راجع الیکم قبل یوم القیامۃ** اس کی نسبت یہ گذارش ہے۔ اولاً تو اس حدیث کی تخریج فرمائی جاوے کہ یہ حدیث کس کتاب حدیث میں لکھی ہے۔ ثانیاً تعدیل وتوثیق اسناد رجال سب رواۃ اسناد کی کی جاوے۔ ثالثاً بعد طے کرنے ان مراتب کے یہ حدیث مرسل سمجھی گئی ہے بمقابل احادیث صحاح متصل مرفوع کے جو ازالہ میں وغیرہم لکھی ہیں ساقط الاعتبار رہیگی۔ رابعاً اگر کوئی حدیث متصل مرفوع اس کی معارض بھی نہو تو بھی بعد طے کرنے ان مدارج اربعہ کے حدیث مرسل کے حجت ہونیمیں کلام ہے سب اصول کی کتابوں میں لکھا ہے **وقد ذهب جماعة الى ضعفه وعدم قیام الحجة** یہ نہیں معلوم مولانا صاحب نے اس حدیث کو ایسے مقام میں جہاں نص قطعیۃ الدلالۃ مطلوب ہے اور اُسی کی بحث ہو رہی ہے کیوں مذکور فرمایا ہے ایسے اقوال یا احادیث ضعیفہ جو بعض تفاسیر وغیرہ میں لکھے ہیں تو اُن کو باب اعتقادیات میں کیا دخل ہے پھر ان کے ایک مخلص مکرم اخونا المعظم جناب حکیم **نور الدین** صاحب ایک خط موسومہ احقر میں تحریر فرماتے ہیں کہ امام شعرانی نے طبقات کبرے جلد دوم صفحہ ۳۴ میں لکھا ہے۔ **وکان یقول ان علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالی عنہ رفع کما رفع عیسی علیہ السلام وسینزل کما ینزل عیسی علیہ السلام ثم قال الشعرانی هکذا کان یقول سیدی علی الخواص** پس جو معنے نزول علی بن ابی طالب کے ہیں وہی معنے نزول عیسیٰ بن مریم کے ہیں و علی ہذا القیاس رفع کو سمجھنا چاہیئے۔ **قولہ** تو اب یہ آیت صارف ہو گئی آیات مذکورہ کے حقیقی معنے سے

اقول یہ امر ثابت ہو چکا کہ آیات **اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ** اور **فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ** وغیرہ وفات مسیح بن مریم میں نص صریح اور محکم ہیں۔ اور آیت **لَیُؤْمِنَنَّ بِہٖ قَبْلَ مَوْتِہٖ** بسبب چند در چند ذو الوجوہ ہونیکے متشابہ ہے اور متشابہ کسی طرح پر محکم کے صارف عن الاحکام نہیں ہو سکتے اور اشارۃ النص بھی بمقابل عبارۃ النص کے وقت تعارض کے ساقط ہو جاتی ہے اور کتب لغت سے **توفی** کے

معنے جو لکھے گئے ہیں جنکا خلاصہ یہ ہے کہ اصل معنے توفی کے پورا حق لے لینے کے ہین - تو اس سے
مدعا جناب کا کب ثابت ہوتا ہے - اللہ تعالے نے کونسا حق اپنا حضرت عیسٰی سے پورا لیا تھا -
جس کی نسبت فرمایا گیا کہ یَا عِیْسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ یعنے اے عیسٰی مین تجھسے اپنا حق پورا
لینے والا ہون - یا حضرت عیسٰی نے جو فرمایا کہ فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ یعنی جبکہ تو نے اپنا حق پورا لے لیا -
یہ معنے بیچارا ن کی سمجھ مین بالکل نہین آتے اور ایک تحریف سی معلوم ہوتی ہے - اور اگر کہا جاوے کہ توفی
کے معنے مین جو لفظ حق کا لکھا ہے اس سے تجرید کر لیگئی ہے اور قبض تام کے معنے بھی آتے ہین چنانچہ
قسطلانی سے ہمنے نقل کیا کہ اخذ الشیء وافیاً تو یہانپر یہ معنے ہوئے کہ حضرت عیسٰی کو روح
مع الجسد سے پورا لے لیا - تو یہ گذارش ہے کہ نص مین اس تاویل رکیکہ کی ضرورت ہی کیا ہے
علاوہ یہ کہ قسطلانی نے بھی خود اقرار کر لیا کہ والموت نوع منہ اس اقرار سے تو صاف
وصریح ثابت ہو گیا کہ موت مین بھی قبض تام ہوتا ہے وھذا یخالف دعوٰکم پس
قسطلانی سے بھی یہی ثابت ہوا کہ حضرت عیسٰی کی وفات ہو چکی روح مع الجسد کا اٹھایا جانا
تو کسی لغت سے بھی ثابت نہ ہوا - اور سلمنا کہ توفی بمعنے انامت یعنے سلا دینے کے قرآن مجید سے
ثابت ہے مگر اس معنی کے اثبات سے مانحن فیہ مین جناب کا کیا مطلب ہے بلکہ جو آیات کہ جناب نے
واسطے اثبات اس اپنے مدعا کے ذکر فرمائی ہین وہ بھی مدعا جناب کے مخالف ہین کیونکہ بموجب
ان آیات کے معنے توفی کے اگر انامت کے مانحن فیہ مین تسلیم بھی کئے جاوین تو پھر یہی آیات مدعا
جناب کو نفی بھی کرتی ہین کیونکہ اگر حضرت عیسٰی کی توفی بطور انامت کے واقع ہوئی ہوتی تو ضرور تھا
کہ پہر دو پہر حد درجہ ایکدن مین جاگ اٹھتے اور فیرسل الاخری کا مضمون پیدا ہو جاتا
یہ کیسے اِنَامَت ہوئی کہ قریب دو ہزار برس کے ہو گئے ابھی تک فیرسل الاخری کا مضمون
واقع نہین ہوا - اس سے تو صریح یہی معلوم ہوا کہ فَیُمْسِکُ الَّتِیْ قَضٰی عَلَیْھَا الْمَوْتَ
کا ہی مضمون واقع ہو چکا ہے - آیت مین دو صورتین مذکور ہین ایک ارسال دوسری امساک درصورت
انامت کے ارسال واقع ہوتا ہے اور درصورت موت کے امساک جب ہم دیکھتے ہین کہ قریب دو ہزار برس
امساک ہی امساک ہے اور ارسال نہین ہے تو بالضرور ماننا پڑیگا اسی صورت کو جس مین امساک
ہوتا ہے اور وہ موت ہے نہ انامت - اور سورہ انعام کی آیت سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کیونکہ اسمین

بھی توفی بطور انامت کے جو مذکور ہے وہ رات کیھر تک ہوتی نہ دو ہزار برس تک بلکہ اُس مین تو تصریح ہے کہ اللہ تعالے رات مین سُلا دیتا ہے اور دن مین اٹھا دیتا ہے ھُوَ الَّذِیْ یَتَوَفّٰکُمْ بِالَّیْلِ وَیَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ ثُمَّ یَبْعَثُکُمْ فِیْهِ لِیُقْضٰی اَجَلٌ مُّسَمًّی اور اگر بطور حکماء کے بھی اس بارہ مین نظر کیجاوے تو بھی یہی مطلب جو ہم نے تفسیر آیات مذکورہ مین لکھا ثابت ہوتا ہو چنانچہ حواشی بیضاوی مین لکھا ہو۔ قال الزعفرانی ناقلا عن الامام النفس الانسانیة جوھر مشرق روحانی اذا تعلق بالبدن حصل ضوءہ فی جمیع الاعضاء وھو الحیوة ففی وقت الوفات ینقطع ضوءہ عن ظاھر البدن وباطنه وذالک ھو الموت واما فی وقت النوم فینقطع ضوءہ عن ظاھر البدن من بعض الوجوہ ولا ینقطع عن باطنه فثبت ان النوم والموت من جنس واحد لکن الموت انقطاع تام والنوم انقطاع ناقص انتھی۔ پس اگر انقطاع ناقص ہوتا تو ضرور بحکم فَیُرْسِلُ الْاُخْرٰی کے حضرت عیسٰی جاگ اٹھتے۔ جبکہ دو ہزار برس سے ابھی تک نہین جاگے تو معلوم ہوا کہ فَیُمْسِکُ الَّتِیْ قَضٰی عَلَیْهَا الْمَوْتَ کے مصداق ہو گئے ہین اور انقطاع تام ہو چکا ہے۔ **قولہ** اور قسم دوم کا جواب الیٰ قولہ ان آیات کی مخصص واقع ہوئی ہے **اقول** اس آیت کا حال تو معلوم ہو چکا غایت الامر یہ ہو کہ حیات مسیح مین متشابہ ہی ہے کیونکر مخصص ہو سکتی ہو۔ علاوہ یہ کہ جب وفات عیسٰی ابن مریم بطور اخبار کے ثابت ہو چکی تو اب اس آیت یا کسی اور آیت سے حیات کیونکر ثابت ہو گی یہ تو اخبار ماضیہ کا نسخ ہوا جاتا ہے اور بموجب قواعد اصول کے اخبار مین نسخ ہرگز جائز نہین ہو کیونکہ ایسے نسخ سے کلام باریتعالٰی مین کذب صریح لازم آتا ہے وا لازم باطل فالملزوم مثله **قولہ** صحیح معانی ان آیات کے وہ ہین جو تفاسیر معتبرہ مین مذکور ہین الخ **اقول** جو معانی ان آیات کے حضرت اقدس مرزا صاحب نے تحریر فرمائے ہین وہ تفاسیر معتبرہ مین لکھے ہوئے ہین۔ معھذا علوم رسمیہ جو خادم کتاب ہین اُن کے بھی موافق ہین۔ جب جناب جواب تفصیلی از الۃ الاوھام کا تحریر فرماوینگے اور اُن معانی حقہ کا ابطال کرینگے تو انشاءاللہ تعالٰی مفصلاً و مشرحاً احقاق حق کیا جاویگا

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۞

مولوی محمد بشیر صاحب کے

پرچہ ثانی پر سرسری نظر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ والصلوٰۃ علی نبیہ۔ امابعد واضح خاطر عاطر ناظرین ہو کہ پرچہائے ثلثہ محررہ مولویصاحب کا جواب جو حضرت اقدس مرزا صاحب سلمہٗ نے اپنے پرچون مین دیا ہے وہ ایسا کافی وشافی ووافی ہے کہ ہوتے اُسکے اب کسی کے جواب کی حاجت نہین رہی۔ ناظرین جب انصاف سے ملاحظہ فرماوینگے تو یہ امر اُن پر خودبخود واضح ہو جاوے گا کسی کے جتلانے اور بتلانے کی کیا حاجت ہے مثل مشہور ہے مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار گوید۔ لیکن چونکہ مولویصاحب نے بھوپال مین واپس تشریف لاکر اپنی فتحیابی کا اعلان کیا اور اس پر طرہ یہ ہوا کہ مکرر سہ کرر اس ہیچمدان سے درخواست مباحثہ فرمائی گئی اور مجالس وعظ مین ہل من مبارز کا ڈنکا بجایا گیا اور اس عاجز ہیچمدان کا نام لیکر طلب مباحثہ کیا گیا تو اس عاجز پر بھی واجب ہو گیا کہ مولانا صاحب کے امر واجب الاذعان کی اطاعت کرے اور مولویصاحب کی فتحیابی پر کچھ نظر کرے کہ فی الحقیقت وہ فتحیابی ہے یا محض آب سرابی ہی ہے اسمین دونون امر مذکورہ حاصل ہوتے ہین سے چہ خوش بود کہ برآید بیک کرشمہ دوکار۔ لہذا مولویصاحب کے پرچہ ثانی پر کچھ اند کے نظر کرتا ہون۔ **قولہ** واضح ہو کہ جناب مرزا صاحب نے بہت امور کا جواب اپنے پرچہ مین نہین دیا الخ۔ **اقول** حضرت اقدس مرزا صاحب نے آپکے مضمون کا جواب ایسا کافی وشافی دیا ہے کہ اُس سے بڑھکر بجز طوالت پر ملامت کے اور کچھ متصور نہین ناظرین صورت الحال کو دیکھکر خودبخود انصاف فرمالیوینگے مثل مشہور ہے کہ اصدق المقال ما نطقت بہ صورۃ الحال۔ اور آپ کی ابحاث ثلثہ مین جو اصل اور عمدہ بحث تھی یعنے

نون تاکید اس کو تو حضرت اقدس نے ایسا توڑا ہے کہ اس سے زیادہ ہرگز متصور نہیں کیونکہ اس بات کو سب علماء و طلبہ جانتے ہیں کہ تمام علوم رسمیہ کے اصول اور جملہ قواعد اور فنون رسمیہ کے جو کتب فن میں ممہد اور مشیّد کئے جاتے ہیں ان کے اثبات اور استحکام کیواسطے شواہد قرآن مجید سے بڑھکر اور کوئی شاہد نہیں ہے نہ امثال و اشعار جاہلیت کا وہ مرتبہ ہے اور نہ اقوال عرب عرباء کا وہ رتبہ مثل مشہور ہے کہ اذا جاء نهر الله بطل نهر معقل جس قاعدہ کے واسطے کوئی آیت قرآن مجید کی شاہد ملجاوے تو پھر اُس میں نہ سیبویہ کی حاجت ہے نہ اخفش کی نہ فرا کی ضرورت ہے نہ زجاج کی اس جگہ سب قدیمۃ اللہ ہو جاتے ہیں اور اُس کے مقابل میں زجاجِ زجاج کبھی ٹوٹ پھوٹ جاتا ہے اور قول مبرد بھی محض یارد ہو جاتا ہے الصباح یغنی عن المصباح کا مضمون صادق آتا ہے۔ قرآن مجید میں جبکہ بقرأت متواترہ وَالْمُقِيمِينَ الصَّلٰوةَ بجائے وَالْمُقِيمُونَ الصَّلٰوةَ وارد ہو گیا اور اِنْ هٰذٰنِ لَسٰحِرٰنِ بجائے ان هذين لساحرين اور وَالصَّابِئُونَ بجائے والصابئين قرأت متواترہ میں آگیا۔ تو نہ فرا کی چلی نہ اخفش کی۔ سب کے سب تاویلات رکیکہ بنا رہے ہیں اور کچھ نہیں ہو سکتا اور اصل وہی ہے جو حکیم امت حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے فرمایا کہ مخالف روزمرہ مشہورہ ہم روزمرہ است الحاصل یہ جناب والا کا بھی اقرار ہے جو پرچہ ثالث میں مندرج ہے کہ اصول فقہ اور اصول حدیث جملہ علوم خادم کتاب و سنت کے ہیں اور کتاب الدسب کی مخدوم ہے۔ اب یہ گذارش ہے۔ کہ باوجودیکہ حضرت اقدس مرزا صاحب نے متعدد آیات قرآن مجید اور عبارات تفاسیر معتبرہ سے واسطے جرح کرنے آپکے نون تاکید کے تحریر فرمائی ہیں۔ پھر آپ یہ کیا معنے فرماتے ہیں کہ جناب مرزا صاحب نے نہ تو کوئی عبارت کسی کتاب نحو کی نقل کی قسم ثقیلہ میں کچھ جرح کی۔ اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ قوله اور یہ امر بھی مخفی نہ رہے کہ میری اصل دلیل ا لخ قوله دوسری آیات محض تائید کے لئے لکھی گئی ہیں الخ۔ اقول جبکہ آیت لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ جناب کے نزدیک قطعی الدلالت ہے تو دیگر مویدات کے پیش کرنے کی کیا ضرورت ہے اسی سے ثابت ہوا کہ آیت مذکور جناب کے نزدیک قطعی الدلالت نہیں ہے ورنہ تائید کی کیا ضرورت ہوتی نہ اخلعت۔ خلاصہ یہ کہ اگر آیت مذکورہ کو قطعیۃ الدلالت کہتے ہو تو دیگر مویدات کی ضرورت نہیں اور اگر تائید اسکی دوسری آیات سے کرتے ہو تو خود آیت

۱ اور نیز ان عبارات میں جو رسالہ میں نقل کی

اس وجوب ولزوم سمجھی کیسے آپ ارشاد فرماتے ہین کہ یہ عبارت اَلَا یُوْمِنُ نہایت ہی عمدہ ہے ایسی عمدہ عبارت کو چھوڑکر بجائے اَلَا یُؤْمِنَنَّ اختیار کرنا ہرگز نہین چاہیئے تھا - ان ھذا النبی عجاب

اور اگر کوئی کہے کہ لیؤمنن مین بھی حرف تخضیض موجود نہین ہے - پھر اسکو بیضاوی وغیرہ نے صیغہ تخضیض کا کیون قرار دیا ہے تو جواب اسکا یہ ہے کہ اول تو بیضاوی نے لیومنن کو صیغہ تحریض کا نہین کہا صرف کالوعید والتحریض کہا ہے ثانیاً وجہ اسکی یہ ہے کہ مضارع مصدر بحرف تخضیض مین جو تخضیض ہوتی ہے اُس مین طلب ضرور ہوتی ہے چنانچہ فوائد ضیائیہ مین لکھا ہے -

ومعناها فی المضارع الحض علی الفعل والطلب له فهی فی المضارع بمعنے الامر - اور نون تاکید بھی امر مطلوب کی ہی تاکید کرتا ہے تکملہ وغیرہ مین لکھا ہے کہ نون التاکید لا یوکد الا مطلوبا - پس اس مناسبت سے بیضاوی نے صیغہ لیومنن کو کالوعید والتحریض قرار دیا ہے بخلاف صرف یومن کے کہ وہ کسی طرح صیغہ تحریض کا نہین ہوسکتا ہے

یہ مولانا صاحب کا بڑا تحکم ہے کہ ایک قاعدہ اپنی طرف سے ایجاد فرماکر پھر اسکے بموجب قرآن مجید مین اصطلاح لگائی جاتی ہے باقی اُس اقولُ کا مقولہ آخر تک جو بیان فرمایا گیا ہے وہ محض بنا ر فاسد علے الفاسد ہے جسکا جواب اظہاراً للصواب مکرر سہ کرر گذر چکا ہے اب ضرورت اعادہ جواب کی نہین ہے **قولہ** اس آیت کلام سے بچند وجوہ اول یہ کہ الخ -

اقول جناب والا بار بار وہی ایک بات فرمائے جاتے ہین جس کا ابطال حضرت اقدس مرزا صاحب بدلائل بیّنہ فرما چکے ہین - **قولہ** دوم یہ کہ یہ قرأت ہمارے معنے کے مخالف نہین ہے الخ - **اقول** اول تو زمانہ نزول کا مراد لینا آپ کے اقرار مندرجہ اول پرچہ کے خلاف ہے اقرار یہ ہے کہ اس بحث مین صعود ونزول وغیرہ کا خلط نکیا جاویگا - ثانیاً آپکی طرز استدلال کے بموجب صرف اسی آیت لَیُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ کے قطعی الدلالت ہونے کی کیا وجہ ہے - تمام قرآن شریف کے وہ صیغے مندرجہ آیات جنمین ایمان لانیکا ذکر یا کسی اور امر معروف کی پیشین گوئی زمانہ آیندہ مین ہے وہ سب آیات حیات مسیح پر قطعی الدلالت ہوگئین - تقریر اسکی بموجب استدلال جناب کے یون ہوسکتی ہے - کہ یہ معنے ہمارے معنے کے مخالف نہین ہین کیونکہ اس صورت مین یہ معنے ہین کہ ہر ایک شخص اپنے مرنے سے پہلے زمانہ آیندہ مین ایمان لے آویگا اور یہ معنے اول کے ساتھ

جمع ہوسکتے ہین اس طرح پر کہ زمانہ آیندہ سے زمانہ نزول حضرت عیسے علیہ السلام مراد لیا جاوے
سبحان اللہ کیا عمدہ استدلال ہے۔ اے مخالفین حضرت مرزا صاحب مولوی محمد حسین وغیرہ تمکو
مبارک ہو کہ ہمارے حضرت مولویصاحب نے کیا عمدہ طرز استدلال کا بموجب اصول موضوعہ جدیدہ
علم مناظرہ کے ایجاد کردیا ہے کہ تمام قرآن مجید کے ایسے صیغے جن مین ایمان لانیکا ذکر یا کسی اور امر معروف
کی پیشین گوئی زمانہ استقبال مین ہو حیات مسیح کیلئے دلائل قطعیۃ الدلالت ہوگئین اب تمکو متعدد
ایسے صیغے قرآن مجید مین ملجاوینگے جو مولویصاحب کی طرز استدلال کیطرحپر وہ سبکے سب حیات
مسیح پر قطعیۃ الدلالت ہوجاوین گی اب جو مشکلات مولوی محمد حسین وغیرہ کو بمقابل حضرت اقدس کے
اس بحث مین پیش آرہی تھین ہمارے مولانا صاحب نے وہ سب حل فرمادین۔ سبحان اللہ استدلال ہو
تو ایسا ہو۔ یہ فتح عظیم تمکو مبارک مبارک مبارک ہے۔ این کار از تو آید و مردان چنین کنند۔ اب مین
دو تین آیتین اور مولویصاحب کیطرف سے دلیل قطعی حیات مسیح پر لکھے دیتا ہون جو بموجب طرز
استدلال مولویصاحب کے قطعی الدلالت ہین مثلاً آیت فَلَنُحْيِيَنَّهُ حَيٰوةً طَيِّبَةً وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ
جو مولویصاحب نے خالص استقبال کیواسطے اول پرچہ مین لکھی ہے وہ حیات مسیح مین قطعی الدلالت
ہے۔ کیون قطعیۃ الدلالت ہے۔ یون ہے کہ جو شخص مرد ہو یا عورت نیک عمل کرے درحالیکہ وہ مومن
بھی ہو تو ہم زمانہ آیندہ مین البتہ زندہ رکھینگے اسکو ساتھ زندگی پاکیزہ کے اور البتہ بدلا دینگے ہم انکو
ثواب انکا یہ معنے مولویصاحب کے معنونکے کچھ منافی نہین اور مولویصاحب کے معنونکے ساتھ جمع ہوسکتے
ہین اسطرح پر کہ زمانہ آیندہ سے زمانہ نزول عیسے علیہ السلام مراد لیا جاوے بس یہانتک دلیل قطعی الدلالۃ
کی تقریب تمام ہوچکی۔ اور مثلاً آیت وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ بھی حیات مسیح
پر قطعی الدلالت ہے کیون قطعی الدلالۃ ہے۔ یون ہے کہ نون ثقیلہ تو اس مین موجود ہی ہے جو خالص زمانہ
استقبال کیواسطے آتا ہے۔ پس یہ نصرت الٰہیہ مومنین صالحین اور مومنات صالحات کو زمانہ آیندہ
مین ہوگی اور یہ معنے مولویصاحب کے معنونکے ساتھ جمع ہوسکتے ہین اسطرح پر کہ زمانہ آیندہ سے زمانہ نزول
حضرت عیسے علیہ السلام مراد لیا جاوے۔ وہ تقریب دلیل کی تمام ہوگئی علی ہذا القیاس آیت وَالَّذِيْنَ
جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا جسکو مولویصاحب نے واسطے اثبات قاعدہ نون ثقیلہ کے پرچہ
اول مین لکھی ہے وہ بھی حیات مسیح پر بموجب طرز استدلال مولویصاحب کے قطعی الدلالت ہوسکتی ہے۔

قطعیۃ الدلالت فی نفسہ نہین رہتی۔ لیکن اب گذارش یہ ہے کہ ہر چہار آیات کو تو چار و ناچار خود جناب نے ادلہ ہونے سے خارج کیا اور آیت اولےٰ کو دنیا بھر کے مفسرین تشابہ اور ذو الوجوہ کہہ رہے ہین وہ تو کسی طرح پر بھی حیات مسیح مین قطعیۃ الدلالت ہو ہی نہین سکتی کما مر شرحہ پس اب جناب کے پاس حیات مسیح پر کونسی دلیل باقی رہی۔ اگر موجود ہو تو پیش کیجیئے۔ ورنہ چونکہ حیات و ممات مین کوئی واسطہ نہین ہے لہذا اللہ تعالےٰ سے خوف کر کرا تو حیات مسیح کے دعوے سے رجوع فرمایئے۔ **قولہ** اس مین کلام ہے چند وجہ سے قولہ تو یہ کام عبث آپ نے کیون کیا **اقول** اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ جبکہ مولانا جیسے فاضل اجل قواعد علم مناظرہ کو قلم انداز فرماوینگے اور ملحوظ نظر نہ رکھینگے تو اب اس ہیچمدان کو کس سے امید ہے کہ اس مباحثہ مین حسب اصول مناظرہ گفتگو کرے ؎ چو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی۔ ایہا الناظرین ظاہر ہے کہ حضرت اقدس مرزا صاحب اس مباحثہ مین سائل اور مانع کا منصب رکھتے ہین خصوصاً مولوی صاحب جیسے مدعی کے مقابلہ مین کہ دعوے بھی اُن کا خلاف سنت اللہ اور فطرت اللہ کے واقع ہوا ہے پس اگر حضرت اقدس نے توضیح مرام وغیرہ مین یہ لکھا ہے کہ حضرت مسیح بسبب فوت ہو جانیکے دنیا مین نہ آوینگے اور اس منع پر کچھ سند وغیرہ بیان کی ہے تو کیا اس منع وغیرہ سے حضرت اقدس بموجب اصول مناظرہ کے مدعی حقیقی بن گئے۔ سائل اور مانع کا تو کام ہی یہی ہے کہ منع وغیرہ کا ایراد ادلہ مدعی پر کرے خواہ مناقضہ اور نقض تفصیلی کے طور پر ہو بلا سند یا مع السند کے یا معارضہ کے طور پر ہو یا نقض اجمالی کی طرز پر وغیرہ وغیرہ جسکی تفصیل رسائل صغیر و کبیر علم مناظرہ مین لکھی ہے پس اگر سائل ان طرق مناظرہ اور آداب مباحثہ سے بحث کرے تو کیا وہ فی الحقیقت مدعی ہو جاویگا ہرگز نہین ہرگز نہین۔ رشیدیہ وغیرہ مین لکھا ہے جسکا ماحصل یہ ہے۔ السائل من نصب نفسہ لنفی الحکم الذی ادعاہ المدعی بلا نصب دلیل علیہ وقد یطلق علی ما ھو اعم وھو کل من تکلم علی ما تکلم بہ المدعی اعم من ان یکون مانعا او ناقضا او معارضا۔ اور اُسی مین لکھا ہے المنع طلب الدلیل علی مقدمۃ معینۃ ویسمی ذلک مناقضۃ ونقضا تفصیلیا۔ والسند ما یذکر لتقویۃ المنع ویسمی مستندا۔ اور اُسی مین لکھا ہے۔ النقض ابطال الدلیل بعد تمامہ

متمسکا ایشا ھد یدل علی عدم استحقاقہ للو سند لا ل بہ وھوا ستلزامہ فسادا اما اعم من ان یکون تخلف المدلول عن الدلیل و فسادا اٰخر مثل لزوم المحال و غیرہ

پس اگر حضرت اقدس مرزا صاحب نے جو منصب سائل کا رکھتے ہین یہ ابحاث اپنے رسائل مین درج فرمائی ہین تو اُن کے درج کرنے سے وہ مدعی کیونکر ہوگئے اور جو فرض منصب سائل کا ہو اگر اس کو حضرت اقدس بموجب آداب مناظرہ کے بجا لائین تو یہ سب کام اُنکا عبث کس اصل مناظرہ کے رو سے ہوگیا۔ اور اگر کہو کہ حضرت اقدس مرزا صاحب کے مقابل اُن رسائل مین مدعی کون ہے جو مرزا صاحب سائل اور مانع ہوگئے تو جواب اسکا یہ ہے کہ وہ تمام مخالفین حضرت اقدس کے جو دعوے حیات مسیح کا کرتے ہین وہی مدعی ہین جن کے خیالات مین حضرت اقدس نے ان رسائل مین کلام کیا ہے اور یہی تعریف ہے سائل کی کہ السائل من تکلم علی ما تکلم بہ المدعی اعم من ان یکون مانعا او ناقضا او معارضا۔ اور یہ جو آپ نے فرمایا کہ بالجملہ بار ثبوت وفات مسیح دو حیثیت سے آپ کے ذمہ ہے الخ یہ ایک التباس حق بالباطل ہے جو حق کے بالقصد کیا گیا ہے یا بسبب عدم امعان نظر کے اصول مناظرہ مین پیدا ہوا ہے اگر اصول مناظرہ مین امعان نظر فرمایا جاوے تو یہ التباس رفع ہو جاویگا۔ مولانا صاحب گذارش یہ ہو کہ جب مانع اور سائل کسی مدعی کی دلیل پر نقض و منع کریگا اگر وہ منع بلا سند ہے تو صرف لا نسلم کہیگا اور اگر اس منع اور نقض کے ساتھ کوئی سند یا شاہد مذکور ہو تو وہ سند وغیرہ بالضرور مشتمل مقدمات پر بھی ہوگی لیکن وہ مانع یا ناقض و معارض اس اشتمال مقدمات سے حقیقتاً مدعی اُس بحث متنازعہ فیہ مین نہین ہو سکتا خصوصاً ایسی حالت مین کہ دعوے مدعی اول کا مخالف سنت اللہ کے ہو اور منع خصم کے موافق سنت اللہ کے جیسا کہ نحن فیہ مین ہے پس وفات مسیح کو جو آپ اصل دعوے حضرت اقدس کا قرار دیتے ہین بموجب آداب مناظرہ کے یہ بات درست نہین ہے۔ یہ اصل دعوے نہین یہ تو اصل فطرۃ اللہ ہے جس کے قائل اور تمام جگہ آپ بھی ہین اور یہ وفات مسیح کی حضرت اقدس کی دلیل کا کوئی ایسا مقدمہ ہے جسکے اثبات کی اُنکو ضرورت ہو کیونکہ جو امر فطرت اللہ اور سنت اللہ کے موافق ہوتا ہے وہ ظاہر بمنزلہ بدیہی کے ہوتا ہے اسکے اثبات کی کوئی ضرورت ہی نہین ہوتی۔ لیکن جبکہ آپ اس سنت اللہ کے ایک خاص مقام مین منکر ہوگئے ہین تو بحیثیت انکار جناب کے وہ وفات مسیح ایک مقدمہ اعتباری

ہوگیا ہے پس صرف اس لحاظ سے حضرت اقدس نے بحکم آنکہ خصم را تا بخانہ باید رسانید۔ دلائل وفات مسیح کی اپنے رسائل مین مذکور فرمادیے ہین اور وہ بھی بطور نقض و معارضہ و تخلف وغیرہ کے جو سائل کا ہی فرض منصب ہے آپ اصول مناظرہ مین غور فرمائیے اور خلط مبحث نہ کیجئے غرضکہ حسب آداب مناظرہ حضرت اقدس کسی طرح سے مدعی حقیقی اس مسئلہ متنازعہ فیہ مین نہین ہوسکتے ہان البتہ مسیح موعود ہونے کا دعوے انکا ہے اور وہ اُسکے مدعی ہین اور بار ثبوت اس دعوے کا انکے ذمہ ضرور ہے جسکو ازالۃ الاوہام وغیرہ مین مفصلاً اور مشرحاً کہ براہین بیان فرمایا ہی۔ مگر جب بحث حیات و ممات مسیح ختم ہوچکے گی تب آپ ثبوت اس دعوے کا اُن سے طلب فرماسکتے ہین مگر اسوقت اس بحث کا چھیڑنا خلط مبحث کرنا ہے وہ بعد اس بحث حیات و وفات مسیح کے اُن سے ہوسکتی ہے و بس۔ **قولہ** اس قاعدہ کو جدید قاعدہ کہنا نہایت محل استبعاد ہی الخ۔

اقول مولانا حضرت اقدس مرزا صاحب نے تو آپکے اس قاعدہ کو جدید ہی فرمایا تھا۔ مگر ہیچمدان نے اسکا اجدّ ہونا ثابت کردیا۔ اور کوئی محل استبعاد کا بھی نہین رہا۔ میزان خوان اطفال بھی جانتے ہین کہ صرف نون تاکید البتہ مضارع کو خالص مستقبل کر دیتا ہے لیکن جب لام تاکید بھی موجود ہو جو واسطے حال کے آتا ہے اور نون تاکید بھی تو ایسے صیغے مین نہ کوئی شہزادہ اس بات کا قائل ہے کہ خالص استقبال کا ہونا ضروری ہے اور نہ کوئی سیّدزادہ یہ کہتا ہے ازہری جو لکھتا ہے کہ لانہما تخلصان مدخولہما للاستقبال تو یہان پر استقبال سے مراد صیغہ استقبال ہے نہ زمانہ استقبال۔ اور یہ بات تو زبان اطفال میزان خوان پر بھی جاری ہی کہ صیغہ حال ہیچو صیغہ استقبال است۔ اور ازہری نے جو اس مسئلہ کی دلیل بیان کی ہی اُس سے بھی مطلب ثابت ہوتا ہے کیونکہ اگر مراد اُسکی زمانہ استقبال ہوتی تو کہتا کہ ذلک ینافی المضی والحال۔ آگے ازہری نے جو یہ لکھا ہے کہ ولا یجوز تاکیدہما اذا کان منفیا او کان المضارع حالا۔ الخ۔ تو اسکا صریح مطلب یہ ہی کہ اگر مضارع سے خالص حال مراد ہو اور استقبال مراد نہ ہو تو اس صورت مین صرف لام تاکید بغیر نون کے مضارع پر آویگا اس سے یہ کہان ثابت ہوا کہ اگر حال و استقبال دونون مراد ہون تو بھی لام تاکید اور نون تاکید سے اُس مضارع کو موکد نہ کرینگے۔ خود فوائد ضیائیہ کے حواشی تکملہ عبدالحکیم وغیرہ مین اس بات کی تصریح کردیگئی ہی کہ مراد فعل مستقبل

سے یہان پر فعل مستقبل اصطلاحی ہے ملاحظہ فرماؤ ہوامش شرح جامی کی علی ہذا القیاس جسقدر
عبارات کتب نحو کی جنابنے نقل فرمائی ہین ان سے یہ ثابت نہین ہوتا کہ جس صیغہ مین لام تاکید معہ
نون تاکید کے ہو تو وہ بالضرور خالص استقبال کیواسطے ہی آئیگا۔ ہان البتہ اسقدر ثابت ہوتا ہے
کہ صرف نون تاکید کے داخل ہونیسے صیغہ مضارع کا خالص استقبال کیلئے اکثر جگہ ہو جاتا ہے
پس جبتک کہ اجماع اکابر ائمہ نحویین کا درصورت اجتماع لام تاکید معہ نون تاکید کے اس بات
پر آپ ثابت نہ کرینگے کہ سوائے زمانہ استقبال کے زمانہ حال کا مراد ہونا ممتنع ہے تب تک تقریب
دلیل جناب کی محض ناتمام رہے گی واین ہذا یثبت من تلک العبارات المنقولۃ
اور بعد اس اثبات کے بھی یہ گذارش کیا جاویگا کہ صیغۂ مستقبل کا مستعمل ہونا واسطے دوام تجددی
یا استمرار کے علم بلاغت سے ثابت ہوچکا ہے وہذا اینافی دعواکم پھر یہ قاعدہ جناب کا
اجد نہین تو کیا قدیم ہے **قولہ** خاکسار کی اصل دلیل اتفاق ائمہ نحاۃ کا ہے اس قاعدہ پر الخ
اقول اتفاق اور اجماع کا تو ذکر ہی کیا ہے کسی ایک امام نحو کا قول بھی آپنے ایسا نقل نہین
فرمایا جس سے تقریب دلیل جناب کی تمام ہوتی۔ کما مر شرحہ۔ اور حضرت اقدس مرزا صاحب
نے آیات قرآن مجید کی جو ماخذ تمام علوم کا ہے اس بارہ مین تحریر فرمادین اور تفاسیر معتبرہ
مثل مظہری وغیرہ سے ثابت کر دیا کہ فان حقیقۃ الکلام للحال **قولہ** ہان آیات اس
قاعدہ کی تائید کیلئے لکھی ہین الخ۔ **اقول** ایہا الناظرین آیات سے بڑھکر اور کس کا قول ہوگا
اذا جاء نصر اللہ یبطل نصر معتقل۔ **قولہ** مخفی نہ رہے الخ۔ **اقول** مولانا یہ ایک
اور دوسرا قاعدہ علم نحو مین اس پہلے قاعدہ سے بھی زیادہ اجد آپ نے ایجاد کیا۔ بھلا کون سے
قاعدہ نحو سے لَا یُؤْمِنُ صیغہ تحریض کا بغیر حرف تخصیص کے لائے ہوئے ہو سکتا ہے
اور قسم کے جواب مثبت مین جو باتفاق نحویین کے نون تاکید کا آنا بطور وجوب و لزوم کے
لکھا ہے اسکو بھی آپنے توڑ دیا۔ خود فوائد ضیائیہ مین لکھا ہے۔ ولزمت ای نون التاکید
فی مثبت القسم ای فی جوابہ المثبت لان القسم محل التاکید فکرھوا ان یؤکدوا
الفعل بامر منفصل عنہ وھو القسم من غیر ان یؤکدوہ بما یتصل بہ و
ھو النون بعد صلاحیتہ لہ انتہی موضع الحاجت اور پھر باوجود توڑ دینے

ہیچمدان نے یہ دو تین آیتیں واسطے توضیح قاعدہ استدلال مولویصاحب کے بطور مثال کے لکھدیں تاکہ ہر ایک ادنے طالب علم جو ترجمہ خوان قرآن مجید ہو حیات مسیح پر قرآن شریف سے بہت سی آیات قطعی الدلالت استخراج کر سکے۔ **قولہ** سوم یہ کہ یہ قرأت غیر متواترہ ہے الخ **اقول** قرأت غیر متواترہ سے احتجاج نہیں کیا گیا بلکہ قرأت غیر متواترہ صرف واسطے تائید معنے قرأت متواترہ کے حسب اصول مفسرین لائی گئی ہے چنانچہ تمام مفسرین محققین اس قرأت غیر متواترہ کو واسطے تائید معنے قرأت متواترہ کے اپنی تفاسیر میں لائے ہیں اسی طرح پر حضرت اقدس مرزا صاحب اس قرأت غیر متواترہ کو واسطے تائید معنے قرأت متواترہ کے لائے ہیں اور جناب والا نے جو روایات اس کل اپنے مباحثہ میں بیان و نقل فرمائی ہیں اُن کی رجال اسانید کی کچھ بھی توثیق و تعدیل بیان نہیں فرمائی۔ کیا یہ وجوب حضرت مرزا صاحب پر ہی ہے آپ پر واجب نہیں کہ اس مقام تحقیق میں اُن رجال اسانید کی توثیق و تعدیل حسب اصول علم اسماء الرجال بیان فرماتے و دونہ خرط القتاد۔ اَتَأْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ **قولہ** چہارم یہ کہ مرزا صاحب الخ **اقول** آیت مذکورہ چونکہ ذو الوجوہ ہے اسواسطے حضرت اقدس نے اُسکو دوسری وجہ سے بھی تفسیر فرمایا ہے یعنے قبل موتہ کی ضمیر کو حضرت عیسے علیہ السلام کیطرف بھی راجع کرکر وہ تفسیر کی ہے اور وہ معنے بیان کئے ہیں۔ کہ جنپر کسی طرح کا اعتراض وارد نہیں ہوتا ایسی آیات ذو الوجوہ کی تفسیر مختلف وجوہ سے کرنا ایک فقہ محمود ہے قال ابو الدرداء لا یفقہ الرجل حتی یجعل للقرآن وجوھا اور جناب کی طرح حضرت اقدس نے ایسی آیت ذو الوجوہ کو ایک وجہ میں محصور کرکر قطعی الدلالت ایک وجہ پر نہیں فرمایا۔ اور درصورت ارجاع ضمیر کیطرف حضرت عیسے علیہ السلام کے جو معنے آیت کے آپ کرتے ہیں اُسپر طرح طرح کے اعتراضات وارد ہوتے ہیں پس کیا یہی مقتضائے دیانت و انصاف ہے کہ جو معنے انواع انواع اعتراضات کے مورد ہوں اُنپر تو اصرار کیا جاوے اور جو معنے خالی از فساد ہوں اُنکو تسلیم نہ کیا جاوے والحاصل درصورت ارجاع ضمیر کے طرف حضرت عیسےٰؑ کے اگر آپ وہ معنے جو حضرت اقدس نے ازالہ میں تحریر فرمائے ہیں تسلیم و قبول فرماتے ہیں تو فنعم الوفاق سب نزاع طے ہو گیا اور اگر اُن معنے خالی از فساد کو آپ تسلیم نہیں فرماتے تو اس وجہ سے کہ آپکے معنے مورد اعتراضات کثیرہ ہیں ارجاع ضمیر حضرت عیسےٰؑ کیطرف بسبب اُن فسادات کے نہیں ہو سکتا کتابی یا احد مقدر کی طرف ضمیر رجوع ہوگی

جس کی تائید قرآت غیر متواترہ کرتی ہے۔ بعد اَلْیَنَا والتی حضرت اقدس نے ارجاع ضمیر کو طرف کتابی یا احد مقدر کی کسی جگہ اپنی تحریر مین غیر صحیح نہین فرمایا اگر آپنے کسی تحریر مین دیکھا ہو تو بہ تصحیح نقل بیان فرمایا جاوے۔ آگے رہی یہ بات کہ موت مسیح پر استدلال حضرت اقدس نے اس آیہ سے کیا ہو اُس کی نسبت یہ گذارش ہو کہ کسی جگہ اُس استدلال کو قطعی الدلالت نہین فرمایا جبکہ آیت ذوالوجوہ ہو تو نہ حیات مسیح پر قطعی الدلالت ہوسکتی ہو اور نہ وفات مسیح پر۔ اول وفات مسیح بطور تعین قطع کے اور بہت ہین جو اوپر سابق مین گذر چکین اور ازالہ مین بتفصیل مذکور ہین۔ مگر ایسی آیت ذوالوجوہ کو حیات مسیح پر قطعی الدلالت ٹھہرانا یہی تو مجادلہ ہو کہ جس مین مناظرہ کا رایحہ بھی موجود نہین ہو **قولہ** یہان ارادہ حال غلط محض ہو بلکہ خالص مستقبل مراد ہے بچند وجوہ **اقول** یہان پر تو مولانا صاحب نے کمال ہی کیا ہو کہ نون ثقیلہ کے غلبہ و ثقل خیال مین ترتیب آیات جو درایتاً و روایتاً مراد الٰہی ہو اسکو بھی غلط محض فرمادیا۔ درایتاً بیان اسکا یہ ہے کہ آیت قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ مین سو لیصاحب کا نون ثقیلہ تو موجود ہی نہین جو خالص استقبال ہی مراد ہو اور حال مراد نہو سکے پس ہم کہتے ہین کہ قد نری مین زمانہ حال مراد ہوا اور فلنولینک قبلۃ ترضاہا مین حرف فا داخل ہو جسکا فائدہ یہ ہو کہ قد نری پر مترتب بلا مہلۃ ہو کیونکہ مسئلہ نحو صحیح علیہ ہو کہ الفاء للترتیب ای للجمع مع الترتیب بلا مہلۃ پس فَلَنُوَلِّيَنَّكَ کا بھی حال ہی ہوا۔ اور فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ مین بھی وہی حرف فا موجود ہے جو باتفاق نحاۃ ترتیب بلا مہلت کیواسطے آتی ہو پس نظم و نسق آیات سے معلوم ہوا کہ قَدْ نَرٰى الایہ پر فَلَنُوَلِّيَنَّكَ الایہ بلا مہلۃ مترتب ہوا اور فَلَنُوَلِّيَنَّكَ الایہ پر فَوَلِّ وَجْهَكَ الآیہ بلا مہلۃ مترتب اور متسبب ہوا کوئی فاصلہ زمانہ دراز یا کوتاہ کا درمیان ان آیات کے واقع نہین ہے جو فَلَنُوَلِّيَنَّكَ کو خالص زمانہ استقبال دراز یا کوتاہ کے لئے ہی قرار دیاجاوے پس درایتاً ثابت ہوا کہ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ مین زمانہ حال مراد ہو جسکی مقدار مختلف اور مفوض الی العرف ہے اور روایتاً بیان اسکا یہ ہو حواشی بخاری شریف مین لکھا ہے۔ ثم اعلم ان الروایات اختلفت فی ان التحویل ھل کان خارج الصلوۃ بین الظہر والعصر فالظاہر من حدیث البراء الذی سبق فی کتاب الایمان فی صفحہ ۱۰ انہ کان خارج الصلوۃ حیث قال انہ صلی اللہ علیہ وسلم صلی اول صلوۃ صلہا الی الکعبۃ صلوۃ العصر الحدیث قال مجاہد وغیرہ نزلت

افتتاح صلوٰۃ العصر

ھذہ الآیہ ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی مسجد بنی سلمہ وقد صلی باصحابہ رکعتین من صلوۃ الظہر فتحول فی الصلوۃ واستقبل المیزاب وحول الرجال مکان النساء والنساء مکان الرجال فسمی ذلک المسجد مسجد القبلتین کذا ذکرہ البغوی ثم قال وقیل کان التحویل خارج الصلوۃ بین الصلوتین ورجح الواقدی الاول وقال ھذا عندنا اثبت ذکرہ فی المظہری وقال فیہ ایضا محمد بن البراء ثم حدثنی ان البراء الحلیم صلوتہ صلی اللہ علیہ وسلم فی مسجد بنی سلمۃ الظہر والمراد انہ اول صلوۃ صلٰہا کاملا الی الکعبۃ انتہی واللہ اعلم۔ اور اگر مولوی صاحب اسی بیضاوی کیطرف جس سے یہانپر کچھ تھوڑا سا نقل عبارت کیا آخر عبارت تفسیر آیت تک رجوع فرماتے تو یہ مطلب اُسی سے واضح ہوجاتا۔ قال البیضاوی روی انہ علیہ السلام قدم المدینۃ فصلی نحو البیت المقدس ستۃ عشر شہرا ثم وجہہ الی الکعبۃ فی رجب بعد الزوال قبل قتال بدر بشہرین وقد صلی باصحابہ فی مسجد بنی سلمۃ رکعتین من الظہر فتحول فی الصلوۃ واستقبل المیزاب وتبادل الرجال والنساء صفوفہم فسمی المسجد مسجد القبلتین اور ایسا ہی فتح البیان وغیرہ مین لکھا ہے۔ اور محشی عبد الحکیم نے جو قول وجہک کو انجاز وعد لکھا تو اُس نے یہ کب کہا ہے کہ اس انجاز وعد مین فاصلہ قصیر یا طویل زمانہ کا واقع ہوا ہے الفاء وعد کو زمانہ حال جس کی مقدار مفوض الے العرف ہی کچھ منافی نہین اور یہ جو آپ فرماتے ہین کہ اس تقریر پر قول وجہک زائد ولاطائل ہوجاویگا تو گزارش یہ ہے کہ آیت فول لشطر المسجد الحرام متعدد جگہ موجود ہے آپکے مسلک پر وہ بھی زائد ولاطائل ہوئی جاتی ہے فما ھو جوابکم فہو جوابنا اور شاہ ولی اللہ صاحب کے ترجمہ مین جو متوجہ گردانیم لفظ مضارع کیا گیا ہے وہ زمانہ حال واستقبال دونون کو شامل ہے یہ جناب والا کا کمال فہم ہے کہ لفظ مضارع کو خالص استقبال کیواسطے فرماتے ہین اور تراجم اردو مین جو ترجمہ بلفظ استقبال کیا گیا اُس سے استقبال قریب مراد ہے جسکے آپ بھی قائل ہین ہم اسی کو حال کہتے ہین کتب علم بلاغت سے ثابت ہوچکا کہ مقدار زمان الحال

بحسب الافعال و مفوض الی العرف - **قولہ** ارادہ حال اس آیہ مین بھی غلط ہے الخ - **اقول** وبحالیکہ استقبال قریبکے آپ بھی قائل ہین اور کتب علم بلاغت مطول وغیرہ سے ثابت ہوچکا کہ زمانہ حال ایک امر عرفی ہے اور اسکی مقدار باعتبار افعال کے مختلف ہے اور اسی وجہ سے مفوض الی العرف ہے تو یہ بحث جناب کی ایک نزاع لفظی ہوگئی ہے جسکا بار بار تکرار کیا جاتا ہے جو آپکی شان سے نہایت بعید ہے۔ اور مین حیران ہون کہ ترجمہ شاہ ولی اللہ صاحب کا جو بلفظ مضارع ہے آپ کیون اُسکو خالص استقبال قرار دیتے ہین اور ذرہ متنبہ نہین ہوتے اور اسپر طرہ یہ ہے کہ لفظ شاہ رفیع الدین صاحب کو جو ابھی جلاونگے ہم اُسکو بھی خالص استقبال کسطرح فرماتے ہین۔ لفظ ابھی تو خالص حال کیواسطے آتا ہے - اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ لان هذا الفهم لبعيد عن الصبي فضلا عن الفاضل الذي هو نائب النبي **قولہ** واضح ہو الخ **اقول** حضرت اقدس مرزا صاحب ان معنونکے لینے مین ہرگز منفرد نہین تمام سلف و خلف امت بعض ان آیات کو حال پر اور بعض کو استمرار پر محمول کرتے چلے آئے ہین کما مر تفصیلہ **قولہ** اول یہ کہ الخ - **اقول** جزاکم اللہ فی الدارین خیرا - کہ جنابنے اس امر کو تو تسلیم فرمالیا کہ اللہ تعالی کی یہ عادت مستمرہ ہے کہ مجاہدہ کرنیوالونکو اپنی راہین دوام دکھلایا کرتا ہے فقط - اور یہ مسئلہ کتب علم بلاغت سے ثابت ہوچکا ہے کہ صیغہ مستقبل کا بحسب مقامات مناسبہ کے دوام تجددی اور استمرار کیواسطے مستعمل ہوا کرتا ہے۔ پس اب گذارش یہ ہے کہ کیا وجہ کہ اس آیہ کے ایسے ناقص اور ادھورے معنے کئے جاوین جو اس عادۃ مستمرہ کو شامل نہووین حالانکہ کتاب اللہ بلاغت مین طرف اعلی حد اعجاز کو پہونچی ہوئی ہے اور حضرت نبی علیہ السلام فرماتے ہین اوتیت جوامع الکلم اور مسلما کہ آیت وعدہ ہے لیکن وعدہ کو زمانہ حال یا استمرار سے کچھ منافات نہین ہے۔ کیونکہ وعدہ زمانہ حال کے واسطے بھی کیا جاتا ہے اور بطور استمرار کے بھی وعدہ ہوسکتا ہے جیسا کہ حضرت اقدس نے مشرحاً بیان فرمایا ہے۔ اور حضرت اقدس نے جو معنے دوم کی تائید مین تصحیح خالص استقبال کی کی ہے وہ صرف جناب کی خاطر سے کی ہے۔ بقول شخصے کہ خصم را تابخانہ باید رسانید۔ چنانچہ الفاظ حضرت اقدس کے اسپر دال ہین جو جنابنے بھی نقل فرمائے ہین اور وہ یہ ہین کہ کیا استقبال کے طور پر یہ دوسرے معنے بھی نہین ہوسکتے کہ کوئی اہل کتاب مین سے ایسا نہین جو اپنی موت سے پہلے مسیح پر ایمان نہین لائیگا۔ **قولہ** دوم یہ کہ الخ - **اقول** مولانا شاہ ولی اللہ صاحب کے الفاظ مضارع

کو خالص استقبال کیواسطے ٹھہرایا زبان فرس مین ایک جدید قاعدہ کی تجدید کرنی ہے۔ سابق الفاظ ترجمہ مترجمین کے جو بصیغہ مستقبل ہین اُن کی نسبت وہی گذارش ہو کہ صیغہ مستقبل کا دوام تجددی کیواسطے مستعمل ہونا کتب علم بلاغت سے ثابت ہو چکا ہی۔ **قولہ** یہان ارادہ حال واستمرار قطعاً باطل ہی الخ۔ **اقول** مولانا صاحب صرف آیت لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیْ کا لوح محفوظ مین مکتوب ہونا جو جناب نے بحوالہ بیضاوی کی تحریر فرمایا اُسکی کچھ ضرورت نہین تھی کیونکہ بیضاوی وغیرہ کی تفسیر کو تو آپ آیت لیومنن بہ قبل موتہ مین محض غلط اور باطل فرما چکے ہین یہ ہیچمدان جناب کی تائید کیواسطے یہ عرض کرتا ہے کہ کل قرآن مجید لوح محفوظ مین مکتوب ہے۔ قال اللہ تعالیٰ بَلْ هُوَ قُرْآنٌ مَّجِيدٌ فِي لَوْحٍ مَّحْفُوظٍ مگر گذارش یہ ہی کہ قرآن مجید مین جو ازمنہ ثلثہ کا اعتبار کیا گیا ہے وہ وقت نزول سے کیا گیا ہے ورنہ اگر وقت کتابت لوح محفوظ کا لحاظ کیا جاوے تو تمام ازمنہ ثلثہ ماضی وحال واستقبال بلکہ استمرار سب استقبال ہی مین داخل ہین پھر جناب والا کی تمام بحث عمدہ اور اصل جو نون ثقیلہ کی نسبت ہی محض بیکار ہوئی جاتی ہی۔ پس اندرینصورت جو آیات کہ حضرت اقدس نے تحریر فرمائی ہین اُن کا تو ذکر ہی کیا ہی اس بنا پر تو تمام صیغے ماضی وحال واستمرار مندرجہ قرآن مجید سب استقبال مین داخل ہین۔ اور یہ نزاع حال واستمرار کا محض بے سود۔ اگر آیت لیومنن بہ قبل موتہ مین حضرت اقدس نے استمرار مراد لیا تو کتابت لوح محفوظ سے وہ بھی استقبال مین داخل رہا اور اس آیت لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیْ مین بھی اگر حال یا استمرار مراد لیا تو وہ بھی کتابت لوح محفوظ سے استقبال مین ہی ہوا پھر یہ جو آپ ارشاد فرماتے ہین کہ ارادہ استمرار قطعاً باطل ہے اسکے کیا معنے ہین استمرار بھی تو اس بنا پر استقبال ہی مین داخل ہی یہ تو ایسا استقبال ہی کہ کوئی زمانہ اس سے باہر رہ ہی نہین سکتا اور ترجمہ مولانا شاہ ولی اللہ صاحب کو جو لفظ مضارع ہی خالص استقبال کہنا جناب ہی کا کام ہی یہ ہیچمدان تو اس مسئلہ کو کہتے کہتے تھک گیا ہے گفتہ گفتہ من شدم بسیار گو + از شما یکتن نشد اسرار جو۔ ناظرین کو اب بخوبی معلوم ہو گیا ہو گا کہ حضرت اقدس مرزا صاحب کا بعد تین پرچونکے بحث کا ختم کر دینا نہایت ہی ضروری تھا ورنہ اپنی اوقات کو مکرر سکرر صرف کرنا محض تضیع اوقات تھی کیونکہ مولوی صاحب کی اس بحث مین سوا اعادہ اُن امور کے جنکا جواب شافی وکافی اول ہی پرچہ مین ہو چکا اور رہا سہا بلکہ مکرر دوسرے پرچہ مین بھی اتمام حجت کیا گیا اور پھر پرچہ ثالث مین بھی پاس خاطر مولانا صاحب کے سہ کرر جواب ہائے شافی وکافی دیئے گئے معہذا اگر اب بھی حجت ختم نہ کیجاتی تو اس ہیچمدان کو یہ بتلایا جاوے کہ وہ کونسا امر جدید جواب طلب پیش کیا گیا ہی جسکا جواب مکرر سہ کرر نہ ہو چکا ہو

من حسن اسلام المرء ترکہ ما لا یعنیہ کا مضمون بھی تو پیش نظر حضرت اقدس کے رہتا ہے اور اسپر بھی آخر پرچہ سوم میں یہ بھی تحریر فرمایا گیا کہ اس مضمون کے شائع ہونیکے بعد جب پبلک کیطرف سے منصفانہ رائیں شائع ہونگی اور ثالثوں کے ذریعہ سے صحیح رائے جو حق کی سوید ہو پیدا ہو جائیگی تو اُس تصفیہ کے بعد آپ تحریری طور پر دوسرے امور میں بھی بحث کر سکتے ہیں لیکن اس تحریری بحث کیلئے میرا اور آپکا دہلی میں مقیم رہنا ضروری نہیں جبکہ تحریری بحث ہے تو دور رہکر بھی ہو سکتی ہے میں مسافر ہوں اب مجھکو زیادہ اقامت کی گنجائش نہیں فقط۔ ایہا الناظرین باوجود اسکے مولویصاحب کا بھوپال میں واپس تشریف لاکر سر مجالس وعظ وغیرہ میں ہر کہ و مہ کے سامنے یہ اشتہار دینا کہ حضرت اقدس مرزا صاحب مقام دہلی سے میرے مقابل نہ ٹھہر سکے اور گریز کر گئے کیسا اپنے موقع اور محل پر ہے فاعتبروا یا اولی الابصار۔ باقی مترجمین کے الفاظ جو بلفظ استقبال ترجمہ کئے گئے ہیں ان سے مراد دوام تجددی ہو سکتا ہے کما مر غیر مرۃ **قولہ** اول یہ کہ الخ۔ **اقول** آیت میں حرف فا جو واسطے ترتیب بلا مہلت کے آتا ہے موجود ہے پس جسوقت کوئی شخص مرد ہو یا عورت عمل نیک کرے درحالیکہ وہ مومن ہو تو اُسکے واسطے بلا مہلت حیٰوۃ طیبہ متحقق ہو جاتی ہے ورنہ حرف فا لغو ہو جاویگا۔ تفسیر ابن کثیر سے جو آپنے معنے نقل فرمائے وہ بھی اسی مطلب کو ثابت کر رہے ہیں دیکھو اُسمیں صاف لکھا ہے کہ بان یحیی اللہ حیوٰۃ طیبۃ فی الدنیا ان البتہ لنجزینھم کو صاحب تفسیر ابن کثیر نے واسطے حاصل ہونے تاسیس کے آخرت کے واسطے لکھا کیونکہ یہ ایک مسئلہ علم بلاغت کا ہے کہ التاسیس خیر من التاکید ہم بھی یہاں استقبال ہی تسلیم کرتے ہیں مگر یہ حضرت مرزا صاحب کو کچھ مضر نہیں اصل بات یہ ہے کہ آپکے قاعدہ نون ثقیلہ کے نقض کیواسطے تو صرف ایک صیغہ قرآن مجید کا جو واسطے حال یا استقبال یا استمرار کے آیا ہو کافی ہے کیونکہ آپ التزاماً ہر جگہ ایسے صیغے میں استقبال مراد لیتے ہیں پس موجبہ کلیہ کا نقیض سالبہ جزئیہ ہی آتا ہے جو یہاں صادق ہے پس موجبہ کلیہ غیر صادق ہوگا اور حضرت مرزا صاحب ایسے صیغے میں صرف زمانہ حال یا خالص استقبال یا فقط استمرار التزاماً ہر جگہ مراد نہیں لیتے بلکہ بحسب مقتضائے مقاماً مناسبہ کہیں حال مراد ہوتا ہے اور کہیں استقبال اور کسی جگہ دوام تجددی مراد ہوتا ہے پس اس مسلک کے نقض کیواسطے کتنے ہی صیغے آپ ایسے نقل فرمائیں جن میں خالص استقبال مراد ہو تو حضرت اقدس کے صراط مستقیم کو کچھ مضر نہیں کیونکہ وہ التزاماً کوئی خاص ایک زمانہ ایسے صیغے میں ہر جگہ مراد نہیں لیتے۔ **قولہ** یہاں استقبال مراد ہے بچند وجوہ اول یہ کہ الخ۔ **اقول** لا نسلم اما اولا فلأن العبرۃ

لعموم اللفظ لا لخصوص السبب - قاعدہ مسلمہ اہل اصول کا ہی لیس کیا ضرورت ہی کہ اس آیت سے سوائے مہاجرین و انصار کے اور کوئی ناصر مراد نہو سکے ثانیاً آنکہ سلمنا کہ مہاجرین و انصار ہی مراد ہین لیکن حقیقت یہ ہے کہ مہاجرین و انصار نے اللہ اور اسکے رسول کی نصرت کرنی شروع کی اسیوقت سے نصرت الٰہیہ شامل حال انکی ہوگئی تھی اگرچہ نصرت تامہ کاملہ الٰہیہ کا ظہور تامہ کسی قدر زمانہ کے بعد عوام پر ظاہر ہوا ہو ثالثاً آنکہ یہ جو جناب فرماتے ہین کہ جس چیز کا وعدہ کیا جاتا ہے وہ چیز بعد زمانہ وعدہ کے پائی جاتی ہے سلمنا لیکن یہ کیا ضرور ہے کہ بعدیت منفصلہ ہی ہو۔ ہو سکتا ہے کہ بعدیت متصلہ ہو۔ تقدم ذاتی اور تاخر ذاتی کا مسئلہ جو بین المنطقیین مشہور معروف ہے بنظر و لحاظ فضل و رحم ارحم الراحمین کے یہان پر کیون نہین مراد ہو سکتا۔ حرکت مفتاح اگرچہ حرکت ید کے بعد متحقق ہوتی ہے لیکن ان دونون حرکتون مین کوئی فاصلہ زمانہ دراز کا نہین ہوتا معہذا کہتے ہین کہ حرکت ید مقدم ہے اور حرکت مفتاح متاخر اگر ایسی ہی قبلیتہ و بعدیتہ آپکی مراد ہے تو پھر یہ سب ایک نزاع لفظی ہوا جو حضرت اقدس مرزا صاحب کو کچھ بھی مضر نہین ہے اور تراجم ثلثہ کی کیفیت ناظرین کو پہلے معلوم ہو چکی۔ **قولہ** یہان بھی مستقبل مراد ہے الخ۔ **اقول** وعد اور موعود مین جو قبلیتہ اور بعدیتہ ہے اسکا حال معلوم ہو چکا اور تراجم ثلثہ کا حال بھی مکرر سہ کرر لکھا جا چکا حاجت اعادہ کی نہین ہے اور یہان عادت مستمرہ ہے نہین کونسا محذور لازم آتا ہے بیان فرمایا جاوے۔ **قولہ** بالا معلوم ہو چکا **اقول** نہ کچھ بالا معلوم ہوا اور نہ کچھ زیر معلوم ہوا بلکہ قاعدہ نون ثقیلہ کا بالکل تہ و بالا ہو چکا۔ **قولہ** ان لوگونکی کلام مین کہین تصریح حال کی نہین الخ **اقول** آپ تمام قرآن مجید مین سے ایک ہی صیغہ ایسا بتلا دین جسمین اللہ تعالے نے یا رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم نے تصریح کر دی ہو کہ اس صیغہ مین سوائے استقبال کے اور کوئی زمانہ مراد نہین تو پھر ہم بھی ایسی تصریح کہین تلاش کرینگے مولانا صاحب اہل لسان جو صیغے مضارع وغیرہ کو اپنی کلام مین استعمال کرتے ہین تو اُس کلام مین کہین یہ تصریح نہین ہوتی ہے کہ یہان پر ہماری مراد حال ہے یا استقبال یہ فہم تو اہل لسان اپنے اپنے محاورات کے بموجب سمجھ لیتے ہین اور غیر اہل لسان حسب قواعد صرف و نحو و علم بلاغت وغیرہ سمجھتے ہین اور ہم نے اوپر ان سب علوم سے ثابت کر دیا کہ ان صیغون مین حال بھی مراد ہو سکتا ہے اور استمرار بھی منظہری وغیرہ سے مصرحاً گذر چکا کہ فان حقیقۃ الکلام للحال اور حضرت اقدس نے جو اس آیہ مین معنی استقبال بطور امکان کے تجویز فرمائے ہین تو صرف الزاماً افحام مخالفین کیلئے تجویز کئے ہین **قولہ** تو جواب یہ ہے کہ بیشک اس صورت مین قاعدہ مقررہ کی بنا پر الخ **اقول** یہان پر یہ تو جناب نے اقرار فرما لیا کہ بیشک اسصورت مین قاعدہ مقررہ کی بنا پر البتہ رد نہو سکیگا

مگر ثانیاً آپ جو فرماتے ہین کہ اسکا رد منوط ہوگا۔ **قولہ** اگر تیرہ جسکا ذکر اوپر ہو چکا الخ۔ **اقول** اس رد کا جواب
بھی ہم ان کی تقریر سے اوپر ہو چکا پس فیصلہ شد۔ **قولہ** میرا مطلب وہ نہین ہی جو آپ سمجھے ہین الخ۔
اقول آپکی خاطر سے ہمنے یہ بھی تسلیم کیا کہ آپکا مطلب صرف اسقدر ہی ہی کہ یہ معنے جو مین نے اختیار کئے ہین
اُسطرف ایک جماعت سلف مین سے گئی ہی مگر یہ تو ارشاد ہو کہ جب آپکے معنے کیطرف صرف ایک ہی جماعت
گئی ہی اور دیگر جماعات صحابہ و تابعین اور ہزارہا مفسرین محققین دوسرے معنونکی طرف گئی ہین اور اُن معنونکو
بہ براہین مبرہن کیا ہے اور آپکے معنونکو مرجوح طور پر بیان کرتے ہین تو کیا آپکے اختیار کرلینے سے ایک معنے
مرجوح کو وہ معنے قطعی الدلالت ہو سکتے ہین جو آپکے غیر پر حجت قطعی ہو سکین ایسے معنے مرجوح کو اختیار کرکر
اپنے غیر پر حجت قطعی گردانا یہ تو صریح ایک تحکم ہے۔ **قولہ** میری ادلہ کا قوی ہونا الخ **اقول** ان ادلہ
کا اوھن من بیت العنکبوت ہونا ثابت ہو چکا۔ پس یہ آپکا فرمانا بجائے خود نہین ہی۔ **قولہ**
آپنے نون ثقیلہ کے بارہ الخ **اقول** آیات محکمات جو نون ثقیلہ کے بارہ مین لکھی گئی ہین مع حوالہ تفاسیر کے
وہ قیامت تک قائم رہینگی اور جو کوئی اُنکا مقابلہ کریگا وہ ھَبَآءً مَّنْثُوْرًا ہو جاویگا قال اللہ تعالےٰ
اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ **قولہ** جب یہ امر ثابت ہو گیا الخ **اقول** یہ امر ثابت
نہین ہوا کہ نون تاکید جو مع لام تاکید کے مضارع مین داخل ہو التزاماً وہ خالص زمانہ استقبال کیلئے کر دیتا ہے
تو پھر تعمیم کیونکر قائم نہ رہیگی۔ **قولہ** آپنے اُن معنے کی تقریر مین جو میرے نزدیک متعین ہین تھوڑی سی خطا کی
ہے الخ **اقول** یہ معنے غیر صحیح ہین کیونکہ اسصورت مین ایک ایسے لفظ کی تخصیص جسمین عموم در عموم ہے
بلا وجود مخصص کے کرنی پڑتی ہی اول تو لفظ اہل کتاب کا ایک ایسا عام لفظ ہی جو ہر زمانہ کے اہل کتاب کو شامل
ہے جو اہل کتاب کہ اسبات کے قائل تھے کہ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ
اور جو مصداق ہین اِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ کے اُنسے لیکر آنحضرت صلعم کیوقت کے
اہل کتاب اور جو قیامت تک موجود ہونگے سب کو شامل ہی ایک عموم تو یہ ہوا اور دوسرا عموم یہ ہی کہ من اہل الکتاب
ترکیب نحوی مین صفت واقع ہوا ہی احدٌ مقدر کی پھر احدٌ جو نکرہ محضہ ہی خیز نفی مین واقع ہوا ہی جو مفید استغراق
ہے ارشاد الفحول مین لکھا ہے جسکا خلاصہ یہ ہے۔ النكرة فی النفی تعم سواء دخل حرف النفی علی
فعل نحو ما رایت رجلا او علی الاسم نحو لا رجل فی الدار ولو لم یکن للنفی العموم
لما کان قولنا لا الہ الا اللہ نفیا لجمیع الالہۃ سوی اللہ سبحانہ فتقرران المنفیۃ

بما ولن او لم او لیس او لا مفیدۃ للعموم- والنکرۃ المنفیۃ ادل علی العموم منہا اذا کانت فی سیاق النفی- والصفی الہندی قدم النکرۃ علی الکل- یعنے علے کل صیغہ العام اور طرق قصر سے طریق نفی واستثنا بھی اس مین موجود ہی جو ایک مسئلہ علم بلاغت کا ہی- پس ایسے لفظ عام کو جسمین اسقدر عموم در عموم مراد الٰہی ہے ایک شرذمہ قلیلہ اہل کتاب کے ساتھ بلا وجود مخصص کے مخصوص کرنا کوئی وجہ نہین رکھتا اگر یہ عموم مراد الٰہی نہوتا تو کلام مجید جو بلاغت مین حد اعلی اعجاز کو پہنچ گیا ہے ایسے خاص معنے و مراد کو ایسے الفاظ عامہ سے بیان نہ فرماتا اور ابو مالک کے قول کی توجیہ جو جناب فرماتے ہین وہ مصداق ہی توجیہ القول بما لا یرضی بہ قائلہ کے کیونکہ الفاظ قول ابو مالک کے یہ ہین ذٰلک عند نزول عیسی بن مریم علیہ السلام لا یبقی احد من اہل الکتٰب الا اٰمن بہ- اس قول مین تو تصریح ہی- عند نزول کی یعنے نزدیک وقت نزول کے جملہ اہل کتاب ایمان لے آوینگے جناب ذرہ غور سے ملاحظہ فرماوین-

قولہ حاصل میری کلام کا یہ ہے الخ **اقول** جبکہ آپ کے جناب کے نزدیک یہ نہین ثابت ہوتا کہ مسیح کے نزول کے بعد فوراً سب اہل کتاب ایمان لے آوینگے تو پھر یہ قول ابو مالک کا آپنے واسطے احتجاج اپنی مدعا کے کیون نقل فرمایا ہی- کہ ذٰلک عند نزول عیسی بن مریم علیہ السلام- اور ایسے زمانہ کا آنا جس مین بسیط الارض پر کوئی کافر نہ رہے آیات بینات قرآن مجید کی جو سابق مذکور ہوئین اُسکو بدلا رہی ہین **قولہ** دوم یہ کہ الخ **اقول** جبکہ ایمان سے مراد ایمان شرعی نہین بلکہ یقین مراد ہے تو پھر کہان گیا وہ دعوے کہ جملہ اہل ملل و نحل عیسی بن مریم کے وقت مین اسلام مین داخل ہو جاوینگے اور دفع تعارض جو کیا کرتے ہین تو ایسی وجوہ سے کہ متناقض مدعا نہوں وہ کیا دفع تعارض ہوا کہ جس سے اور مفاسد دیگر پیدا ہو جاوین دفع تعارض کیواسطے آپ کہان سے کہان چلے جاتے ہین ذرہ غور کر کر دفع تعارض فرمایا کیجئے **قولہ** جس زمانہ کیلئے یہ حصر کیا گیا ہی الخ- **اقول** مولانا بحث تو یہین ہی کہ جو لفظ ایسا عام ہو کہ جسکا عموم کئی وجوہ سے بیان کیا گیا ہو کما مر بیانہ وہ عام تمام اپنے افراد کو شامل ہوتا ہی جبتک کہ کوئی مخصص اُسکا پیدا نہ ہو- یہان تو صرف ایک نون ثقیلہ پیدا ہوا تھا اگر وہ خفیفہ ہوجاتا تو شاید کسیوجہ سے کسیقدر تخصیص حاصل ہو سکتی مگر اُس نون ثقیلہ کی کیفیت تو حقیقت معلوم ہو چکی تو اب کوئی بھی مخصص باقی نہ رہا- پس اندرینصورت تخصیص کی کیا وجہ ہی کہ مراد تو ہون ایک زمانہ نامعلوم کے اہلکتاب اور انکو ایسے صیغہ عام در عام سے بیان فرمایا جاوے حصول المامول مین لکھا ہی ۷۹ قلنا ان الاصل عدم التخصیص- ایسی تخصیص کی کیا وجہ ہی کہ مخاطب تخصیص کسیطرح کرتے بھی

بھٹک جاوے اور پھر معہذا اس تخصیص در تخصیص کا نام پورا حصر رکھا جاوے کیونکہ حصر کے معنی تو استغراق جمیع افراد سے حاصل ہوتے ہیں نہ تخصیص در تخصیص سے یہ بھی ایک اصطلاح جدید علم اصول فقہ کی جناب نے پیدا کی ہے ان ہذا لشئی عجاب **قولہ** بلکہ یہ تو مقتضی نون ثقیلہ و لفظ بعد موتہ کا ہے جو کلام الٰہی میں واقع ہوا ہے الخ۔

اقول مولانا اب تو سرے سے مقتضی ہی نہ رہا۔ پھر مقتضی کہاں ہوسکتا ہے اور پھر یہ کیونکر ہوسکیگا کہ ادھر تو الفاظ عموم در عموم کے بیان کئے جاویں اور ادھر خصوص در خصوص مراد ہو یہ تو تناقض ہوا جاتا ہے و تعالی کلام اللہ عن ذلک علوا کبیرا۔ واضح ہو کہ مولوی صاحب کی عبارت میں لفظ بعد موتہ غلط لکھا گیا ہے قرآن مجید میں قبل موتہ ہے اور چونکہ لفظ احد کامل درجہ کا نکرہ ہے لہذا اسکی نفی حسب قواعد نحو و علم بلاغت کے بحرف اِنْ کامل استغراق کو ہوگی جو حیات کے مدعا کے مخالف ہے **قولہ** اور ایسا ہی اُنکا یہ فرمانا الخ۔ **اقول** مولانا صاحب ظاہر ہے کہ آیت وَاِنْ مِّنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ اِلَّا لَیُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ واسطے حیات مسیح کے مسوق نہیں ہے، جو حیات میں نص ہو بلکہ حیات کا تو اسمیں ذکر بھی نہیں موت کا ہی ذکر ہے پس ہمارا استدلال کرنا اس آیہ سے بطور اشارۃ النص وغیرہ کے ہوگا پس جمیع اہل کتاب کا ایمان لانا قبل موت مسیح بن مریم کے آپکے استدلال کا ایک مقدمہ ہوا اور اُس مقدمہ کی نسبت اب آپ ایسا کچھ ارشاد فرماتے ہیں کہ اس مقام پر نہ میں مدعی اُنکے ایمان کا ہوں اور نہ مدعی اس امر کا کہ مراد ایمان سے یقین ہے مقصود اس مقام پر صرف رفع تناقض ہے جو آپ نے درمیان آیت و احادیث کے سمجھا ہے۔ فقط۔ **اقول** مولانا یہ تو سب آپکی دلیل کے مقدمات تھے جب اثبات مقدمات اپنی دلیل سے دست بردار ہوگئے تو پھر دلیل دلیل کب قائم رہ سکتی ہے کیونکہ دلیل موقوف اثبات مقدمات پر ہوتی ہے مثل ثبت العرش ثم النقش۔ اور رفع تناقض اگر منظور تھا تو ایسی وجوہ سے رفع فرمایا جاتا جسمیں اور مفاسد پیدا نہ ہوتے۔ یہاں پر تو آپکی رفع تناقض سے اور مفاسد پیدا ہوگئے جنکے بسبب نہیں معلوم کہ آپ خود اثبات مقدمات دلیل اپنی سے دست بردار ہوگئے پھر دلیل کیونکر دلیل باقی رہی کہ المقدمۃ ما یتوقف علیہ صحۃ الدلیل اعم من ان یکون جزءًا من الدلیل ام لا۔ اب آپ ہی انصاف سے فرمائیے کہ آپ جو سمجھے ہیچمدان اور حکیم نورالدین صاحب کو حاکم تسلیم کرتے ہیں تو اب یہ ہیچمدان اور حکیم نورالدین کیا فیصلہ کرینگے بجز اسکے کہ جو آپنے خود ارشاد فرمایا اور اپنی مقدمہ دلیل سے دست بردار ہوگئے پس دلیل بھی دلیل نہ رہی **قولہ** اول یہ کہ آیت وَاِنْ مِّنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ میں قاعدہ ہے الخ۔ **اقول** مولویصاحب نے مسئلہ نسخ اور تخصیص میں خلط ملط کردیا لہذا اولاً یہ ہیچمدان تعریف عام و خاص کی اور جو تخصیص و نسخ میں فرق ہے علم اصول سے لکھتا ہے تاکہ ناظرین کی سمجھ میں بخوبی

آجاوے کہ یہان پر تخصیص مطلوب مولوی صاحب کی جا ری نہین ہو سکتی۔ ارشاد الفحول مین لکھا ہو و فی
الاصطلاح العام ہو اللفظ المستغرق لجمیع ما یصلح لہ بحسب وضع واحد دفعۃ
والخاص ہو اللفظ الدال علی مسمی واحد اعم من ان یکون فرداً او نوعاً او صنفا و قیل
ما دل علی کثرۃ مخصوصۃ و ہو الفرق بین النسخ والتخصیص ای التخصیص یکون الا لبعض الا
فراد والنسخ یکون للکل۔ اب گذارش یہ ہے کہ آیات بطور اخبار کے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ہر زمانہ مین قیامت
تک کچھ نہ کچھ کافر بھی موجود رہینگے قال اللہ تعالی وما اکثر الناس ولو حرصت بمؤمنین ایضاً
قال ولو شاء ربک لجعل الناس امۃ واحدۃ ولا یزالون مختلفین الا من رحم ربک و
لذلک خلقہم وتمت کلمۃ ربک لاملئن جہنم من الجنۃ والناس اجمعین۔ اب باوجود اس
اخبار اللہ تعالی کے آپ یہ فرماتے ہین کہ آیۃ وان من اہل الکتاب ہین صاف وعدہ ہے کہ قبل موت حضرت
عیسیٰ کے سب اہل کتاب مومن ہو جاوینگے اور یہ آیت مخصص واقع ہوئی ہے ان آیات بینات کی۔ مولانا صاحب اگر آپ
ان دونوں آیتون مین واسطے توفیق مفاہیم مختلفہ کے تخصیص کے قایل ہین تو ظاہر یہ ہے کہ جناب کے معنے عام مین
العام ہو اللفظ المستغرق لجمیع ما یصلح لہ الخ۔ اور مفہوم آیت لا یزالون مختلفین الایہ کا خاص ہے کہ الخاص ما
دل علی کثرۃ مخصوصۃ او کما قیل پس بموجب فروق مذکورہ بالا کے مفہوم آیت لا یزالون مختلفین
الایہ کا جو خاص ہے آپکے معنے عام کا مخصص ہو سکتا ہے نہ برعکس لان التخصیص لا یکون الا لبعض الا
فراد لیکن اندرین صورت اس تخصیص سے کوئی فائدہ مترتب نہین ہوتا کیونکہ اس تخصیص کا مطلب یہ ہوا کہ آیندہ
ایک خاص زمانہ مین بعض اہلکتاب ایمان لے آوینگے حالانکہ بعض اہلکتاب تو ہر زمانہ مین ایمان لاتے ہوئے ہین علاوہ
یہ کہ اگر اسکے برعکس تخصیص مانی جاوے تو وہ نسخ ہوا جاتا ہے تخصیص نہین رہتی اور نسخ اخبار مین عند الاصولیین درست
نہین ہے۔ ایہا الناظرین مولوی صاحب نے اس مسئلہ مین غور نہین فرمایا اسواسطے اشتباہ والتباس واقع ہو گیا کہ جو آیت
خاص تھی اور مخصص ہو سکتی تھی اُسکو عام قرار دیدیا اور جو آیت کہ عام تھی اُسکو خاص یا مخصوص فرمادیا۔ فتاملوا
وانظروا واعتبروا یا اولی الابصار۔ **قولہ** دوم احادیث صحیحہ سے ثابت ہے الخ۔ **اقول** مولوی صاحب آیت کا تو
یہ مفہوم ہے کہ مومنین متبعین قیامت تک فایق رہینگے اور کافر قیامت تک مغلوب رہینگے اور مضمون احادیث کا یہ ہے کہ وقت قیام
قیامت کے سب شریر ہی رہ جاوینگے ان دونون مفہومون کسیطرح کا تعارض نہین معلوم ہوتا جو تخصیص یا نسخ کیطور پر ان
دونون مفہومون مین توفیق کیجاوے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ دفعۃً واحدۃً جملہ مومنین متبعین کو اللہ تعالی اپنی طرف اٹھا لے اور بقیہ

شرار الناس پر اسوقت سے قیامت قایم ہو جاوے چنانچہ اس درایت کی روایت صحیح بھی مؤید ہے۔ ثم یبعث اللہ ریحا طیبۃ فتوفی کل من فی قلبہ مثقال حبۃ من خردل من ایمان فیبقی من لا خیر فیہ فیرجعون الی دین ابائہم رواہ مسلم۔ پس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ مومنین متبعین کا وجود جبتک دنیا میں رہیگا قیامت تک ساتھ غلبہ کے رہیگا اور کافر مغلوب رہینگے اور جبکہ مومنین متبعین کو اللہ تعالیٰ اپنی طرف اٹھالیگا تب اسوقت سے بقیہ شرذمہ کفار پر قیامت قائم ہوگی پس ثابت ہو گیا کہ وجود کفار بھی الی یوم القیامۃ رہیگا جنپر قیامت قائم ہوگی اور وجود مومنین متبعین بھی جو کفار پر وقت قیام قیامت غالب رہینگے رہیگا اور نزدیک قیام قیامت کے کچھ قبل اسکے ریح طیبہ سے مومنین اٹھا لئے جاوینگے اسمین کوئی تناقض نہین ہے ثانیا یہ گذارش ہے کہ سلمنا کہ آیت عام مخصوص البعض ہے اور احادیث صحیحہ مثل لا تقوم الساعۃ الا علی شرار الخلق وغیرہ اُسکی مخصص ہین لیکن چونکہ آیت مستغرق تھی کل افراد زمانون کے واسطے اور حدیث خاص ہے واسطے وقت قیام ساعت کے پس یہ احادیث خاص اُس آیت عام کی مخصص ہوگئین لیکن اس تخصیص سے مدعا کو کیا فایدہ ہوا اما اگر آیت مخصوص البعض ہے لیکن بعد اس تخصیص کے بقیہ افراد ازمنہ کو جسمین مسیح بن مریم کا زمانہ بھی داخل ہے شامل رہیگی اور شمول و عموم اُسکا زمانہ مسیح بن مریم کیواسطے حجت رہیگا کتب اصول مین یہ مسئلہ مصرح کیا گیا ہے حصول المامول مولفہ حضرت نواب صاحب بہادر مرحوم و مغفور کی عبارت یہان نقل کیجاتی ہے۔ واما اذا کان التخصیص بمبین فقد اختلفوا فی ذلک علی اقوال ثمانیۃ منہا انہ حجۃ فی الباقی والیہ ذہب الجمہور واختارہ الآمدی و ابن الحاجب وغیرہما من محققی المتاخرین وہو الحق الذی لا شک فیہ ولا شبہۃ لان اللفظ العام کان متناولا للکل فیکون حجۃ علی کل واحد من اقسام ذلک الکل ونحن نعلم بالضرورۃ ان نسبۃ اللفظ الی کل الاقسام علی السویۃ فاخراج البعض منہا بمخصص لا یقتضی اہمال دلالۃ اللفظ علی ما بقی ولا یرفع التعبد بہ وقد ثبت عن سلف ہذہ الامۃ ومن بعدہم الاستدلال بالعمومات المخصوصۃ وشاع ذلک وذاع وقد قیل انہ ما من عموم الا وقد خص وانہ لا یوجد عام غیر مخصص فلو قلنا انہ غیر حجۃ فی ما بقی للزم ابطال کل عموم ونحن نعلم ان غالب ہذہ الشریعۃ المطہرۃ انما ثبت بعمومات پس اس تخصیص سے کہان ثابت ہوتا ہے وہ دعوی کہ مسیح بن مریم کیوقت مین سب اہل ملل و نحل اسلام مین داخل ہوجاوینگے **قولہ** یہ آیت بھی عام مخصوص البعض ہے الخ **اقول** حسب قواعد علم اصول فقہ کے جو عام و خاص ہین بظاہر ایک قسم کا

تعارض ہوا کرتا ہی لہذا واسطے توفیق کے عام کو عام مخصوص البعض کرلیا کرتے ہین۔ اور واضح ہو کہ تعارض کیواسطے یہ بھی شرط ہی کہ ہر دو ادلہ ہر وجوہ درجہ مساوی پر ہون یہ مسئلہ بھی کتب اصول مین مبین ہے پس اب گذارش یہ ہے کہ آیت لیومنن بہ قبل موتہ بچند وجوہ ذوالوجوہ ٹھہر چکی ہے تو اندرینصورت کیونکر مخصص ہو سکتی ہے اُس آیہ کے جو ذوالوجوہ نہین یعنے مثلاً یہ آیت وَاَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ۔ اور اگر تخصیص بھی مابین ان دونون آیتون کے تسلیم کیجاوے تو پہلے تو آیت وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ عام تھی اور آپ بھی اُس کے عموم کے واسطے ایک زمانہ کے قائل ہین اور آیت واغرینا بینہم العداوۃ والبغضاء الی یوم القیامۃ۔ وغیرہ کا مخصوص خاص ہے کہ الخاص ما دل علی کثرۃ مخصوصۃ تو اندرینصورت خاص یعنی آیت ثانی عام یعنے آیت اول کی مخصص ہوویگی نہ برعکس کہ عکس التقییم ہوا جاتا ہے کما مرّ۔ **قولہ** اسی واسطے اس آیہ کو قطعی الدلالۃ لذاتہا نہین کہا گیا۔ **اقول** جبکہ جناب ذوالسبب ذوالوجوہ ہونیکے آیت یُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ کو کہ ذو قطعی الدلالت لذاتہا نہین کہتے تو پھر آیت لیومنن بہ قبل موتہ کو کیون قطعی الدلالت فرماتے ہو کیونکہ آیت لیومنن بہ قبل موتہ بہ نسبت لفظ کہل کے زیادہ تر ذوالوجوہ ہے اول تو ضمیر بہ مین رواتیاً و درایتاً بہت سا کچھ اختلاف ہے پھر ضمیر قبل موتہ اختلاف کثیر ہے پھر لفظ اہل کتاب مین بھی بہت اختلاف ہے پھر یہ آیت کیونکر قطعی الدلالت ہوگئی اور وہ نہ ہوئی کہ یہ تو صریح ترجیح بلا مرجح ہے اور دلیل کی دو قسمین جو باعتبار دلالت کے آپ کرتے ہین۔ ایک قطعی الدلالت فی نفسہا اور دوسری قطعی الدلالت لغیرہا یہ ایک اصطلاح جدید ہے جو دوسرے پر حجت نہین کما مر غیر مرۃ **قولہ** مسلم ہے کہ آیت اِنِّيْ مُتَوَفِّيْكَ الخ۔ **اقول** آپ تو خود قسطلانی سے نقل فرما چکے ہین کہ التوفی اخذ الشیٔ وافیا والموت نوع منہ اس سے معلوم ہوا کہ موت مین بھی اخذ شئی وافیاً ہوا کرتا ہے کیونکہ والموت نوع منہ۔ **قولہ** آپ کو نزول عین عیسے بن مریم سے الخ **اقول** مولانا مجھکو یہ افسوس آتا ہے کہ آپ ہمیشہ وعدہ فرمایا کرتے تھے کہ مین اگر مباحثہ کرونگا۔ تو بعد دیکھنے تمام ازالہ اوہام کے۔ لیکن افسوس یہ ہی کہ آپنے ازالہ اوہام کو اول سے آخر تک مطالعہ نفرمایا۔ سرسری طور پر دو ایک مقام دیکھ لئے اور مباحثہ قائم کرلیا جسکا انجام یہ ہوا کہ بہت سے امور کی بحث آپکی جانب سے ایک تکرار بے سود رہی۔ ازالہ اوہام اگر آپ مطالعہ فرماوین تو جناب کو صدہا صوارف ایسے قوی ملجاوین کہ معنے حقیقی ابن مریم کے ان صوارف کی وجہ سے ہرگز نہین لے سکتے مثلاً ایک صارف یہ ہے جو ان سابق لکھہ چکا کہ خود صحیحین کی حدیث مین اُس مسیح بن مریم کی صفت وامامکم منکم واقع ہے اور صحیح مسلم مین امامکم منکم ہے

فاکم منکم بھی ہے جو سب احتمالات کو قطع کرتا ہے کما مر سابقا **قولہ** اس حدیث کو قطعی الدلالت نہیں کہا گیا صرف تائید کے لیے لائی گئی ہے **اقول** جبکہ اس حدیث کی معارض احادیث متفق علیہ موجود ہیں تو پھر حدیث بمقابلہ احادیث متفق علیہ کے ساقط رہے گی پھر تائید کے کیا معنے۔ خصوصاً اس حالت میں کہ در صورت عدم مخالفت و تعارض احادیث متفق علیہ کے بھی فی نفسہ وہ حجت نہیں ہو سکتی ہے۔ کما مر **قولہ** آپ وہ حدیث صحیح مرفوع متصل الخ۔ **اقول** آپ ملاحظہ فرمایئے ازالہ اوہام اور نیز جو اس میں افادات البخاری لکھے ہیں انکو مطالعہ فرمایئے تاکہ مخالفت تعلیم قرآن بھی ثابت ہو جاوے۔ واخر دعونا ان الحمد للہ رب العلمین الذی ھدنا لھذا وما کنا لنھتدی لولا ان ھدنا اللہ آمین۔

مولوی محمد بشیر صاحب کی پرچہ ثالث کی تائید و نظر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین و صلی اللہ علی سیدنا محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین و حسبنا اللہ و نعم الوکیل نعم المولیٰ و نعم النصیر۔ امّا بعد واضح خاطر عاطر ناظرین منصفین ہو کہ پرچہ ثالثہ مولوی صاحب کے جوابات حضرت اقدس مرزا صاحب کیطرف سے ایسے شافی و کافی دیئے گئے ہیں کہ اب حاجت جواب دینے کی باقی نہیں رہی کیونکہ مولانا صاحب نے اس پرچہ ثالث میں بھی اعادہ انہیں ابحاث کا کیا ہے جن کا جواب حضرت اقدس کیطرف سے مکرر ہو چکا لیکن چونکہ مولوی صاحب کیطرف سے مکرر سہ کرر درخواست مباحثہ اس اقرار سے واقع ہوئی کہ اگر مجھ کو اس مسئلہ متنازعہ فیہا کا حق ہونا اب بھی ثابت ہو جاویگا تو میں بالضرور قبول کر لونگا۔ لہذا ادھر سے بھی اظہاراً للحق والصواب جوابہائے شافی و کافی بامید مضمون ان ذکر ان نفعت الذکریٰ مکرر سہ کرر دیئے جاتے ہیں شائد کہ مولانا صاحب حسب اقرار خود اس حق کو قبول فرما لیں۔ اول میں اُن تمام احادیث کا فیصلہ قطعی مجملاً چند سطور میں کرنا چاہتا ہوں جو اس وقت بعض سائلین نے پیش کی ہیں بعدہٗ جواب بطور قولہ و اقول کے اس پرچہ ثالث کا لکھا جاویگا۔ **فیصلہ** بعض احادیث متفق علیہ دربارہ نزول مسیح بن مریم ساتھ قید منکم کے وارد ہیں چنانچہ وامامکم منکم اور صحیح مسلم میں فامکم منکم یعنی امکم بکتاب اللہ و سنت رسولہ۔ اب جسقدر احادیث کہ اس قید سے مطلق آئی ہیں خواہ ہزاروں ہی ہوں وہ سب احادیث

مطلقہ اس مقید پر محمول کیجاوینگی کیونکہ قاعدہ مجمع علیہ علم اصول کا ہے کہ مطلق مقید پر محمول ہوا کرتا ہے ارشاد الفحول مین لکھا ہے جس کی تلخیص حضرت نواب صاحب بہادر مرحوم مغفور نے ان الفاظ سے کی ہے الثانی ان یتفقا فی السبب والحکم فیحمل احدہما علی الاخر اتفاقا وبہ قال ابو حنیفۃ ورجح ابن الحاجب وغیرہ ان ہذا الحمل ہو بیان للمطلق ای دال علی ان المراد بالمطلق ہو المقید وقیل انہ یکون نسخا والاول اولی وظاہر اطلاقہم عدم الفرق بین ان یکون المطلق متقدما او متاخرا او جہل السابق فانہ یتعین الحمل۔ اور اگر کوئی کہے کہ مسیح بن مریم پر تعریف مطلق کی کب صادق آتی ہے جو اس مین تقیید جاری ہو تو جواب اسکا یہ ہے کہ حضرت اقدس نے ازالہ مین اور نیز اخیر پرچہ ثالث مین اس بات کو بخوبی ثابت کر دیا ہے کہ احادیث مین جو مسیح بن مریم مذکور ہے اس سے مراد مثیل مسیح ہے نہ عین عیسیٰ بن مریم۔ چنانچہ آخر پرچہ ثالث مین تحریر فرماتے ہین کہ اطلاق اسم الشئی علی ما یشابہہ فی اکثر خواصہ وصفاتہ جایز حسن تفسیر کبیر صفحہ ۶۸۹۔ اور ظاہر ہے کہ لفظ مثیل مسیح کے مطلق ہونے مین کچھ شک نہین جسکی تقیید ساتھ منکم کے احادیث متفق علیہ سے ثابت ہو چکی اور جسقدر احادیث مطلقہ واقع ہین وہ سب محمول اس مقید پر ہو گئین فیصلہ شد + اب ایک خواب جو مولانا صاحب نے دیکھا ہے اور وہ بشریٰ ہے واسطے اطلاع و آگہی ناظرین کے لکھا جاتا ہے تاکہ مولانا صاحب اس مباحثہ مین اس خواب کی تعبیر کو بھی ملحوظ نظر رکھین +

خواب مولانا محمد بشیر صاحب

بتاریخ ۱۶۔ ربیع الثانی مولوی عبد الکریم صاحب ساکن پاترہ نے ہمیدان سے بیان کیا کہ مولانا محمد بشیر صاحب نے خواب ذیل کو مجھ سے بیان کیا۔ کہ اندر مکان کے مین کھانا کھا رہا ہون اور جسم پر لباس کسی قدر نہین ہے اس اثنا مین معلوم ہوا کہ ڈپٹی امداد علی صاحب مرحوم آئے ہین مین نے چاہا کہ انکا استقبال مکان کے باہر سے ہی کرون۔ استقبال کیواسطے باہر کو آیا تو دیکھا کہ ڈپٹی صاحب ممدوح دروازہ سے اندر آگئے ہین مین نے معانقہ کرنیکا قصد کیا تو انہون نے فرمایا کہ تم سے کیا معانقہ کرین تمہاری حالت و ہیئت تو جنون کی سی ہو رہی ہے۔ مین نے چاہا کہ کچھ جواب اسکا دون لیکن انکے لحاظ سے کچھ جواب نہین دیا اور صرف یہ کہا کہ ہم سے قصور ہوا معاف کیجئے پھر ڈپٹی صاحب سے معانقہ ہو گیا فقط تعبیر اس خواب کی یہ احقر کچھ نہین دیتا مولوی صاحب اس خواب کے مضمون پر خود غور فرما دین وبس۔ والعاقل تکفیہ الاشارۃ ــ

قولہ اول یہ کہ آپ قبل ادعائے مسیحیت براہین احمدیہ میں اقرار حیات مسیح کا کر چکے ہیں الخ۔ **اقول** ادعائے مسیحیت بطور روحانی براہین احمدیہ میں بھی موجود ہے اور ازالہ اوہام وغیرہ میں بھی وہی دعوے ہے کوئی دعوے جدید نہیں۔ آگے رہا اقرار حیات مسیح سو وہ بطور منطوق کے براہین میں نہیں لکھا گیا۔ ہاں البتہ مسیح کا دوبارہ دنیا میں آنا لکھا ہے جس سے حیات مسیح بطور مفہوم کے لازم آتی ہے اور یہ مسئلہ مقررہ علم اصول کا ہے کہ لازم القول یا لازم المذہب کا مذہب ہونا ضروری نہیں معہذا اس سے جنابکو کیا فایدہ ہوا کیونکہ مانا کہ حضرت مرزا صاحب کو حیات مسیح کا اقرار تھا۔ لیکن جبکہ بسبب عدم وجدان دلیل کے حیات مسیح پر حضرت مرزا صاحب حیات مسیح سے دست بردار ہوگئے اور دعوے حیات ثابت نہوا تو وفات مسیح خود بخود ثابت ہوگئی کیونکہ حیات و وفات میں کوئی واسطہ نہیں ہے مگر اس صورت میں بار ثبوت حضرت کے ذمہ کہاں رہا۔

قولہ خاکسار ایک سوال کرتا ہے الی آخرہ **اقول** مولانا صاحب نے اس جگہ پر بہت سی شقوق بطور منطقیین کے جاری فرمائیں۔ مگر دانست ناقص میں طول عبث کیا ہے۔ لہذا جواب اُسکا مختصر لکھا ہے اول ہم اس شق کو اختیار کرتے ہیں کہ خیال حیات مسیح بعد اس الہام کے پیدا ہوا ہے اور تسلیم کیا کہ الہام سے پہلے اس خیال سے کچھ واسطہ نہ تھا مگر اس جہت سے حضرت مرزا صاحب ایسے مدعی نہیں ہو سکتے جسکے ذمہ بار ثبوت ہو تقریر اُسکی وہی ہے کہ حضرت نے حیات پر کوئی دلیل اور ثبوت نہ پایا تو اس دعوے یا اقرار سے دست بردار ہوئے اور جبکہ اقرار حیات سے دست بردار ہوئے تو بجز وفات کے اور کچھ نہیں ہے کیونکہ اجتماع الضدین وارتفاع الضدین محالات سے ہے پس اس تقریر سے کسی طرح پر بار ثبوت حضرت اقدس کے ذمہ نہیں ہوا اور وفات خود بخود ثابت ہوگئی۔ اب ہم اس شق کو بھی اختیار کرتے ہیں کہ قبل الہام سے بھی یہ خیال وفات تھا مگر اسکا یقین نہیں تھا اور بعد الہام کے یقین وفات ہوگیا اور یہ بھی تسلیم کرلیا کہ مفید یقین اسوقت میں الہام ہوا جسکی تائید نصوص نے بھی کی۔ اور اسوجہ سے کہ اکثر لوگونکو ملہم ہونا حضرت اقدس کا پایہ ثبوت کو نہیں پہونچا اور اُنکے لئے الہام حجت بھی نہیں تھا لہذا حضرت اقدس نے سنت اللہ و آیات قرآن مجید سے اس یقین کو ثابت کر دکھایا تاکہ مخالفین اور منکرین الہام پر بھی حجت ہو جاوے۔ اب مخالفین کو لازم ہے کہ یا تو ان نصوص و آیات کا جواب شافی دیویں ورنہ وفات مسیح کو تسلیم کریں پھر بعد تسلیم وفات مسیح کے مسیح موعود ہونیکی بحث ہو سکتی ہے

قولہ سوم اس مقام پر نصوص قرآنیہ قطعی طور پر الخ۔ **اقول** یہاں پر بھی دو شقیں منطقیین کے طور پر جاری فرمائی گئی ہیں لیکن حاصل اُنکا کچھ بھی نہیں معلوم ہوتا۔ ہم اس شق کو اختیار کرتے ہیں کہ نصوص

قرآنیہ قطعی طور سے وفات مسیح پر دلالت کرتی ہیں۔ اور جو منشا اس شق پر بیان کیا گیا ہے اس کی نسبت ہم بھی مولوی صاحب سے یہاں پر صرف ایک سوال کرتے ہیں تاکہ طول لازم نہ آوے جو اس سوال کا جواب مولوی صاحب دیویں وہی جواب حضرت اقدس مرزا صاحب کی طرف سے تصور فرماویں۔ سوال یہ ہے کہ قرآنیت ہر دو سور تو لی معوذتین کی قطعی طور پر آپ کے نزدیک ثابت ہے یا نہیں بر تقدیر ثانی آپ اسکا اشتہار دیں کہ میرے نزدیک یعنے مولوی صاحب کے نزدیک معوذتین قطعی قرآن نہیں ہیں اور بصورت شق اول لازم آتا ہے کہ آپ کے نزدیک وہ صحابہ جنہوں نے ان ہر دو سورتوں کے قرآن ہونیکا انکار کیا تھا نعوذ باللہ کافر ہوں کیونکہ منکر قرآن متواتر کا جو قطعی اور یقینی ہو کافر ہوتا ہے فما ھو جوابکم عنہ فھو جوابنا **قولہ** چھٹا امر آپنے جو تعریف مدعی کی بیان کی ہے الخ **اقول** تعریف مدعی کی حضرت مرزا صاحب نے محض اپنی رائے سے نہیں بیان کی بلکہ فقہاء اور محدثین اور نظار جو تعریف مدعی کی بموجب اپنی اپنی اصطلاح کے کرتے ہیں اُس کی تشریح اور توضیح بطور نثر اور گرکے بیان کی ہے اور قرآن مجید سے بھی مستنبط ہے وکیف لا وکل العلم فی القران لکن تقاصر عنہ افہام الرجال اس مقام پر مولانا صاحب نے کتاب الاقضیہ والشہادات کتب حدیث کو اور کتاب الدعوے کتب فقہ کو اور تمام آیات مخاصمہ و آیت مداینہ قرآن مجید کو غور و امعان سے نظر نہیں فرمایا جو ایسا کچھ فرماتے ہیں کہ یہ نہیں کوئی قول کسی صحابی یا تابعی یا کسی مجتہد یا کسی محدث یا فقیہ کا اسکے ثبوت کے لئے پیش کیجیے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اگر مولوی صاحب کا اس فرمانے سے یہ مطلب ہے کہ جس عبارت اردو میں حضرت اقدس ؑ نے تعریف مدعی کی بیان کی ہے وہ کہیں مذکور نہیں تو البتہ یہ فرمانا مولانا صاحب کا کسیقدر درست اور راست ہے فی الحقیقت یہ عبارت اُردو کی جو حضرت اقدس نے تعریف مدعی میں بیان کی نہ قرآن مجید میں مذکور ہے اور نہ کسی حدیث میں اور کتب فقہ عربیہ میں کہیں لکھی ہے کیونکہ وہ عربی زبان میں ہیں اور بعینہا یہ الفاظ تو شاید کسی کتاب فقہ اردو میں بھی نہ نکلیں گے لیکن اس بنا پر تو جناب مولوی صاحب کا سب وعظ و پند جو اردو میں ہوا کرتا ہے [illegible] بصورت وہ سب وعظ و پند محض رائے جناب کی ہو جاتی ہے۔ ما ھو جوابکم فھو جوابنا اور اگر یہ مطلب نہیں بلکہ مطلب سے مطلب ہے تو لیجیے زیادہ طوالت تو اس تحریر مختصر میں کیا کیجاوے صرف بحوالہ حجۃ اللہ مولانا شاہ ولی اللہ صاحب ایک حدیث کی شرح لکھے دیتا ہوں۔ قال صلعم لو یعطی الناس بدعواھم لادعی الناس دماء رجال واموالھم ولکن البینۃ للمدعی والیمین علی المدعی علیہ فالمدعی

ھوالذی یدعی خلاف الظاھر ویثبت الزیادۃ والمدعی علیہ ھومستصحب الاصل والتمسک بالظاھر والعدل من ان یعتبر فیمن یدعی بینۃ فیمن یتمسک بالظاھر ویدرأعن نفسہ الیمین اذا لم تقم حجۃ الاخر وقد اشار النبی صلعم الی سبب مشروعیۃ ھذا الاصل حیث قال لو یعطی الناس الخ یعنی کان سبباً للتظالم فلا بد من حجۃ انتہی

ایہا الناظرین اب ملاحظہ فرماؤکہ جو تعریف اور فلاسفی مدعی ہونے کی حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب حکیم امت نے عربی عبارت مین بیان فرمائی اُسکا مطلب وہی ہے جو حضرت اقدس نے اردو مین بیان فرمایا یا کچھ اور ہے بینوا توجروا **قولہ** پنجم یہ تعریف مدعی کی الخ۔ **اقول** ہم پہلے ثابت کر چکے کہ رشیدیہ مین قید من حیث انہ اثبات بالدلیل اوالتنبیہ اُسی بیان کا مجمل ہی جسکو حضرت اقدس نے شرح فرمایا ہے۔ فتذکروا۔ اور عصام الملۃ والدین کی مراد بھی وہی ہے جو رشیدیہ سے ثابت ہو چکی پس جو تعریف مدعی کی حضرت اقدس نے لکھی ہے بالکل مطابق ہے اُس تعریف کی جو علم مناظرہ مین لکھی ہی۔ علاوہ برین یہ کہ اس مباحثہ مین جناب والا مدعی ہو چکے ہین۔ معہذا اندرینصورت حضرت اقدس اس مباحثہ حیات وممات مین مدعی کیونکر ہو سکتے ہین۔ **قولہ** آپنے توضیح المرام اور ازالہ اوہام مین اس امر کا اقرار کیا ہے الخ۔ **اقول** اگر حضرت اقدس نے بموجب قول ابو الدرداء کے لا یفقہ الرجل حتّٰی یجعل للقراٰن وجوھا ضمیر قبل موتہ کیطرف حضرت عیسٰےؑ کے راجع کی ہی تو اس صورت مین آیت کی تفسیروہ ہوگی جو ازالہ اوہام مین لکھی ہے اُسکو ملاحظہ فرمائیے پھر آپ کا مدعا ہر طرح کیونکر ثابت ہوگا۔ یہ کیا ضرور ہے کہ درصورت ارجاع ضمیر موتہ کیطرف حضرت عیسٰےؑ کے وہی معنے ہون جو آپکے نزدیک ہین غایت الامر یہ ہے کہ اس صورت مین جو معنے مورد اعتراض آپ کرتے ہین وہ بھی ایک احتمال ضعیف کے طور پر ہو سکتے ہین اندرین صورت آپکے معنے قطعی کیونکر ہو جاوینگے اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال مثل مشہور ومقبول ہی باقی جناب کے کل قول کا جواب شافی وکافی حضرت اقدس نے ایسا دیا ہے کہ خوبی اُس کی انصاف ناظرین منصفین پر موقوف ہے مگر اسکا کیا علاج ہے کہ نہ آپ اُسکو قبول کرین اور نہ جواب شافی دین۔ **قولہ** نہم آیت وَاِنْ مِّنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ الخ۔ **اقول** ہرگز ہرگز صحیح نہین بلکہ ذوالوجوہ ہے کما مر بیانہ **قولہ** رہی یہ بات کہ بعض مفسرین نے الخ۔ **اقول** یہ التباس حق کا ساتھ غیر حق کے کیا گیا ہے۔ کیونکہ جب ضمیر قبل موتہ کی کتابی کیطرف راجع

ہوگی تو سوائے معنے مضارع کے جو دونوں زمانوں حال واستقبال کو شامل ہے۔ اور کیا معنے ہونگے
اور جملہ تفاسیر میں ضمیر قبل موتہ کی کتابی کیطرف راجع کی ہے حتٰی کہ جلالین جو اخصر التفاسیر ہے اُسمیں بھی
اول قول یہی لکھا ہے کہ ضمیر قبل موتہ کی کتابی کیطرف راجع ہے پھر اور تفاسیر کا تو ذکر ہی کیا ہے پھر کوئی
اہل علم ایسی بات مُنہ سے نکال سکتا ہے کہ حال واستمرار کے معنے یہاں پر غلط محض ہیں۔ اور اگر حضرت
اقدس نے اس تقدیر پر بھی معنے استقبال کا مراد ہونا ممکن فرمایا ہے تو اس سے یہ کب لازم آتا ہے
کہ حال واستمرار کا مراد ہونا باطل ہے ایک وجہ کی امکان صحت سے دوسری وجوہ کا ابطال کیونکر
لازم آگیا۔ **قولہ** بلکہ یہ خروج بقول آپ کے آپ پر لازم آگیا الخ **اقول** مولانا آپنے ضرور
اس شرط کا خیال ولحاظ نہیں کیا اور حضرت اقدس نے اس شرط کو پورا کردیا کیونکہ نون ثقیلہ کا جو استعمال
صحیح صحیح تھا اُسکو بھی قرآن مجید سے ہی ثابت کردیا اور جنابنے بمقابلہ قرآنمجید کے غیر کتاب اللہ وسنت رسول
کیطرف رجوع کیا اور اقوال اور فہم رجال سے جو خود بموجب آپکے اقرار کے حجت نہیں استدلال
کیا۔ اور ازالہ اوہام کے صفحہ ۶۰۲ سے جو جنابنے حضرت اقدس کو الزام دیا ہے وہ ٹھیک نہیں ہے بچند
وجوہ۔ اما اولاً آنکہ ازالہ اوہام کی تقریر کے وقت آپ کب مخاطب تھے اور فیمابین جناب اور مرزا صاحب کے
ازالہ اوہام کی تحریر کے وقت یہ شرط کب ہوئی تھی کہ قال اللہ اور قال الرسول سے باہر نجاوینگے۔
یہ شرط تو آپسے اس مباحثہ میں ہوئی ہے۔ اور ازالہ اوہام جواب ہے سب مخالفین مختلف طبائع
کا ہر شخص کو اُسکے فہم کے بموجب الزام اور جواب دیا گیا ہے پھر اس مباحثہ میں یہ نقض واعتراض
کیوں کیا جاتا ہے۔ اما ثانیاً آنکہ حضرت اقدس نے ازالہ اوہام کے صفحہ ۶۰۲ میں کس نحوی کے قول سے
استناد کیا ہے وہاں پر بھی محاورہ قرآن مجید سے یہ بات ثابت کی ہے کہ قال صیغہ ماضی کا ہے اور
اُسکے اول میں اِذ موجود ہے جو تمام محاورات قرآن مجید میں واسطے ماضی کے آتا ہے پس عبارت
مندرجہ صفحہ ۶۰۲ ازالہ میں غیر اللہ کے کلام سے کب استدلال کیا ہے بینوا توجروا۔ مولانا یہی تو
حضرت اقدس کا کمال ہے جو دوسرے میں نہیں پایا جاتا کہ ہر ایک مطلب کو قرآن مجید سے ہی استخراج
واستنباط فرماتے ہیں صدق اللہ تعالیٰ لَا رَطْبٍ وَلَا یَابِسٍ اِلَّا فِیْ کِتَابٍ مُّبِیْنٍ **قولہ**
آپ ایسی باتیں کرتے ہیں الخ **اقول** یہ تو آپکا ہی مغالطہ ہے نہ حضرت اقدس کا ورنہ آپ پر لازم
ہے کہ جن آیات میں آپنے معنے استقبال کے لئے ہیں۔ اُس استقبال کی تصریح یا تو قرآن مجید سے

یا حدیث صحیح سے یا قول صحابی سے ثابت کریں اور اس آیہ کو آپ بھی تو پیش رکھیں کہ اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ **قولہ** یہ بات بھی آپ کی سراسر مغالطہ ہی پر مبنی ہے الخ۔ **اقول** جناب نے بغیر سوچے اور تامل کئے اُس مغالطہ کو جسکے مسند الیہ آپ ہی ہیں۔ حضرت اقدس کیطرف نسبت کیا ہے بیان اُسکا یہ ہے کہ جو علما عارف باللہ اور مؤید من اللہ ہوتے ہیں وہ بتائید روح القدس جملہ علوم کا استخراج قرآن مجید سے کرسکتے ہیں قال اللہ تعالیٰ لَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ وایضاً قال اللہ تعالیٰ وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا وایضاً قال اللہ تعالیٰ وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا۔ اور علما ظاہر کو یہ بات نصیب نہیں ہوسکتی اُن کو البتہ اشد احتیاج طرف علوم رسمیہ اور فنون درسیہ کی ہوتی ہے یہ مسئلہ اپنے محل پر ثابت کیا گیا ہے اور کافی وکامل طور پر آیت کے معنے کا کھل جانا اور اُسپر اکابر مؤمنین اہل زبان کی شہادت ملجانا ثابت ہوگیا اب اسکا کوئی اہل علم انکار نہیں کرسکتا اور کوئی قاعدہ نحویہ اجماعیہ آپنے ایسا بیان نہیں فرمایا جسکا ادھر سے انکار کیا گیا ہو اور نون ثقیلہ کا حال تو آپکو معلوم ہوچکا اور اب یہ بھی سنا جاتا ہے کہ سابق میں جسقدر شد ومد سے نون ثقیلہ کی بحث طلبہ کے روبرو بیان فرمایا کرتے تھے اب اُس نون ثقیلہ کا نام تک نہیں لیا جاتا مثل مشہور ہے جولۃ الباطل ساعۃ وجولۃ الحق الی الساعۃ اور حضرت اقدس نے کسی علم میں آپ سے الزام نہیں کھایا تمام علوم رسمیہ و فنون درسیہ کے رو سے جناب پر ہی الزام عاید ہوگیا ہے کما مر۔ اور ایسی باتیں کرنے سے جو آپکی یہ غرض ہو کہ حضرت اقدس کی ناواقفی علوم درسیہ سے لوگوں پر ثابت کریں یہ غرض ہرگز حاصل نہیں ہوگی۔ کیونکہ علاقہ پنجاب میں سب کو معلوم ہے کہ اوائل عمر میں سب مراحل اور جملہ منازل علوم درسیہ کے بھی آپ طے فرماچکے ہیں اور فی الحقیقت یہ سچ ہے کہ علما ظاہر کو ان علوم سے چارہ نہیں پھر معہذا آپ نے جو علما ظاہرین سے ہیں ان علوم کو کیوں ترک فرما رکھا ہے۔ پس اگر جناب کو حضرت اقدس سے مباحثہ کرنا ہے تو پہلے ان دو کاموں میں سے ایک کام کیجئے اور اگر ایک بھی آپ قبول نہ کرینگے تو یہ امر اُس بات پر محمول ہوگا جسکو آپ حضرت اقدس کیطرف منسوب فرماتے ہیں یا تو ان علوم درسیہ کے اجماعی باتونکے تسلیم کرنیکا اقرار کیجیے یا بالفعل مناظرہ موقوف کرکے ایک ایک کتاب ایسے قاعدونکی رائج وشائع کیجیے جیسا نون ثقیلہ کا قاعدہ جناب نے ایجاد فرمایا ہے۔ مگر اسکے ساتھ یہ بھی ہو کہ اُن قواعد نو ایجاد کو سب علمائے اسلام

قبول بھی کرلیں اور اگر سب علمائے اسلام نے قبول نکیا تو پھر ایسے ایجادوں سے کیا فائدہ ہوا لیس بموجب
اُس طریقے کے جو جناب نے دربارہ نون ثقیلہ ایجاد کیا ہے کوئی عاقل کسی عاقل کو الزام نہیں دیسکتا جب آپ
کسی علم میں ترمیم فرماوینگے تو دوسرا بھی ترمیم کرسکتا ہے **قولہ** اسکا جواب عامہ تفاسیر میں الخ - **اقول**
یہ کون کہتا ہے کہ عامہ تفاسیر میں اسکا جواب بطور تاویلات رکیکہ اور توجیہات ضعیفہ کے نہیں لکھا مطلب
تو یہ ہے کہ قواعد نحو جو کتب درسیہ نحویہ میں لکھی ہیں - قرأت متواترہ اِنَّ ہٰذَانِ اُسکے خلاف ہے جسکا نتیجہ یہ
ہوا کہ قواعد علوم تابع وخادم قرآن مجید ہیں اور قرآن مجید سب کا متبوع اور مخدوم پس جملہ علوم کو تابع قرآن مجید کا
کرنا ضرور ہے نہ برعکس پس بمقابلہ و تعارض قرآن مجید کے کوئی قاعدہ ہو ساقط الاعتبار رہیگا - کما مر بیانہ
قولہ یہ خطا فاحش ہے **اقول** یہ خطا فاحش ہے کیونکہ اِنَّ ہٰذَانِ قرأت متواترہ کب ہے جو یوں لکھا جاتا -
کہ بجائے ان ہذین کے اِنَّ ہٰذَانِ لکھا ہوا اور لفظ فاش کو مولوی صاحب نے خلاف محاورہ فرس کے فاحش لکھا ہے
یہ خطا فاش محاورہ فرس و نیز محاورہ اردو کی ہے **قولہ** یہ بات اگر قواعد اصطلاحیہ کی نسبت الخ **اقول**
جو مضارع موکد بہ لام تاکید معہ نون تاکید کے ہووے اُسکا استعمال التزاماً خالص استقبال کیلئے ہوتا کسی
ایک امام نحو نے بھی نہیں لکھا - چہ جائیکہ اسپر اجماع ہوگیا ہو ومن ادعی الادن فعلیہ البیان
اور میزان الصرف وغیرہ کے حاشیہ میں لکھی ہونے سے اجماع ائمہ نحات کا ثابت نہیں ہوسکتا - لہذا آپکو ضرور ہے
کہ جلد اشتہار ایسا دیکا دیویں کہ خالص استقبال کا مراد ہونا اور وہ بھی التزاماً ہر ایک صیغہ مضارع موکد بلام
تاکید و نون تاکید میں جو ہمنے لکھا تھا اور اُسکو منسوب باجماع ائمہ نحات کیا تھا وہ خلاف نفس الامر کے اور
غیر صحیح تھا ہمنے اُس سے رجوع کیا تاکہ کوئی آپکا معتقد دروازہ الحاد کا نہ کھولنے پاوے - **قولہ** سُبْحَانَكَ
هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيمٌ **اقول** التفاسیر المعتبرۃ تشہد بہا واللّٰہ الکریم وَاِنَّهٗ لَقَسَمٌ لَّوْ تَعْلَمُوْنَ عَظِيمٌ
قولہ آپ ان اکابر کا مطلب الخ **اقول** آپ ہی ان اکابر مفسرین کا مطلب بالکل نہیں سمجھے فافہم -
قولہ توضیح المرام سے معلوم ہوتا ہے الخ - **اقول** ایہا الناظرین ذرا انصاف کرو اور برائے خدا اللہ تعالیٰ
سے ڈرکر توضیح المرام کو بھی دیکھو اور ازالۃ الاوہام کو بھی ملاحظہ کرو کہ حضرت اقدس نے کس جگہ پر آیت
لیؤمنن بہ قبل موتہ کو وفات مسیح پر قطعی الدلالت یقینی یا صریح الدلالت لکھا ہے جو مولوی صاحب بطور معارضہ
کے فرماتے ہیں کہ آپکی یہ تقریر بادنیٰ تغیر آپ پر منعکس ہوجاتی ہے الخ ہاں البتہ اگر حضرت اقدس آیت
لیؤمنن بہ قبل موتہ کو وفات مسیح پر قطعی الدلالت فرماتے جیسا کہ مولوی صاحب اس آیہ کو حیات مسیح پر

قطعی الدلالت فرماتے ہیں تو بالضرور جو الزام مولوی صاحب پر عاید ہے وہ حضرت اقدس پر بھی عاید ہو جاتا
واذ لا فلا۔ آگے رہی یہ بات کہ کوئی ایسے معنے کسی آیت کے جو مفسرین سابقین پر مکشوف نہ ہوئے ہوں اور
وہ حضرت اقدس مرزا صاحب پر مکشوف ہوں سو اسمیں کوئی محذور لازم نہیں آتا کم ترک الاول
للاخر مثل مشہور ہے کیونکہ یہ بات اپنے محل پر ثابت کیگئی ہے کہ معارف و اسرار قرآن مجید کے ایک خزاین
لا انتہا ہیں جو وقتاً فوقتاً اولیاء اللہ اور علماء عارفین باللہ پر نازل ہوتے رہتے ہیں پچھلے مفسرین نے
یہ کب دعوے کیا ہے کہ جسقدر معارف و اسرار قرآن مجید کے تھے وہ سب ہم پر مکشوف ہو گئے اور اب
آیندہ کوئی اسرار اور معارف باقی نہیں رہا خصوصاً تفاصیل و تفاسیر ان پیشگوئیوں کی جو ابھی تک واقع
نہیں ہوئیں اُنکی نسبت تو سب کا یہ اقرار ہے کہ سُبحَانَكَ لَا عِلمَ لَنَا اِلّا مَا عَلَّمتَنَا اِنَّكَ
اَنتَ العَلِیمُ الحَكِیمُ۔ قال اللہ تعالے وَاِن مِّن شَیءٍ اِلَّا عِندَنَا خَزَائِنُهُ وَمَا نُنَزِّلُهُ اِلَّا
بِقَدَرٍ مَّعلُومٍ۔ جبکہ ہر شے کی نسبت ایسا کچھ ارشاد فرمایا گیا تو قرآن مجید جو افضل الاشیاء ہے اُسکے
خزائن اسرار کا کیا ذکر ہے **قولہ** یہ طعن بادنی تغیر آپ پر بھی وارد ہوتے ہیں۔ **اقول** جوابہ
مرآنفا۔ **قولہ** اس عبارت سے صرف اسقدر ثابت ہوتا ہے الخ۔ **اقول** جو معنے آیت لیؤمنن
بہ قبل موتہ کے آپ لیتے ہیں ان معنے کو تمام مفسرین محققین نے سوائے ابن جریر طبری و من تبع کے
بطور مرجوح قول ضعیف قرار دیا ہے اور قول اول اور راجح یہی لکھا ہے کہ ضمیر قبل موتہ کی طرف کتابی
کے راجع ہے اور مانا کہ دونوں احتمال مساوی درجہ پر ہیں اور پھر یہ بھی تسلیم کیا کہ آپکے نزدیک قول
مرجوح تو راجح ہے اور قول راجح مرجوح ہے لیکن معہذا ایک قول کو قطعی الدلالت کہنا باطل ہے اذا
جاء الاحتمال بطل الاستدلال۔ اور آیت اِنِّی مُتَوَفِّیكَ بالضرور وفات مسیح میں
صریح الدلالت ہے اور توفی کے معنے میں سوائے وفات کے جو اور قول لکھے ہیں وہ غیر صحیح ہیں۔ اب اگر
کہا جاوے کہ جبکہ تمنے آیت لیؤمنن بہ قبل موتہ کو بسبب ذو الوجوہ اور ذو احتمالات ہونیکے متشابہ قرار دیا
اور تمہارے نزدیک صریح الدلالت نہ رہی تو پھر آیت مُتَوَفِّیكَ۔ اور فَلَمَّا تَوَفَّیتَنِی بھی وفات
مسیح میں صریح الدلالت نہ رہی کیونکہ وہ بھی ذو الوجوہ ہے اسواسطے کہ تفاسیر میں معنے توفی کے سوائے
موت کے اور کچھ بھی تو لکھے ہیں تو جواب یہ ہے کہ احتمال کی دو قسمیں ہیں ایک تو احتمال ناشی عن الدلیل
ہوتا ہے اور دوم احتمال غیر ناشی عن الدلیل۔ احتمال ناشی عن الدلیل مقبول ہوتا ہے اور جس

کلام مین احتمال ناشی عن الدلیل پیدا ہو وہ کلام بالضرور ایک وجہ پر قطعی الدلالت نہین رہتا اور
جو احتمال غیر ناشی عن الدلیل ہو وہ عند اولی الابصار ساقط الاعتبار ہوتا ہے اگر ایسے احتمالات
بعیدہ کا لحاظ کیا جاوے تو ہمکو ضروریات دین کا ثابت کرنا بھی مشکل ہو جاوے گا تفاسیر مین سب
طرح کے اقوال ضعیفہ و رکیکہ و روایات موضوعہ مندرج ہین اگر ان سب روایات موضوعہ اور اقوال
رکیکہ کو تسلیم کیا جاوے تو پھر شرع اسلام مین ایک بڑا غدر برپا ہو جاویگا اور اگر کوئی کہے کہ توفّی کے معنون
مین سوائے وفات و موت کے جو دوسرا احتمال مفید مخالفین ہو وہ بھی ناشی عن الدلیل ہو تو گذارش
یہ ہو کہ ایسے مدعی پر لازم ہے کہ ثبوت اس احتمال کا دلیل سے ثابت کرے اور انعام ایکہزار روپیہ
کا جو حضرت اقدس نے ازالۂ اوہام مین ایسے شخص کیواسطے مشتہر کیا ہے وہ طلب کرے بعد طے کرنے
اس مرحلہ کے یہ بات زبان پر لاوے کہ معنے توفی مین سوائے موت و وفات کے دوسرا احتمال بھی ناشی
عن الدلیل ہو۔ دونہ خرط القتاد **قولہ** نووی کی عبارت سے صرف اسقدر ثابت ہوتا
ہے الخ۔ **اقول** جبکہ نووی جیسے شارح حدیث نے یہ امر بدلیل ثابت کیا ہے کہ اکثر ائمہ تفسیر نے
ضمیر موتہ کی کتابی کیطرف راجع کی ہے تو قطعی الدلالت ہونے مین آیت مذکورہ کے درباره حیات مسیح
کیونکر فرق نہ آویگا۔ آگے رہا آپکا جرح جو نسبت قطعی الدلالت ہونے آیت متوفیک وغیرہ کے کیا ہے
اُسکا جواب مختصراً ابھی اوپر گذر چکا ہے اور تفسیر ابن کثیر مین جو یہ قول نقل کیا ہے کہ المراد بالوفاۃ
ھٰہنا النوم یہ جناب کو کچھ مفید نہین کیونکہ یہ رائے ہے ایک مفسر کی غایت الامر یہ کہ ایک جماعت قلیلہ
کی رائے ہے جو غیر پر حجت نہین۔ خصوصاً ایسی حالت مین جو صحیح بخاری کی معارض ہو بالفعل
ہم اس رائے پر یہ جرح کرتے ہین کہ اگر مراد توفی سے اِنامت ہوتی تو فیرسل الاخرے کا مضمون
واقع ہو جاتا یا اُسکی نسبت کچھ ایسی تصریح ہوتی کہ یہ نوم ایک غیر معہود نوم ہے یہ کیسی نوم ہے کہ قریب
دو ہزار برس کے گذر چکے اور ابھی تک فَیُرْسِلُ الْاُخْرٰی واقع نہین ہوا لما مر بیانہ سابقاً اور
حضرت اقدس مرزا صاحب نے کسی جگہ پر آیت وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ کو وفات مسیح مین قطعی الدلالت
نہین لکھا ومن ادعی فعلیہ تصحیح نقل قولہ **قولہ** اور ایک ترجمہ کے اوراق کو بڑھا لیا ہو الخ
اقول جبکہ اختلاف مع الدلیل ہو تو ثابت ہو چکا کہ منافی قطعیت ہے اور آیت اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ اور
فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ مین جو احتمال دوسرا معنے توفی مین ہو وہ ناشی عن الدلیل نہین لہذا وہ احتمال اُسکے

قطعی الدلالت ہونے مین مضر نہین ہوسکتا اور یہ چند مرتبہ گذر چکا کہ آیت وَاِنْ مِّنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ
کو حضرت اقدس نے دربارہ وفات مسیح قطعی الدلالت کہین نہین لکھا **قولہ** اور تفسیر مظہری والے کا یہ
تقول الخ **اقول** مولانا صاحب قول صاحب تفسیر مظہری کا اگر آپکے نزدیک تقول تھا اور مخدوش تھا اور مخالف
تھا عام تفاسیر کی تو کسی تفسیر سے اُسکا مخدوش ہونا بدلایل ثابت کیا ہوتا بلاوجہ کسی مفسر کے قول میر ھن کو مخدوش
اور تقول اور مخالف کہدینا دیانت اور انصاف کے خلاف ہے اور جو صارف معنے حال سے جناب نے نون ثقیلہ
کو قرار دیا تھا وہ تو صارف رہا ہی نہین پھر اگر کوئی طالب حق تفسیر مظہری کیطرف سے آپکی خدمت مین یہ کہے
کہ لام تاکید جو حال کے واسطے آتا ہے وہ صارف عن معنے الاستقبال ہے تو آپ اُسکا کیا جواب دینگے اور طرفہ
یہ ہے کہ جس تفسیر کی عبارت کو جناب نے دار مدار اپنے مباحثہ کا گردانا ہے اور مناط استدلال اُسکو قرار دیا ہے اُس
عبارت مین خود جناب نے یہ قول بھی نقل کیا ہے وقال الحسن البصری یعنی النجاشی و اصحابہ رواھما
ابن ابی حاتم- اب آپ ہی انصاف فرماوین کہ جب حال کے معنے آپکے نزدیک محض باطل تھے تو جناب نے
قول حسن بصری کو جو مناقض آپکے مدعا کے ہے کیون نقل فرمایا اور اُسکا ابطال بدلیل کیون نہین کیا یہ کیا
بات ہے کہ جس معنے کو التزاماً آپ مراد لیتے ہین اسپر استدلال قول مناقض سے کیا جاوے- اِنَّ ھٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ
اور رواۃ اسناد قرأت ابی کعب کی جو تفسیر ابن کثیر مین درج ہین اور جناب نے اُنکی تضعیف کی ہے اور علم
اسماء الرجال مین ہمہ دانی ظاہر فرمائی ہے اُسکی نسبت یہ گذارش ہے کہ جناب کی تحریر مین خفیف بالفا لکھا
ہوا ہے اور تقریب مین کسی جگہ خفیف کا ترجمہ نہین لکھا اگر خصیب بصاد و با ہے تو جناب پر واجب تھا
کہ اول تو بمقابل حضرت اقدس مرزا صاحب کے جو آپکے نزدیک علم اسماء الرجال مین دخل نہین رکھتے
اور شاید اس علم مین حضرت اقدس کو توجہ والتفات نہوا ہو کیونکہ مولانا شاہ ولی اللہ صاحب نے بھی حجۃ اللہ
مین اس علم کو قشر علوم حدیث فرمایا ہے اندرینصورت آپ ثابت کرتے کہ خصیب تین ہین جن مین سے یہان یہ
خصیب بصیغہ تصغیر معین ہے اور یہ ترجمہ اُسکا جو مراتب اثنا عشر سے مرتبہ خامسہ پر واقع ہے کہ بموجب
علم اصول حدیث کے اس مرتبہ خامسہ کا فلان حکم ہے مثلاً یہ کہ حدیث اُسکی اس مرتبہ فلان کی ہوتی ہے
علے ہذا القیاس- عتاب بن بشیر کا مرتبہ بھی مراتب اثنا عشر سے مرتبہ خامسہ پر ہے پس بمقابلہ ہم جیسے طلبہ
کے جو علم اسماء الرجال سے بیخبر ہین اس قدر تو آپ پر ضرور واجب تھا کہ رواۃ مرتبہ خامسہ کا حکم علم اصول حدیث
سے بیان فرما دیتے تاکہ یہ معلوم ہو جاتا کہ ایسے رواۃ مرتبہ خامسہ کی روایت سے جو کوئی قرأت آئی ہو اس سے تائید

کرنا کسی معنے قرأت متواترہ کا جیسا کہ تمام مفسرین محققین نے کیا ہی درست نہین ہے اب تھوڑی
سی گذارش اور ہے کہ عتّاب بن بشیر سے بخاری ابوداؤد ترمذی۔ نسائی نے تخریج کی ہی جیسا کہ تقریب
مین بھی لکھا ہے کیا جناب کے نزدیک یہ عتّاب ساقط الاعتبار ہے۔ آگے رہا خصیف جن محدثون نے اُس سے
تخریج کی ہے اسکو مین ابھی نہین لکھتا کیونکہ تقریب مین بھی اُسکے ترجمہ مین اسمقام پر کچھ نہین لکھا
دیکھ رہا ہون کہ آپ عتّاب کی نسبت کیا جواب دیتے ہین یا اس ناچیز پر عتاب ہی عتاب فرماتے ہین
قوله عموماً یہ بات غلط ہے **اقول** اس اسناد کی رُواۃ مین علل ظاہرہ تو جناب والا بیان فرما چکے
لیکن علل خفیہ غامضہ سے اطلاع نفرمائی۔ شاید اسواسطے کہ اُنکی پرکھ سوائے جناب والا کے اور کسی کو حاصل
نہین اسیواسطے تمام مفسرین محققین نے اس قرأۃ سے بغیر تحقیق تائید معنے قرأت متواترہ کے فرمائی ہی کیونکہ
وہ ان علل خفیہ غامضہ سے واقف نہ تھے اور جناب والا واقف ہین **قوله** ہان دو قول مرجع ضمیر قبل
موتہ مین البتہ منقول ہین الخ **اقول** جبکہ حسب اقرار جناب کے دو قول آیت کی تفسیر مین منقول ہین
اور یہ ثابت ہوچکا کہ تمام تفاسیر مین قول راجح بدلائل یہی لکھا ہے کہ ضمیر قبل موتہ کی کتابی کیطرف راجع
ہے تو پھر جو معنے جناب لیتے ہین انکی قطعیت مین کیونکر فرق نہ آویگا اور ما هو جوابكم فهو جوابنا
جو ارشاد ہے وہ یہان پر نہین ہوسکتا یہ تو قیاس مع الفارق ہے کیونکہ آیت **انی متوفیك** اور **فلما
توفيتني** مین احتمال مخالف غیر ناشی عن الدلیل ہی یہ تو مقابلہ نص کا ہوجاتا ہے۔ ساتھ قول کے بلکہ ترجیح
قول کی اوپر نص کے ہوئی جاتی ہے اور یہی تو تقلید ناجائز ہے جسکو ہم اور آپ مدت سے چھوڑے بیٹھے ہین فی الوجوہ
کلام مین خواہ کلام الٰہی ہو یا کلام رسول مقبول صلعم کسی معنے کو اقوال سے ترجیح ہوسکتی ہی اور نص کے مقابل قول
کی ترجیح درست نہین کتب اصول فقہ مثل مسلم الثبوت وغیرہ کے یہ مسئلہ معتبر نہین ہوچکا ہے بسبب عدم
فرق کرنیکے ان دونون امرون مین جناب والا کو اسمقام پر دھوکا ہوگیا ہی ذرا اسبارہ مین غور فرمایا جاوے
پس ثابت ہوا کہ یہ قیاس جناب کا قیاس مع الفارق ہے **قوله** یہ کذب صریح ہے **اقول** صحیح بخاری سے
ثابت ہوچکا ہے کہ ابن عباس وفات مسیح کے قائل ہین پس بحکم قاعدہ اصول حدیث کہ صحیح بخاری مقدم ہے
سب کتب حدیث پر اصح الکتب بعد کتاب اللہ صحیح البخاری مسئلہ مسلمہ ہی پس سوائے اسکے جو قول مخالف ابن عباس
کا ہی ساقط رہیگا پھر گذارش یہ ہی کہ بعض ائمہ دیگر بھی مثل ابن اسحاق اور وہب وغیرہ کے وفات مسیح کے قائل ہین
اور جو معنے اس آیت کے ابومالک نے کئے ہین کہ **ذلك عند نزول عیسی بن مریم لا یبقی احد من**

اهل الکتاب الا من آمن بہ اسکو آپ فرماچکے ہین کہ آیت سے یہ معنے یعنی وقت نزول ہرگز ثابت نہیں ہوتے اور حسن بصری کیطرف قبول ان معنے کا استناد کرنا نہایت موجب تعجب ہے حسن بصری کا قول تو جناب نے نقل کیا ہے یعنی النجاشی واصحابہ اس قول مین معنے استقبال سے کیا نسبت یہ تو تحاصل حال ہوگیا اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ تو خود ان معنے کا قبول بطور شک کے فرماتے ہین نہ مثل جناب کے کہ یہ آیت معنے مطلوب مین قطعیۃ الدلالت لذاتہا ہے اور ابن کثیر سے جو جناب نقل فرماتے ہین کہ یہ معنی بدلیل قاطع ثابت ہین الخ۔ لہذا جناب سے مطالبہ دلیل قاطع کا ہے وہ دلیل قاطع بیان فرمائی جاوے شگفتہ تر اسکی یا تو کار ولیکن جو گفتی دلیلش بیار آگے رہا کسی کا قول کسی کے نزدیک اولی ہونا یا اصح ہونا سو یہ چیزے دیگر ہے اور قطعی الدلالت ہونا چیزے دیگر وشتان بینہما پس تقریب دلیل جناب کی محض ناتمام ہے **قولہ** مین تو وہی معنے جو تمام صحابہ تابعین وغیرہم سے الخ

اقول تمام صحابہ یا تابعین سے منقول ہونا ان معنی کا غیر صحیح ثابت ہو چکا اور آپ خود تسلیم فرماچکے کہ ان دو قول مرجع ضمیر قبل موتہ مین البتہ منقول ہین لنا ہے قولکم پس ایسا کچھ فرمانا جناب کا اس اقرار کے مناقض ہے اور مسائل مستنبط کتاب و سنت کو مخترع فرمانا یہ ایک اختراع جدید ہے اور اہل لسان اپنی کلام مین ازمنہ ثلثہ کی تصریح کب کیا کرتے ہین بلکہ عجم کے علما اور غیر علما بھی وقت تخاطب کے ایسی تصریحات نہین کیا کرتے یہ صرف عجم کے اطفال وقت پڑھنے میزان منشعب کے پڑھا کرتے ہین کہ فَعَلَ کیا اس ایک مرد نے بیچ زمانہ گذرے ہوئے کے صیغہ واحد مذکر غائب کا بحث اثبات فعل ماضی معروف کی اور حضرت اقدس مرزا صاحب نے جو زمانہ استقبال کو بھی تسلیم فرماکر معنے بیان فرمائے ہین وہ تو یہ مضمون ہے کہ خصم را تا بدروازہ باید رسانید یہ جنابکو کیا مفید ہے اور یہ جو آپ ارشاد فرماتے ہین کہ جن صحابہ نے ارجاع ضمیر کا طرف کتابی کے کیا ہے وہ خطا پر ہین اگر آپکی اس تخطیہ صحابہ کو سرسری طور پر تسلیم بھی کر لیا جاوے تو حضرت مرزا صاحب جو عاشق رسول مقبول اور فریفتہ محبت صحابہ صلعم ہین۔ ہرگز اس آپکی بات کو تسلیم نہ کرینگے کہ وہ صحابہ قطعی غلطی اور باطل پر ہین جیسا کہ آپ پرچہ اول مین فرماچکے ہین کہ جتنے معنے اسکے ماعدا ہین سب غلط اور باطل ہین کبرت کلمۃ تخرج من افواہہم پس کیونکر ہو سکتا ہے کہ یہ مقام استبعاد کا نہو **قولہ** قرأت مذکورہ فی الواقع ضعیف ہے الخ **اقول** جبتک کہ حکم ترجمہ عتاب بن بشیر اور خصیف کا بموجب علم اصول حدیث کے بیان نفرمایا جاوے اور یہ ثابت نکیا جاوے کہ ایسی رواۃ جو مرتبہ خامسہ مین واقع ہین اُنکی روایت سے جو قرأت آئی ہو اُس سے تائید معنی قرأت کے درست نہین تب تک یہ قول قابل قبول نہین ہو سکتا کیونکہ تمام مفسرین محققین اس

قرأت کو واسطے تائید معنے قرأت متواترہ کے لائے ہین **قولہ** معنے مذکورکا فساد اسوجہ سے نہین ہو الخ۔

اقول جبکہ اس معنے کا فساد جو آپکے معنے کے مخالف ہین اس وجہ سے نہین ہو کہ وہ مخالف ہو قاعدہ نحو کے تو پھر اور کس وجہ سے وہ فساد ہے بیان فرمایا جاوے یعنے یہ بھی تسلیم کیا کہ آپکے معنے قاعدہ نحو کے سراسر موافق ہین لیکن اس سے یہ کب لازم آتا ہے کہ دوسرے معنے جو حسب اقرار جنابکے مخالف قاعدہ نحو کے نہین ہین وہ فاسد اور باطل ہون یہ کیسا معما ارشاد فرمایا گیا ذرا سوچکر اور تامل فرماکر توضیح اسکی فرمائی جاوے **قولہ** پس اس قول کا کذب کالشمس فی نصف النہار ظاہر ہوگیا **اقول** یہ بات اپنے محل پر ثابت ہوچکی ہو کہ جب صرف اقوال رجال مین بحث آکر پڑتی ہے تو لحاظ کثرت اقوال کا کیا جاتا ہو نہ قلت کا پس اگر تمام جہان کی تفسیرون مین سے ایک تفسیر ابن جریر جنابنے پیش فرمادی اور ابن کثیر اسکا تابع ہوا تو اس سے قطعیت معنے جناب کی کیونکر حاصل ہوگئی۔ ایک یا دو مفسرین تو ایک طرف اور تمام جہان کی تفسیرین دوسری طرف۔ اب آپ ہی انصاف سے فرماوین کہ کس کو ترجیح دیجاویگی پھر اگر حضرت اقدس مرزا صاحبنے بموجب مثل مشہور و مقبول وللاکثر حکم الکل کے ایسا کچھ ارشاد فرمایا کہ سبکے سب آپ ہی کے معنے کو ضعیف ٹھہراتے ہین تو اس قول کا کذب کالشمس فی نصف النہار کیونکر ظاہر ہوگیا بحکم النادر کالمعدوم وللاکثر حکم الکل کے یہ تو عکس القضیہ ہے اور پھر یہ سب مضمون اُسصورت مین ہو کہ معنے مطلوب جنابکے نصوص کے متعارض نہوتے درصورتیکہ یہ معنے متعارض نصوص بیّنہ کے ہین تو پھر ابن جریر کے قول سے جسکا تابع ابن کثیر بھی ہوگیا ہے قطعیت آپکے معنے کی اور بطلان دوسرے معنے کا کیونکر ثابت ہوسکتا ہے بینوا توجروا **قولہ** بالجملہ مقصود رفع مخالفت ہو نہ اثبات دعو۔ **اقول** بڑی تعجب کی بات ہو جب آپکے معنے پر کوئی بڑا فساد لازم آتا ہو تب آپ دعوے ہی سے دست بردار ہوجاتے ہین اور پھر بھی اپنے دعوے کو قطعی الثبوت فرمائے جاتے ہین۔ جناب من اگر معنے قرأت متواترہ کے وہ کئے جاوین جو قرأت غیر متواترہ سے ثابت ہوتے ہین تو پھر دعوے جناب پر اب کونسی دلیل باقی رہگئی۔ مولانا رفع مخالفت جو آپ کیا کرین ذرہ سوچکر اور تامل فرماکر کیا کرین وہ رفع مخالفت ہی کیا ہوا جس سے دعوے بالکل نیست و نابود ہوجاوے۔ ولا تکونوا کالتی نقضت غزلها من بعد قوة انکاثا **قولہ** سند مین جو جرح ہو وہ الخ

اقول کوئی ایسی جرح جنابنے بیان نہین فرمائی جس سے تمام مفسرین محققین کا اس قرأت غیر متواترہ

کو واسطے تائید معنے قرأت متواترہ کے لانا باطل ثابت ہوا اور اسکا جناب سے مطالبہ ہے **قولہ** تفسیر ابن جریر اور تفسیر ابن کثیر اس معنی کی صحت پر معترض ہیں **اقول** جواب اسکا مکرر سہ کرر گذر چکا۔ بھلا تیرہ سو برس کی تفاسیر اسقدر کثیر کا مقابلہ صرف ایک تفسیر ابن جریر و من تبعہ یعنے ابن کثیر کیا کریگی وللاکثر حکم الکل و النادر کالمعدوم علاوہ یہ کہ اقوال مندرجہ ابن جریر معارض ہیں نصوص قرآن مجید اور حدیث شریف کے فتسقط لامحالۃ **قولہ** یہ محض غلط ہے الخ **اقول** یہ ثبوت تعارض بین المعنیین کی کیا عمدہ دلیل ارشاد ہوئی ہے سبحان اللہ مگر ہو تو ارشاد ہو کہ یہ تعارض کونسا ہے آیا صرف تعارض عرفی بمعنے متعدد کے ہے یا بمعنے تناقض منطق کے بشق اول حضرت مرزا صاحب کو کچھ مضر نہیں دو متعدد معنے جمع ہو سکتے ہیں مثلاً یہ معنے کہ ہر ایک اہل کتاب کو قبل موت عیسی بن مریم کے یہ خیالات شک و شبہ صلب و قتل کے حضرت عیسے بن مریم کی نسبت چلے آتے ہیں جو اس آیت کے اوپر مذکور ہیں اور انکو ان شبہات کے ہونے پر یقین ہے اور یہ معنے کہ ہر ایک اہل کتاب اپنے مرنے سے پہلے اس بیان مذکورہ بالا پر ایمان و یقین رکھتا ہے کہ مسیح بن مریم یقینی طور پر صلب و قتل کی موت سے نہیں مرا اسکی قتل یا صلب کی نسبت صرف شکوک و شبہات ہیں علی ہذا القیاس اور معانی جو حضرت اقدس نے ازالہ وغیرہ میں بہ سبب ذو الوجوہ ہونے آیت کے لکھے ہیں وہ متناقض نہیں جو باہم جمع نہ ہو سکیں۔ اور بشق ثانی ان دونوں معنوں میں تناقض ثابت فرمایا جاوے ورنہ حضرت مرزا صاحب کا یہ کہنا کہ الہامی معنے ان معنوں کے مغائر نہیں بہت درست اور نہایت صحیح ہے۔ پھر سخت تعارض اور بین تخالف کیسا۔ یہ کیا ضرورت ہے کہ در صورت ارجاع اس ضمیر کے طرف کتابی کے ہونے میں ہمنے ان دونوں معنے کا غیر متناقض ہونا ثابت کر دیا اور جمع کیوں ہو سکتی اجتماع النقیضین تو درست ہے ہی نہیں اور حضرت مرزا صاحب یہ کب کہتے ہیں کہ ضمیر قبل موتہ کی طرف عیسے بن مریم کے رجوع نہیں ہو سکتی وہ تو یہ کہتے ہیں کہ در صورت ارجاع ضمیر کے طرف عیسے بن مریم کے وہ معنے جو آپ کرتے ہیں وہ مورد فساد ہیں اور اسوجہ سے قابل تسلیم نہیں ہیں اور آیت وان من اہل الکتب وفات مسیح میں مرزا صاحب نے کسی جگہ یقینی صریحۃ الدلالت اور قطعیۃ الدلالت نہیں لکھا ہاں وفات مسیح میں بطور اشارۃ النص کے لکھا ہے اب آپ ہی انصاف فرمائیے کہ آیت ذو الوجوہ کا با وجود اقرار ذو الوجوہ ہونیکے ایک وجہ پر اصرار کرکے اسوجہ کو قطعیۃ الدلالت کہدینا اور باقی وجوہ کا بلا دلیل تحدید و انکار کرنا وجحدوا بہا واستیقنتہا انفسہم کا مصداق ہے یا نہیں۔ **قولہ** یہ امر مسلم ہے الخ۔

اقول یہ ایک نزاع لفظی ہی اور مرزا صاحب کو کچھ مضر نہین کسی کلمہ کے تکلم کے بعد متصلہ کا زمانہ آپکے
نزدیک استقبال قریب ہی اور اہل عربیہ کے نزدیک حال ہی مطول اور حواشی اسکے سے یہ مطلب ثابت
ہو چکا اور ایسے مناقشات کرنیکی نسبت عرف اور اہل عربیہ کیطرفسے محشیان مطول وغیرہ یہ کہہ چکے
کہ یہ مناقشات واہیہ ہین **قولہ** فرق نہ کرنا الخ **اقول** فرق کرنا ایسی عرفی باتون مین جو نہایت
درجہ کی موشگافی ہی لاحاصل ولاطائل ہے جو منجملہ مناقشات واہیہ کے ہین نہ داب محصلین جیساکہ
ماہر علم عربیہ وفنون بلاغت بلکہ قاصر پر بھی مخفی نہین **قولہ** بلکہ کہا گیا ہی کہ اسکا ایقاع الخ **اقول**
اسکے کیا معنے کہ مجاہدہ تو کرین زمانہ حال مین اور ہدایت حاصل ہو کسی زمانہ نامعلوم آیندہ مین ای مولانا
مجاہدہ کے ساتھ ہی بطور اتصال لزومی کے ہدایت الٰہی فوراً اور معاً پہونچ جاتی ہے بلکہ مجاہدہ فی اللّٰہ
بھی خود ہدایت سے ہی ہوتا ہے۔ مجاہدہ اور ہدایت کا ایسا اتصال ہی جیسا طلوع شمس اور وجود نہار مین اگر
جناب کو اسمین کچھ کلام ہوگا تو انشاء اللّٰہ تعالیٰ اس بارہ مین دلایل علمیہ کتاب و سنت سے پیش کیجاوینگی بالفعل
بطور تنبیہ کے مختصر عرض کیا گیا اور بڑی تعجب کی بات ہے کہ آپ یہ بھی فرماتے ہین کہ ہمکو اس سنت اللّٰہ
سے ہرگز انکار نہین کہ مجاہدہ کرنے پر ضرور ہدایت مرتب ہوتی ہے اور پھر بلاوجہ و بغیر دلیل یہ بھی فرماتے جاتے ہین
کہ اس آیت سے یہ مطلب ثابت نہین ہوتا مولانا اس آیت سے تو یہ مطلب بطور عبارت النص کے ثابت ہوتا ہے
اگرچہ دوسری آیات سے بھی ثابت ہو اور نون ثقیلہ کا حال تو ناظرین منصفین کو معلوم ہو چکا کہ اس نے
اثبات مدعا جناب سے بالکل دست برداری کر دی ہے اور وہ آیت کے پورے معنے کو ادھورا نہین کر سکتا پھر
ہمین کیا ضرورت واقع ہوئی ہے کہ کلام ابلغ البلغاء کو پورے معنے سے عاری کر کر ادھورے معنے پر محمول کرین
قولہ یہ آیات منافی قطعیۃ الدلالت الخ **اقول** آیت لیومنن بہ آپکی مسلک کے بموجب عام ہے اور مفہوم
اُن آیات کا خاص ہی اور یہ امر گزر چکا کہ خاص مخصص عام کا ہوا کرتا ہے نہ برعکس جو عکس القضیہ ہوا
جاتا ہے مع تفصیلہ **قولہ** یہ حصر غیر مسلم ہی الخ **اقول** خود آپکا حصر ہی معنے غلام مین جو صرف
معنے کودک صغیر کیا گیا ہی غیر مسلم ہے قاموس وغیرہ کو ملاحظہ فرمایئے اور منتہی الارب مین بھی لکھا ہے
غلام بالضم کودک ومرد میانہ سال از لغات اضداد است یا از ہنگام ولادت تا آمدن جوانی پس اندر شدن سنّ
جو صراح وغیرہ سے نقل فرمایا گیا ہے جنابکو کچھ بھی مفید نہین اور حضرت مرزا صاحب کو کچھ بھی مضر نہین
ہے **قولہ** اول یہ کہ آیت وان من اہل الکتاب الخ۔ **اقول** چندمرتبہ عرض کیا گیا کہ حضرت مرزا صاحب

اس آیت کو وفات مسیح مین صریحۃ الدلالت اور قطعیۃ الدلالت نہین کہتے جیسا کہ جناب اس آیہ کو حیات
مسیح مین قطعیۃ الدلالت فرماتے ہین۔ بموجب اقرار جناب کے آپکے نزدیک بھی ضمیر قبل موتہ کی ذوالوجوہ
ہے جسکو اہل اصول نے ایسی ضمیر کو متشابہ کی مثال مین لکھا ہے پھر اگر ایک وجہ کو تسلیم کر کر اسکے معنے صحیح اور
سالم عن الفساد حضرت مرزا صاحب نے بیان فرمائے ہین تو اس سے یہ کب لازم آتا ہے کہ دوسری وجہ غلط
اور باطل ہوگئی **قولہ** دوم برتقدیر موت بھی الخ **اقول** اللہ تعالے جو اصدق الصادقین ہے فرماتا
ہے۔ **او ترقی فی السماء ولن نؤمن لرقیک حتی تنزل علینا کتابا نقرؤہ**
قل سبحان ربی ہل کنت الا بشرا رسولا۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مخبر صادق
نے جو خبر دی ہے نزول مسیح ابن مریم کی اسکے واسطے از روئے احادیث متفق علیہ یہ قید بھی لگادی ہے **وامامکم**
منکم اور صحیح مسلم مین یعنے **امکم بکتاب اللہ تعالی وسنۃ رسولہ صلی اللہ علیہ وسلم**
پس جبکہ احادیث صحیحہ متفق علیہ جو درجہ تواتر معنوی کو پہونچی ہوئی ہین ان سے مراد کیسی ہی مقید ہوگئی تو فیصلہ
لیجئے ثابت ہوا کہ مخبر صادق نے یہ خبر بھی نہین دی کہ مسیح بن مریم جو اس امت مین آنیوالا ہے وہی عیسی بن
مریم نبی اسرائیلی آویگا جو نبی و رسول بنی اسرائیل کا تھا بلکہ یہ خبر دی ہے۔ وہ مسیح آنیوالا تم مین سے ایک ایسا اور
ایسا امام ہوگا اور اسکی امامت کتاب اللہ کی معارف و اسرار اور سنت رسول صلعم کے بیان دقایق و حقایق مین ہوگی
جیسا کہ صحیح مسلم مین اسکی بحث واقع ہو چکی **قولہ** برتقدیر وفات بھی الخ **اقول** مولانا ایسی وجہ قوی
اور معقول موجود ہے جسکا بیان مفصلاً ثابت ہو چکا یعنے حضرت عیسے بن مریم رسول اللہ جنت مین
داخل ہوچکے **قیل ادخل الجنۃ وادخلی جنتی وما ہم عنہا بمخرجین** + **قولہ** ظاہر
اس سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ سوا احادیث نزول کے دیگر الخ **اقول** ملاحظہ فرمایا جاوے ازالۃ الاوہام افادات البخاری
صفحہ ۹۰ تاکہ جنابکو ثابت ہو کہ بخاری مین متعدد جگہ ابن مریم کا ذکر کرکے اس سے مراد کوئی مثیل لیا گیا ہے **قولہ**
افسوس کہ باوجود الخ **اقول** باوجود اسکے کہ آپکے اقرار سے آیت وان من اہل الکتاب حیات و وفات مین
ذوالوجوہ ہے پھر بھی آپ اسکو قطعی الدلالت حیات مین فرماتے ہین۔ **انا للہ وانا الیہ راجعون** و
الی اللہ المشتکی اب سنئیے یہ تو آپ کی تحریر کا جواب ترکی بترکی ہوا اب ایک نہایت منصفانہ اور فیصلہ کرنیوالا
جواب دیا جاتا ہے آپ اگر انصاف کے مدعی اور حق کے طالب ہین تو اسی جواب کا جواب دین اور جواب ترکی بترکی سے
تعارض نہ کرین ایسا کرینگے تو یقیناً سمجھا جاویگا کہ آپ فیصلہ کرنا نہین چاہتے اور احقاق حق سے آپکو غرض نہین

* کاتب کی غلطی سے صفحہ ۱۷۵ پر اسکا حاشیہ لکھا گیا ہے۔

سے وہ جواب یہ ہے کہ مولوی صاحب ممدوح نے کمال نیک نیتی سے احقاق حق کی غرض سے اپنے انھی جملہ جوابوں کو جنکو میں اسوقت پیش کرنا چاہتا تھا تیار کر کے آپکی خدمت میں پیش کر دیا اور آپ نے یہ بھی کہدیا تھا کہ میرا اصل متمسک اور مستقل دلیل پہلی آیت ہے مع ہذا اُسکی قطعی الدلالت کے ثبوت مین قواعد نحویہ اجماعیہ کو پیش نہ کیا اگر آپ بھی نیک نیت اور طالب حق ہیں تو اُسکے جواب پھر دو صورتوں مین سے ایک صورت اختیار کرتے یا تو جملہ دلایل و جوابات سے تعرض نہ کرتے اور انہیں سے ایک بات کا جواب بھی یا اُنکی چھوڑتے یا میری بات یعنی وفات مسیح سے جو ستة الکہ موافق ہے تعرض فرماتے اُسکے سوا کسی بات کے جواب سے متعرض نہوتے مگر افسوس کہ آپ نے پہلی صورت اختیار کی نہ دوسری بلکہ میری اصل بات کے علاوہ اور باتوں سے بھی تعرض کرتے ہیں مگر اُنکو بھی ادھورا چھوڑا اور بہت سی باتوں کے جواب کا حوالہ آئندہ پر چھوڑا کہ ازالہ کا جواب یوں بسط سے دیا جاویگا اور یوں تفصیل سے رد کیا جاویگا اور اُنکے مقابلہ مین اپنے دلایل وغیرہ کے بیان کو بھی اپنے آیندہ رد ازالہ اوہام پر ملتوی کیا اور جو کچھ بیان کیا وہ ایسے انداز سے بیان کیا کہ اصل دلیل سے بہت دور چلے گئے اور اپنے بیان کو ایسے پیرایہ مین ادا کیا کہ اس سے عوام دھوکا کھاوین اور خواص ناخوش ہوں اسکی ایک مثال آپکی یہ بحث ہے کہ آپ مدعی نہین ہین صاحب جسجا التیمین آپنے خود مدعی ہوکر دلایل بھی پیش نہ کئے اور یہ بھی فرماتے رہے کہ میرا منصب مدعی ہونیکا نہین ہے تو آپکو اس بحث کی کیا ضرورت تھی صرف دلایل قطعیۃ الدلالت پیش کر دیتے

دوسری مثال

یہ ہے کہ حضرت شیخنا و شیخ الکل کی رائے کے بھی آپنے خلاف بے موقع کیا اور لوگوں کو یہ جتانا چاہا کہ حضرت شیخ الکل بھی اس بحث مین آپ سے علم کو کم رکھتے ہین حالانکہ یہ امر خلاف ہے اور طرہ اسپر یہ ہے کہ وہ بھی .... اس بحث مین آپکے مخاطب ہین حالانکہ شیخ الکل نے اس بحث مین بسبب چند مصالح علمیت کے مناظرہ نہ فرمایا لہذا شیخ الکل کا ذکر آپ کے خطاب مین محض اجنبی و نامناسب تھا کیونکہ آپکو شیخ الکل کی رائے سے مخالف ہونا نہین چاہیئے تھا اور نیز اپنے موافق مولوی محمد حسین صاحب سے بھی مخالفت مناسب نہین تھی باوجودیکہ حضرت شیخ الکل نے فیما بین جناب اور مولوی صاحب بٹالوی ممدوح کے اُس نزاع معلومہ کی بابت صلح بھی کرا دی تھی پھر اُنکے نہ شریک کرنے مین کیا مصلحت تھی۔

تیسری مثال

لہ عبارت زیر خط مولانا صاحب کی ہے اور کلمات غیر معلم مخطوط اس ہیچمدان کے ہین ناظرین منصفین لطف اس معارضہ بالقلب کا حاصل کر کے داد انصاف دین الانصاف احسن الاوصاف اور جو کلمات مولوی صاحب پر عاید ہیگے وہ اسجگہ لکھنے کی نہین مگر بنظر

یہ ہے کہ آپ نے نہ صرف ایک تفسیر ابن جریر کی عبارت و اقوال بعض صحابہ رضوان اللہ علیہم اور وہ بھی بطور شک کے جسپر اِنْ دلالت کرتا ہے نقل کرکے عوام الناس کو یہ جتا نا چاہا ہے کہ تمام مفسرین اور عامہ صحابہ و تابعین مسئلہ حیات مسیح مین جو اس آیہ لیؤمنن بہ قبل موتہ کو قطعی الدلالت نہیں کہتے محض غلطی اور باطل پر ہین نعوذ باللہ منہ اور یہ معنی یہ بھی جتلانا چاہا ہے کہ وہ سب مرزا صاحب کے مخالف اور ہمارے موافق ہین اور یہ محض مغالطہ ہے کوئی صحابی کوئی تابعی کوئی مفسر اس بات کا قائل نہین ہے کہ حضرت مسیح بن مریم علیہ السلام کی حیات اس آیہ سے بطور قطعی الدلالت کی ثابت ہوتی ہے اور ابن جریر اور ابن کثیر کا مطلب بھی یہ نہین۔ ہان البتہ انہون نے اپنی رائے کو ترجیح دیکر یہ تقوّل بسامحتا کردیا ہے کہ یہ رائے دلیل قاطع سے ثابت ہے چنانچہ اب جناب سے اُسی دلیل قاطع کا مطالبہ ہے اگر موجود ہو تو بیان فرمائی جاوے **چوتھی مثال** آپکا عوام الناس کو یہ جتنا نا ہے کہ نون لیؤمنن کو باوجود لام تاکید کے التزاماً خالص استقبال کے لئے ٹھہرانا تمام صحابہ و مفسرین کا مذہب ہے جو سراسر آپکا دھوکا و مغالطہ ہے آپکی اس قسم کی باتون کا مین تین دفعہ جواب ترکی بترکی دیچکا آیندہ بھی اگر یہی طریق جاری رہا تو اس سے آپکو تو یہ فایدہ ہوگا کہ اصل بات ٹل جاویگی اور آپکی اتباع مین آپ کی جواب نویسی ثابت ہو جاویگی مگر اسمین مسلمانونکا یہ حرج ہوگا کہ اخیر نتیجہ بحث ظاہر نہ ہوگا اور انکا اصل حال نہ کھلے گا کہ آپ لاجواب ہو چکے ہین اور اعتقاد حیات مسیح مین خطا پر ہین اور بات کو ادھر ادھر لیجا کر ملا رہنگے لہذا آیندہ آپ کو اسپر مجبور کیا جاتا ہے کہ اگر بحث منظور اور الزام فرار سے احتراز مد نظر ہے تو زواید باتونکو چھوڑکر میری اصل بات یعنے وفات مسیح پر دلیل قطعی قایم کرنے مین کلام و بحث کو محدود و محصور کرین اور جو مین نے بہ شہادت قواعد نحویہ اجماعیہ و استدلال قواعد علم بلاغت و اصول حدیث و اصول فقہ و سائر علوم درسیہ رسمیہ کے مضمون آیت کا زمانہ استقبال کے لئے مخصوص نہ ہونا اور بصورت صحت تحقق اس مضمون کا وقت نزول سے مخصوص نہ ہونا ثابت کیا ہے اسکا جواب درصورت عدم تسلیم قواعد نحویہ اجماعیہ و علم بلاغت وغیرہ کے دو حرفی یہ دین کہ تمام قواعد نحوی و قواعد علم بلاغت وغیرہ بے کار و بے اعتنا بخیال خاصکر یہ قاعدہ یعنے صیغہ مستقبل کا واسطے دوام تجددی کے آنا غلط ہے اور اسکو فلان شخص امام فن نے غلط قرار دیا ہے یا یہ کہ فہم یعنے قرآن کیلئے کوئی قاعدہ علم بلاغت و علم اصول فقہ و علم اصول حدیث وغیرہ کا مقرر نہین ہے جس

ہے اور اس کی غلطی پر قرآن یا حدیث صحیح یا اقوال عرب عرباء سے یہ دلیل ہے اور بجائے اسکے قاعدہ صحیحہ فلان ہے

طرح کوئی چاہے قرآن کے معنے گھڑ سکتا ہے اور درصورت تسلیم قاعدہ اور تسلیم تعمیم مضمون آیت بزمانہ حال و استقبال یا تجدد دوامی کے اس مضمون کی تخصیص زمانہ نزول مسیح سے فلان دلیل کی شہادت سے ثابت ہو یا اس تعمیم سے جو فایدہ بیان کیا گیا ہے وہ اور صورتون اور اور معنے سے بھی جو بیان کئے گئے ہین حاصل ہو سکتا ہے اور اگر مجرد اختلاف ایک دو مفسرین کا تفسیر آیت مین اس تعمیم کا مبطل ہو سکتا ہے اور مجرد اقوال ایک دو مفسر کے آپ کے نزدیک لایق استدلال و استناد ہین تو آپ مفسرین صحابہ و تابعین کے اُن اقوال کو جو در بارہ وفات مسیح وارد ہین اور صحیح بخاری وغیرہ مین مذکور ہین قبول کرین۔ کیونکہ اصح الکتاب بعد کتاب اللہ صحیح البخاری مسئلہ مسلمہ ہو یا انکے ایسے معنے بتادین جنسے حیات مسیح ثابت ہو ہم دعوے سے کہتے ہین کہ جہان کے مفسرین اور جملہ صحابہ و تابعین ہمارے ساتھ ہین ان مین کوئی اُسکا قایل نہین کہ مسیح بن مریم کی حیات اس آیہ سے بطور قطعیۃ الدلالت کے ثابت ہوتی ہو آپ ایک صحابی یا ایک تابعی یا ایک امام مفسر سے بہ سند صحیح اگر یہ ثابت کردین کہ حضرت مسیح کی حیات اس آیت سے بطور قطعیۃ الدلالت کے ثابت ہے اور برہان قطعی اسکی یہ ہے تو ہم وفات مسیح سے دست بردار ہوجاوینگے لیجئے ایک ہی بات مین بات طے ہوتی ہے اور فتح ہاتھ آتی ہے۔ اب اگر آپ یہ ثابت نہ کرسکے تو ہم سے تیس آیات قرآن شریف اور احادیث صحیح بخاری وغیرہ اور صحابہ و تابعین کے اقوال سُنین جنکو ہم آیندہ بھی جواب رد ازالۃ الاوہام مین انشاءاللہ تعالے نقل کرینگے جیسا کہ بعض اب بھی بیان کئے گئے ہین۔ آپ مانین یا نہ مانین عامہ ناظرین تو اس سے فایدہ اٹھاوینگے اور اس سے نتیجہ بحث نکالینگے آپ سے ہمکو امید نہین رہی کہ آپ اصل مدعا کیطرف آئین اور زائد باتون کو چھوڑ کر صرف وہ دو حرفی جواب دین جو اس منصفانہ جواب مین آپسے طلب کیا گیا ہے۔ واٰخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علی خیر خلقہ محمد واٰلہ وصحبہ اجمعین وعلی من اتبع الرشد والہدی من بعد ما تبین من الغیّ والطغوی۔ تحریرہ

نہم ربیع الثانی سنہ ۱۳۰۹ھ کتبہ محمد احسن۔ امروہی نزیل بھوپال۔

مراسلت نمبر (۲)

مابین

منشی بوبہ شاہ صاحب و منشی محمد اسحٰق صاحب

اور

مولوی سید محمد احسن صاحب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

از خاکسار بوبہ شاہ و محمد اسحٰق بخدمت مولانا مولوی محمد احسن صاحب زاد لطفہٗ

بعد مراسم مسنون تمنا مشحون مدعا آنکہ شاید جناب کو یاد ہوگا جب آپ ہمراہ لشکر گورنر جنرل لارڈ رپن صاحب بہادر مقام لاہور میں تشریف لائے۔ چند اشخاص خدمت مین حاضر ہو کر مشرف زیارت ہوئے تھے لیکن بعد اسکے کبھی اتفاق زیارت نصیب نہ ہوا اور نہ کبھی باہم خط و کتابت کی نوبت پہونچی اگرچہ اس بات کا تو علم تھا کہ آپ ریاست بھوپال مین ایک مدت سے قیام پذیر ہین جب جد عبد الرحمہ[1] ..... راقم محمد اسحٰق ریاست مین تنخواہ دار ہو گئے انہون نے چند بار آپکا ذکر تحریر فرمایا۔ اسوقت وجہ تصدیعہ دہی یہ ہے کہ ہمنے سنا ہے کہ جناب نے ایک رسالہ موسومہ اعلام الناس دربارہ تائید مرزا غلام احمد قادیانی تالیف فرما کر طبع کر دیا ہے اور اس مین دلایل انکے دعوے مسیح ہونیکے بڑے پرزور لکھے ہین جب سے یہ بات سنی ہے اس رسالہ کے معاینہ کا نہایت شوق ہے۔ اگرچہ ہم ہر دو ابتک مرزا قادیانی کے معتقد نہیں ہین اور بڑا انتظار آپکے رسالہ کا ہے اگر ممکن ہو تو ایک رسالہ بذریعہ پمفلٹ عنایت فرما کر اسکی قیمت اور خرچ ڈاک سے مطلع فرماوین۔ انشاء اللہ قیمت مذکور بذریعہ ٹکٹ ارسال خدمت کیجائیگی۔ یا پہلے اطلاع دین کہ جسقدر قیمت اسکی ہو ترسیل خدمت کیجائیگی امید

[1] خط چونکہ پھٹا ہوا تھا یہاں سے پڑھا نہیں گیا +

جواب سے ضرور مطلع فرماوین پتہ یہ ہے لاہور ڈڈلیٹر آفس پاس محمد اسحٰق ملازم ڈڈلیٹر کے پہونچے مگر یہ کہ چند اشعار مؤلفہ مرزا قادیانی رسالہ توضیح المرام مین ثبت ہین انکے مطلب پر خدشہ گذرتا ہے مولانا مولوی محمد اسمٰعیل رحمۃ اللہ نے تقویت الایمان مین ایسے مضامین کی مذمت کی ہے چونکہ مولانا مرحوم تیرھوین صدی کے مجدد تھے اور مرزا کو مجددیت کا دعوےٰ چودھوین صدی مرکوز خاطر ہے۔ پھر ایک بات کو ایک مجدد ناجایز اور گناہ سمجھے دوسرا مجدد اسی بات کو اپنی کتاب مین ترویج دے بامر کیونکر جایز سمجھا جائے اشعار یہ ہین

شان احمد را کہ داند جز خداوند کریم	آنچنان از خود جدا شد کز میان افتاد میم
زان نمط شد محو دلبر کز کمال اتحاد	پیکر او شد سراسر صورت رب رحیم
بوئے محبوب حقیقی مے دمد زان روئے پاک	ذات حقانی صفاتش مظہر ذات قدیم
گرچہ منسوبم کند کس سوئے الحاد و ضلال	چون دل احمد نمے بینم دگر عرش عظیم

ان اشعار کا مضمون سر بسر عقیدہ وجودیہ پر دال ہے جس سے گروہ موحدین کو سون متنفر چلا آتا ہے۔ مسلمانونمین وجودی ہنودمین پیدا نتی باہم ایک ہی ہین تعجب ہے کہ مرزا مدعی مجددیت ہوکر ایسے کلمہ ملحدانہ اپنی تالیف مین درج کرے۔ دلیری یہ۔ گرچہ منصوبم کند کس سوئے الحاد و ضلال یعنے گو مجھے کوئی ملحد یا زندیق بڑا کہے میرا کیا بگاڑ سکتا ہے ہان دنیا مین تو کوئی کسی کا کچھ بگاڑ نہین سکتا الا روز حشر اس احکم الحاکمین کے سامنے قلعی کھلجائے گی +

مولوی محمد احسن صاحب کا جواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

از عاجز سید محمد احسن بخدمت بوبہ شاہ و محمد اسحٰق صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ دو خط آپکے صادر ہوئے حال یہ ہے کہ رسایل اعلام الناس اب تقسیم مفت مین باقی نہین رہے پچاس جلدیں احقر کو ملی تھین وہ سب تقسیم ہوگئین۔ اور لاہور مین چند اشخاص کے پاس یہ رسائل پہونچگئے ہین آپ کسی سے خرید فرما لیجئے اور نسبت اشعار مندرجہ توضیح مرام کے جو خدشات آپنے تحریر فرمائے ہین وہ بسبب عدم غور اور تامل کے ہین ؎ شان احمد را کہ داند جز خداوند کریم + آنچنان از خود جدا شد

اول توان اشعار کا مطلب اور شرح خود حضرت اقدس نے سیاق اور سباق اشعار میں مفصل
اور مشرح کر کر لکھدی ہے کہ جسکے مطالعہ سے مخلصین کو کسی طرح کا خدشہ اور شبہ باقی نہیں رہتا۔ آپ
اس مقام کو مطالعہ فرماویں اور اگر صرف لا تقربوا الصلوٰۃ پر نظر رہیگی تو شکوک و شبہات کیونکر
رفع ہو سکتے ہیں۔ ثانیاً ان آیات کے کیا معنے ہیں۔ دنیٰ فتدلیٰ فکان قاب قوسین او ادنیٰ
وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمیٰ۔ وما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی
یوحیٰ۔ ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ وغیر ذلک من الآیات الکثیرۃ
جو معنے ان آیات کے آپ سمجھیں ان اشعار کو تفسیر اسکی تصور فرماویں ثالثاً ان اشعار میں کوئی خدشہ
ظاہری بھی نہیں معلوم ہوتا حاصل مطلب یہ ہے کہ رتبہ و درجہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو سوائے
خدائے کریم کے کوئی نہیں جان سکتا۔ آنحضرت کے رتبہ اعلےٰ کا تو ذکر ہی کیا ہے کسی ادنیٰ ولی کا رتبہ
بھی کوئی نہیں جان سکتا مثل مشہور ہے ولی را ولی مے شناسد۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
اپنی خودی اور ہوا و ہوس سے ایسے جدا اور علیحدہ ہو گئے ہیں کہ کوئی امر مقتضائے خودی اور
خود بینی کا سوائے مرضیات احدیت کے انمیں پایا نہیں جاتا۔ حدیث اصح الصحیح میں آنحضرت کے خادمین
اولیا کی نسبت موجود ہے۔ کنت سمعہ الذی یسمع بہ و بصرہ الذی یبصر بہ ویدہ التی
یبطش بہا ورجلہ التی یمشی بہا ولسانہ الذی یتکلم بہ الیٰ اخرہ۔ آپ اس حدیث
کے کیا معنے سمجھتے ہیں اُسی قسم کے یہ اشعار ہیں ؎ زان نمط شد محو دلبر کز کمال اتحاد + پیکر او شد
سراسر صورت رب رحیم۔ کل شیئ ھالک الا وجھہٗ کے کیا معنے ہیں اور خلق آدم
علےٰ صورتہٖ کے معنے پر غور کرو اگرچہ ضمیر صورتہ میں بہت اختلاف ہے مگر جس صورت میں کہ ضمیر
صورتہ کی راجع ہو طرف اللہ کی تو پھر کیا معنے ہونگے وہی معنے اس شعر کے سمجھے جائیں ؎ بوئے
محبوب حقیقی مے دمد زان روئے پاک + ذات حقانی صفاتش مظہر ذات قدیم۔ اے میرے پیارے دوست تم
ہر جمعہ کے خطبہ میں سنتے ہوگے کہ السلطان ظل اللہ الخ۔ جب ایک اونٹے سلطان کے واسطے
ایسا کچھ ارشاد ہے کہ وہ ظل اللہ ہے تو پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے مظہر الٰہی ہونے میں کون مومن شک
کر سکتا ہے ؎ گرچہ منسوبم کند کس سوئے الحاد و ضلال + چون دل احمد نمے بینم دگر عرش عظیم جہاں
میں اس آیت کے کیا معنے ہیں قل ان کان للرحمٰن ولد فانا اول العابدین ۔ سلام خاقانی وغیرہ

کبراء مجتہدین امت کے اشعار میں اس قسم کا محاورہ پایا جاتا ہے ع ان کان رفضاً حب آل محمد -
فلیشہد الثقلان انی رافض - جو معانی ان محاورات کے ہیں وہی اس شعر کے معنے ہوسکتے ہیں
رابعاً کتاب منصب امامت اور صراط المستقیم مصنفہ مولانا و مقتدانا جناب شہید فی سبیل اللہ مولانا
محمد اسمٰعیل صاحب کے ملاحظہ ہوں ان دونوں کتابوں کو آپ شرح پاوینگے ان مضامین کی جو حضرت اقدس
کی تصانیف میں پائی جاتی ہیں - ہمچنین چون امواج جذب کشش رحمانی نفس کاملہ این طالب را در قعر
لجج بحار احدیت فرو میکشد زمزمہ انا الحق ولیس فی جبتی سوی اللہ ازان سر بر میزند کہ کلام
ہدایت التیام کنت سمعہ الذی یسمع بہ وبصرہ الذی یبصر بہ ویدہ التی یبطش بہا ورجلہ التی
یمشی بہا در روایتے ولسانہ الذی یتکلم بہ - حکایتے است ازان - و اذ قال اللہ
علی لسان نبیہ سمع اللہ لمن حمدہ ویقضی اللہ علی لسان نبیہ ما شاء کنایتے است
ازان این مقالے است بس باریک و مسئلہ است بس نازک باید کہ دران نیک تامل کنی و تفصیل او را
بمعانی دیگر تفویض نمائی شعر و وراء ذالک فلا اقول لانہ اثر لسان النطق عنہ
اخرس و زنہار برین معاملہ تعجب نہ نمائی و بانکار ریشہ نہ آئی زیرا کہ چون از نار وادی ندائے اِنِّی
اَنَا اللہُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ سر بر زد اگر از نفس کاملہ کہ اشرف موجودات و نمونہ حضرت ذات است آواز انا الحق
برآید محل تعجب نیست [illegible] کا کوئی کلام مخالف کلام مولانا محمد اسمٰعیل صاحب کے ہرگز
ہرگز نہیں ہے بلکہ ایک صاحب کا کلام دوسرے صاحب کے کلام کی شرح ہے البتہ ناظرین کی نظر اور سمجھ کا قصور
ہے اگر رسالہ اعلام آپکو نہ ملے گا تو میں انشاء اللہ تعالے خرید کر روانہ کرونگا اپنے حالات خیریت سمات سے ہمیشہ
مطلع فرماتے رہو مورخہ ۳۱ - جولائی ۱۸۹۹ء - الراقم محمد احسن مہتمم مصارف ریاست بھوپال

بوبہ شاہ صاحب اور محمد اسحٰق صاحب کا جواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

از خاکسار بوبہ شاہ و محمد اسحٰق بخدمت گرامی جناب مولانا صاحب مولوی محمد احسن صاحب دام مجدہم
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ آپکا گرامی نامہ موصول ہوکر کاشف مضامین مندرجہ ہوا اس جواب کے دیکھنے
سے واضح ہوتا ہے کہ آپنے نیاز نامہ کو کافی توجہ سے ملاحظہ نہیں فرمایا جناب من اصل خدشہ یہی کہ سید مرزا صاحب

اپنے اور مسیح علیہ السلام کے لئے ایک ایسا درجہ ثابت کیا ہے جسکو ابن اللہ ہونیسے تعبیر کر سکتے ہیں حالانکہ کتاب و سنت میں اسکا بالکل ثبوت نہیں۔ تو یہ استفسار پیدا ہوا کہ اب جناب رسول مقبول علیہ الصلوۃ والسلام کے لئے کونسا درجہ باقی رہا۔ اُسکے جواب میں مرزا صاحب نے فرمایا کہ آپکے لئے ایک اعلےٰ مقام اور برتر مرتبہ جو آپکی ذات کمال الصفات پر ختم ہوگیا ہے جسکی کیفیت کو پہونچنا ہی کسی دوسرے کا کام نہیں۔ چہ جائیکہ وہ کسی اور کو حاصل ہو سکے۔ اسی جواب کے ذیل میں مرزا صاحب نے یہ اشعار تحریر فرمائے ہیں جنسے جناب رسول مقبول علیہ الصلوۃ والسلام کا ذات باری تعالےٰ سے اتحاد مفہوم ہوتا ہے اب اس اتحاد سے وحدت مجازی اور اتحاد صوری مراد ہے یا اتحاد حقیقی اور وحدت ذاتی پہلی قسم کی وحدت تو آپکے خادمین اولیاء کو بھی حاصل اور ثابت ہے جو مسیح علیہ السلام سے بدرجہا کم ہیں۔ آیہ فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ اور حدیث کنت سمعہ الذی یسمع بی الخ۔ ملاحظہ ہو پس اس قسم کی مراد ہونے کی تقدیر پر مرزا صاحب کا اپنے لئے مرتبہ ابنیت اور مساوات بالمسیح علیہ السلام ثابت کرنا اور اسکے مقابلہ میں جناب رسول مقبول علیہ الصلوۃ والسلام کے لئے وہ مرتبہ بیان کرنا جو حضرت مسیح علیہ السلام سے بدرجہا کم مرتبہ کے لوگوں کیلئے بھی ثابت اور متحقق ہے درحقیقت اپنے آپ کو جناب رسول مقبول علیہ الصلوۃ والسلام پر افضل و فائق قرار دینا ہے علاوہ بریں مرزا صاحب اس مقام پر جناب رسول مقبول علیہ الصلوۃ والسلام کے علو شان اور توقیت علے المسیح علیہ السلام بیان کرنا چاہتے ہیں اور اس عام وصف کے بیان کرنے سے وہ مطلب حاصل نہیں ہو سکتا جس سے مرزا صاحب کا کلام مہمل ہوا جاتا ہے اسلئے ضرور دوسری قسم یعنے اتحاد حقیقی اور وحدت ذاتی مراد ہونے چاہئے اور یہی ہمارا سوال تھا کہ ان شعروں سے اتحاد الممکن مع الواجب ثابت ہوتا ہے جو باجماع المسلمین باطل ہے۔

اشهد ان محمدا عبده ورسوله + سُبْحٰنَ الَّذِیْۤ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ + فَاَوْحٰۤى اِلٰى عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰى + قُلْ اِنَّمَاۤ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ یُوْحٰۤى اِلَیَّ + آپکو واضح ہوگیا ہوگا کہ صرف لہا تقربوا الصلوۃ پر آپ ہی نے نظر کو مقصور و محصور رکھا ہے نہ خاکساروں نے۔ قولکم ان آیات کے کیا معنے ہونگے دنی فتدلی الخ۔ جنابمن ان آیات کے وہی معنے ہیں جو عائشہ رضی اللہ عنہا اور یا جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہیں۔ لیکن وہ آپکو کیا مفید ہیں قولکم وما رمیت الخ۔ اس قسم کا خطاب اور ونکے حق میں بھی موجود ہے جو مسیح علیہ السلام

(سورہ زمر)
سے کم ہین۔ اَللّٰہُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِھَا۔ اِذْ اَرْسَلْنَا اِلَیْھِمُ اثْنَیْنِ (یٰس) فَلَمْ تَقْتُلُوْھُمْ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ قَتَلَھُمْ۔ کُنْتَ مَرِضْتَ فَلَمْ تَعُدْنِیْ۔ مگر مرزا صاحب اپنے شعر مین ایسا وصف بیان کرنا چاہتے ہین جو آپکی ذات کامل الصفات پر ختم ہوگیا ہو اور اس سے آپ کا کمال علو منصب ثابت ہو بر خلاف آیہ کریمہ وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ کے کہ اُس سے یہ مقصود نہین پس مرزا صاحب کے شعر کو آیت کریمہ پر قیاس کرنا درست نہین ہوسکتا قولکم وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی الخ۔ غزوہ بدر اور غزوہ حدیبیہ مین جو غلطی آپ سے ہوئی تھی بقول آپکے جناب باری عز اسمہ سے ہوئی ہوگی۔ افسوس مرزا صاحب کے عشق نے آپکو کہان سے کہان پہونچایا سچ ہے حبك الشیئ یعمی ویصم قولکم اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَكَ الخ۔ اس آیہ کریمہ کا حال بھی آیت کریمہ وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ کا سا ہے فقد مر۔ قولکم کُلُّ شَیْءٍ ھَالِكٌ الخ۔ آپکے نزدیک کسی شے کا ہلاک وفنا ہونا اور اسکا کسی دوسری چیز سے متحد ہوجانا ایک ہی بات ہوگی معہذا جب ہر چیز کو ہلاک ہونا اور بقول آپکے ذات باریتعالے سے متحد ہوجانا ضروری ہے تو اس مین جناب رسول مقبول علیہ الصلوۃ والسلام کی کیا خصوصیت ہوئی آپ وحدت الوجود کے مسئلہ کو یہان چھپانا چاہتے ہین لیکن آپکے پیر کا سیاق وسباق کلام اُسے چھپنے نہین دیتا اور آپ اپنے پیر صاحب کا کلام ملاحظہ کیجئے قولکم خلق ادم علی صورتہ الخ۔ مرجع قریب ہوتے ہوتے کیا ضرور ہے کہ بعید کیطرف ضمیر راجع کیجائے معہذا یہ بھی صفات مختصہ بالنبی الکریم علیہ الصلوۃ والسلام سے نہوگا ذرا تامل کیجئے قولکم اے میرے پیارے الخ۔ جناب رسول مقبول علیہ الصلوۃ والسلام کے مظہر ہونے مین شک کرنا فی الواقع کسی مومن کا کام نہین لیکن اور کونسی چیز ہے جو مظہر نہین ہے ؎ ہر چہ بینی بدانکہ مظہر اوست۔ سبحان اللہ اپنے لئے ابن اللہ ہونیکا دعوے اور جناب رسول مقبول علیہ الصلوۃ والسلام کے لئے صرف مظہر ہونا جس مین ادنے سے ادنے ممکن آپ کا شریک ہے۔ آفرین باد برین ہمت مردانۂ او۔ حاصل یہ کہ ان اشعار مین وحدت مجازی مراد لینے سے بقرینہ سیاق وسباق کلام مرزا صاحب کے فوقیت علے النبی الکریم علیہ الصلوۃ والسلام ثابت ہوتی ہے اور وحدت حقیقی مقصود ہو تو ...... غلات کا مذہب ماننا پڑتا ہے وکلاھما کفر بالاجماع قولکم اس آیہ کے کیا معنے ہونگے قل ان کان الخ۔ جنابمن اس محاورہ اور طرز استعمال مین خدشہ نہین ہے۔ خدشہ یہ ہے کہ اگر مرزا صاحب کے اشعار سابقہ مین اتحاد حقیقی مقصود ومراد نہو تو پھر ان اشعار مین کونسی بات ہے جسکے سبب سے کوئی انکو الحاد اور کفر کیطرف منسوب کریگا اس شعر سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب کے اشعار سابقہ مین وحدت حقیقی مراد ہے جسپر انکو خدشہ ہوا کہ علمائے شریعت ملحد کہین گے پس آپنے جو کچھ انکے کلام کو وحدت مجازی وغیرہ پر محمول کرنیمین کوشش

کی ہے مرزا صاحب کے نزدیک رائیگان ہے بیہ بارب مبادکس را مخدوم بے عنایت - قولکم کتاب منصب امامت وصراط المستقیم الخ۔ شاید آیہ کریمہ مَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا آپکے نزدیک منسوخ ہوگئی ہوگی جو منصب وغیرہ پر چلنے کی ہدایت ہوتی ہے علاوہ برین منصب امامت اورصراط المستقیم کو تقویت الایمان پر کیا ترجیح ہے جو اُسے چھوڑ کر اُن پر چلیں صفحہ ۲۲۔ تقویت الایمان ملاحظہ فرمائیے کہ اسمعین مولانا محمد اسماعیل شہید علیہ الرحمۃ فرماتے ہین۔ بلکہ بعض جھوٹے دغابازون نے اسبات کو خود پیغمبر کیطرف نسبت کیا ہے کہ انہون نے خود فرمایا ہے انا احمد بلا میم اوراسی طرح ایک بڑی عبارت عربی کی بنا کر اس مین ایسی ایسی خرافتین جمع کرکر اسکا نام خطبۃ الافتخار رکھا ہے۔ اوراس کو حضرت علی مرتضےٰ کیطرف نسبت کیا ہے سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ اللہ سارے جھوٹونکا مونہہ کالا کرے انتہےٰ۔ یہ عبارت مولانا مرحوم کی دربارہ رد لفظ احمد بلا میم نص صریح ہے اس کے مقابلہ مین منصب اور صراط مستقیم کے مضامین مبہم قابل حجت نہین ہو سکتے بلکہ صحیحین کی حدیث مین آیا ہے رسول صلعم نے فرمایا لا تطرونی کما اطرت النصاری عیسی بن مریم فانما انا عبدہ فقولوا عبد اللہ ورسولہ فقط۔

جناب من خاکسارون نے آپکو قدیمی شفیق تصور کرکے دوبارہ تصدیع دیا ہے تاکہ خدشات ہمارے رفع ہوجائین شاید اگر جناب کے نزدیک کوئی لفظ نا ملائم معلوم ہو تو معاف فرماوین۔ اگر معاملہ دینی نہ ہوتا تو جو کچھ آپ تحریر فرمادیتے اس کے قبول کرنے مین عذر نہوتا چونکہ یہ معاملہ متعلق دین اور اعتقاد کے ہے اور وجودیو کو ہم جمیع پیشوایان دین سے مخالف ومخرب شریعت سُنتے آئے ہین خصوص جملہ فرق اسلام سے یہ فرقہ بدترین ہے کیونکر صبر کیا جاتا۔ عریضہ بوبہ شاہ و محمد اسحٰق مورخہ ۱۳ اگست ۱۸۹۱ء

مولوی سید محمد احسن صاحب کا جواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محبی فے اللہ واخی للہ منشی محمد اسحٰق صاحب ومنشی بوبہ شاہ صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ عنایت نامہ نے صادر ہوکر محظوظ ومسرور کیا۔ جزاکم اللہ خیر الجزا آپ کو تحقیق مسائل کا بڑا شوق ہے اور اسپر یہ بڑی خوبی ہے کہ کتاب وسنت ہی آپکا طمح نظر ہے آپ جیسے صاحبون سے قبول حق کی بڑی

امید ہے تقلید کی صورت مین یہ امید نہین ہوتی خط حال مین آپنے چند اعتراض کئے ہین میرے پہلے خط کو آپنے غور سے ملاحظہ نہین فرمایا لہذا مکرر لکھتا ہون +

اعتراض اول حضرت مرزا صاحب نے اپنے اور مسیح علیہ السلام کے لیئے ایک ایسا درجہ ثابت کیا ہے جس کو ابن اللہ کے ساتھ تعبیر کرسکتے ہین - حالانکہ کتاب و سنت مین بالکل اس کا ثبوت نہین -

الجواب بے شک بہت صحیح ہے کتاب و سنت مین اس مرتبہ کے ثبوت کا کیا ذکر ہے اس کی نفی موجود ہے اور یہ تو مذہب یہود و نصاریٰ کا ہے - وَقَالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرٌ ابْنُ اللَّهِ وَقَالَتِ النَّصَارَى الْمَسِيحُ ابْنُ اللَّهِ ط اور فرمایا وَلَا تَقُولُوا ثَلَاثَةٌ انْتَهُوا خَيْرًا لَكُمْ ط لیکن اے میرے محب فے اللہ مرزا صاحب اس کے کب قایل ہین وہ اس کی نسبت یہ کہتے ہین "جس کو ناپاک طبیعتوں نے مشرکانہ طور پر سمجھ لیا ہے اور ذرا امکان کو جو ہالکتہ الذات باطلۃ الحقیقت ہے حضرت اعلےٰ واجب الوجود کے ساتھ برابر ٹھہرا دیا ہے" انتہے بلفظہ - مرزا صاحب کے کلام سے صحیح و صریح معلوم ہوا کہ جو لوگ ایسی تثلیث کے قایل ہین ان کی طبیعتین ناپاک ہین اور وہ مشرک ہین اور عیسےٰ ابن مریم ہون یا ان کے مثیل وہ سب ایک ذرہ امکان ہین جس کا ہونا نہ ہونا برابر ہے بقول شاعر

آنکس کہ اولش عدم و آخرش فنا است + در حق او گمان ثبات و بقا خطا است

اسیواسطے اس ذرہ امکان کو فرمایا کہ وہ تو اپنی ذات مین بالکل ہالک اور فانی ہے كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ پھر آگے فرمایا کہ اس کی حقیقت ہی محض باطل ہے - الا کل شیئ ما خلا اللہ باطل جبکہ اس ذرہ کی یہ حقیقت ٹھہری کہ وہ اپنی حقیقت مین ہی باطل ہے تو ایسی ذات کے ساتھ جو سب سے اعلےٰ ہے اور واجب الوجود ہے کیونکر کسی بات یا صفات مین شریک و برابر ہو سکتا ہے اب آپ کو مرزا صاحب کا عقیدہ تو اسی رسالہ توضیح المرام سے معلوم ہوگیا اور یہی عقیدہ ہمارا اور آپکا ہے - اب اس قدر گذارش اور ہے کہ جو نسبتین اور حالتین عارفین اولیاء اللہ پر وارد ہوتی ہین اُن کو ہم پورے پورے طور پر نہین سمجھ سکتے - کہ ولی را ولی می شناسد مثل مشہور ہے مگر بطور نمونہ ایک حالت جو مجھ پر اور آپ پر اور سب پر طاری ہوئی ہے یا ہوتی ہے مین اس کو یاد دلاتا ہون - جب آپ حالت طفولیت مین زیر تربیت اپنے والدین کے تھے تب اپنے والدین پر آپکو سب طرح سے اطمینان تھا - نہ آپکو کھانے کی فکر تھی - نہ آپکو لباس کی فکر تھی - نہ آپکو کسی دشمن کی فکر تھی اور جملہ امور مین رجوع آپکی اپنے والدین ہی کیطرف رہتی تھی حتّٰے کہ اگر والدہ نے کبھی آپکو مارا بھی ہوگا تو بھی آپنے والدہ ہی کی طرف رجوع کیا ہوگا مثل مشہور ہے کہ ماں مارے لڑکا ماں ہی ماں پکارے یہ حالت تو آپکی ہوچکی

اب اپنے والدین کو دیکھئے۔ ان کی شفقت اور محبت کا کچھ ذکر ہی نہیں دنیا بھر کی خوبی وہ آپ ہی کیواسطے چاہتے ہیں اور آپ کے دشمن کو اگر ان کا قابو چلتا تو نیست و نابود ہی کر ڈالتے۔ اب میں آپ سے دریافت کرتا ہوں کہ اگر کسی مومن کی حالت توکل اپنے رب معبود کے ساتھ بلا تشبیہ مجازاً ایسی ہی ہو جیسا کہ آپکو اپنے والدین مربی کے ساتھ تھی اور سب طرح سے آپ کو اپنے والدین مربی پر اطمینان تھا تو کیا یہ حالت بھی شرک یا کفر ہے آپ ضرور فرماوینگے کہ یہ حالت کیوں شرک ہوتی یہ تو کمال مقتضائے ایمان ہے پھر اگر اس درجہ کمال ایمان پر مرزا صاحب پہونچے ہوئے ہوں تو اس میں کونسا امر خلاف کتاب و سنت کے ہے مولانا شاہ ولی اللہ صاحب نے تفسیر فوز الکبیر میں لکھا ہے کہ اگر ہم تسلیم کرلیں کہ اناجیل میں لفظ ابن اللہ آیا ہے تو واضح ہو کہ معنے لفظ ابن کے زمان قدیم میں محبوب اور پیارے کے آئے ہیں اور یہی معنے محاورات انجیل سے معلوم ہوتے ہیں انتہی حاصلہ اسی طرح پر حضرت مرزا صاحب کو مراتب ثلثہ قرب الٰہی کے مکشوف ہوئے ہیں جن میں سے ایک مرتبہ ہے کہ بطور استعارہ و تمثیل کے اُس مرتبہ کو علاقہ ابنیت سے تعبیر کرسکتے ہیں اس کے یہ معنے نہیں کہ مخلوق میں سے کسی کو مرتبہ ابنیت کا حقیقتاً حاصل ہو۔ نعوذ باللہ منہ۔

اگر آپ کہیں کہ ہمکو کتاب و سنت سے اس مرتبہ کا پتہ اور نشان بتلاؤ تب ہماری پوری تسکین ہوگی واذ لاقلا۔ لیجئے فرمایا اللہ تعالے نے۔ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا حبت تک کہ یہ حالت جو اوپر مذکور ہوئی تقاضائے ایمان کامل سے حاصل نہ ہو تو کیونکر ایسا ذکر الٰہی آدمی کرسکتا ہے جیسا آیت میں مذکور و مامور ہے اور جیسا کہ آیت میں کاف حرف تشبیہ کا موجود ہے۔ حضرت مرزا صاحب نے بھی جابجا لفظ استعارہ وغیرہ الفاظ مجاز کا استعمال کیا ہے جو ویسا ہی آیت میں بھی مذکور ہے پھر اُسی آیت کی تفسیر حضرت مرزا صاحب نے کی ہے اور پھر طبرانی کی حدیث میں حرف تشبیہ تک نہیں ہے۔ الخلق كلهم عيال الله واحبهم اليه انفعهم لعياله اسے ہیں : دوست اولیاء اللہ کا کوئی کلام جیسا انکو اصرار ہو ایسا نہیں ہوتا جو کتاب و سنت سے مستنبط نہ ہو لیکن اسکو ہر ایک شخص نہیں سمجھ سکتا اور مخالف رہتا ہے الناس اعداء لما جهلوا۔ البتہ استنباط والے لوگ ہی اس کو سمجھ لیتے ہیں۔ قال اللہ تعالی لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ۔

اعتراض دوم

آپ کا یہ ہے کہ مرزا صاحب کی تقریر سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا اتحاد اللہ تعالی کے ساتھ اتحاد حقیقی ہے جو باجماع مسلمین باطل ہے اور اگر اتحاد مجازی مراد لیجاوے تو اسمین کوئی

فضیلت حضرت نبی علیہ السلام کو حاصل نہیں ہوتی مرزا صاحب ہی حضرت مصلی اللہ علیہ وسلم سے تو فضل نکے ہو جاتے ہیں

الجواب- بے شک اتحاد حقیقی باطل ہے باطل ہے اور پھر باطل ہے آمنا بطلانہ یہی ہمارا آپکا عقیدہ ہے اور مرزا صاحب کا بھی یہی عقیدہ ہے۔ اتنا فرق عبارتی ہو کہ آپنے فرمایا اتحاد الممکن مع الواجب باطل- اور مرزا صاحب اس سے بڑھکر فرماتے ہیں- اتحاد ذرة الامکان هالكة الذات باطلة الحقيقت مع الذات الاعلے الواجب وجوده باطل- اور وصف اتحاد مجازی کا آپ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے خادمین کو بھی تسلیم فرما چکے ہیں تو حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو بطریق اولے حاصل ہوگا- اُس مین ہمارا آپکا کوئی نزاع نہیں ہے صرف شبہ یہ رہا کہ جو وصف مشترک ہے اُس مین حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو کچھ خصوصیت اور فضیلت حاصل نہین ہوتی- اے میرے پیارے دوستو اسیقدر آپکی غلطفہمی ہے- اگر یہ غلطی رفع ہو جاوے تو فیصلہ شد- اب اسکا رفع لیجئے مین آپ سے پوچھتا ہون کہ وصف منعم علیہم ہونے کا حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے لیکر مومنین صالحین تک مشترک ہے قال اللہ تعالی اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ- وقال تعالی فی تفسیرہ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ- تو اس وصف مین آپ جو میرے نزدیک صالحین مین داخل ہین حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے برابر ہین ماھو جوابکم فھو جوابنا اسکو بھی رہنے دیجئے وصف مومن ہونیکا ایک ایسا وصف ہے جس مین مومن فاسق سے لیکر تا حضرت خاتم النبیین سب مین پایا جاتا ہے اور سب کو مومن کہتے ہین تو کیا مومن فاسق حضرت نبی علیہ السلام کے برابر ہوگیا؟ اس کو بھی رہنے دیجئے لفظ وجود ایک ایسی کلی ہے جس مین تمام سلسلہ ممکنات ادنے اعلے سے لیکر تا واجب الوجود سب شریک ہین تو کیا وجود ممکن وجود واجب تعالے کے برابر ہے پہلی تقریر مین ہم اور آپ دونون اس کو باطل کہہ چکے ہین ایسی مثالین سیکڑون مین آپ کے روبرو پیش کر سکتا ہون آپ انکا کیا جواب دیوین گے ماھو جوابکم فھو الجواب من حضرت المجدد- اے میرے پیارے دوستو آپ نے اگر ابتدائی رسائل منطق کے بھی دیکھے ہونگے تو اُن مین جواب اسکا با آسانی آپکو ملے گا کلیات کی دو قسمین ہین ایک کلی متواطی جسکے افراد سب مساوی ہون- دوسری کلی مشکک جسکے افراد مختلف ہوتے ہین- پس مرزا صاحب یہی فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اس وصف اتحادی مجازی مین جو آپکو بھی مسلّم ہے ایسے مقام اعلے اور مرتبہ پر پہونچے ہوئے ہین کہ نہ مسیح اس مرتبہ تک پہونچ سکتے ہین اور نہ کوئی اور سالک یا نبی ؎

اگر یک سرِ موئے برتر پرم ✣ فروغِ تجلّے بسوزد پرم

اور حضرت مجدد نے اسی مرتبہ کا نام مقام جمع اور مقام وحدت نامہ رکھا ہے جس کے سبب سے وہ آیات حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی شان میں وارد ہوئیں جو میں نے خط سابق میں آپ کو لکھی تھیں اگرچہ ظلی اور طفیلی طور پر آپکے خادمین کے حق میں بھی وارد ہوئی ہوں۔ اب سچ سچ فرماؤ کہ لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوۃَ پر آپ کا عمل تھا یا اس ناچیز کا۔

اعتراض سوم۔ آپ کا یہ ہے کہ آیت دَنٰی فَتَدَلّٰی آپ کے مطلب کو مفید نہیں۔

الجواب۔ اس آیہ کی تفسیر میں مفسرین نے بہت سے وجوہ لکھے ہیں اور ہر ایک مفسر نے اپنی اپنی وجہ کو دلائل سے مبرہن اور موجہ کیا ہے آپ کے نزدیک جو وجہ مختار ہو اُسکو اپنا مذہب رکھئے۔ کیونکہ مدعا ہمارا یعنے اتحاد مجازی تو آپ تسلیم ہی فرما چکے ہیں۔ ثبوت مدعا اس آیت پر موقوف نہیں لیکن جس صاحب کے نزدیک اس آیہ کی تفسیر و ترجمہ اس طرح پر ہو (کہ نزدیک ہوئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اللہ تعالے سے پھر نیچے کیطرف اُترے یعنے مخلوق کی طرف واسطے تبلیغ احکام کے بلکہ اس سے زیادہ نزدیک تر ہوئے) حاصل یہ کہ ضمیر دَنٰی فَتَدَلّٰی وغیرہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف راجع ہو جیسا کہ اکثر مفسرین نے لکھا ہے۔ تو اس صورت میں جس اتحاد مجازی کیواسطے اس آیہ کو میں نے سابق میں لکھا تھا بخوبی مفید ہوگی اگر مفصلاً و مشرحاً آپ کو یہ تفسیر مطلوب ہوگی تو انشاء اللہ تعالے عرض کی جاوے گی اور واضح خاطر ہو جیسا کہ درصورت اختلاف احادیث کے جمع مقدم ہوتی ہے ترجیح پر تاکہ اہمال احادیث کا لازم نہ آوے۔ اسی طرح جب کسی آیت کی وجوہ صحیحہ تفسیر مختلف ہوں تو مہما امکن سب وجوہ کو اخذ کرنا چاہیئے تاکہ سب پر اعمال ہو جاوے اور اہمال لازم نہ آوے۔ اس ہیچمدان کے نزدیک تفسیر اس آیہ کی جو حضرت مجدد پر مکشوف ہوئی ہو وہ کسی مجدد سابق پر مکشوف نہیں ہوئی کم ترک الاول للاٰخر اس میں کوئی استبعاد نہیں ہے۔

قال اللہ تعالٰے۔ وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَائِنُہٗ وَمَا نُنَزِّلُہٗۤ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ۔ جبکہ اللہ تعالے کے نزدیک ہر ایک شے کے خزاین کثیرہ موجود ہیں تو کیا معارف قرآنیہ و اسرار فرقانیہ شے میں داخل نہیں ہیں وہ تو اپنے اپنے وقت میں مجدد امت پر نازل ہوتے رہتے ہیں اور اسی واسطے اُس کو مجدد کہا گیا ہے کہ وہ فہم جدید کتاب و سنت کا لاتا ہے کوئی شریعت جدید نہیں لاتا اگر فہم جدید بھی نہ لاتا ہو تو ...... اُسکو مجدد کیوں کہا گیا آیت مَا رَمَیْتَ وغیرہ کی نسبت جو آپنے لکھا ہے کہ ایسا وصف اوروں کے واسطے بھی آیا ہے اس میں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی کیا فضیلت بخصوصیت حاصل ہوئی۔۔۔

اُس کا جواب ہو چکا بطور کلی مشکک آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اُس وصف مین ایسے درجہ کمال پر پہونچے ہوئے ہین کہ کوئی دوسرا نبی و ملک اس مین شریک نہین ہے این ہم فیصلہ شد +

اعتراض چہارم آپ کا یہ ہے کہ غزوہ بدر و غزوہ حدیبیہ مین جو غلطی آپ سے ہوئی وہ آپکے نزدیک جناب باری عزاسمہ سے ہوئی ہوگی۔

الجواب - اے میرے پیارے دوستو بغضك الشیئی یعمی ویصم - افسوس مرزا صاحبکے بغض بلا وجہ نے آپکو کہان سے کہان تک پہونچا دیا ہے ؎ ہنر بچشم عداوت بزرگ تر عیب است - باوجودیکہ مرزا صاحب کے کلام مین جا بجا تصریحات موجود ہین کہ یہ وصف اتحاد بطور استعارہ و مجاز کے ہے نہ حقیقتًا بلکہ خود شعر مین لفظ (آنچنان) کا جو خاص مجاز کیواسطے آتا ہے موجود ہے اور یہ عبارت (کہ ذرہ امکان ہا لکہ الذات باطلۃ الحقیقت اس ذات اعلے واجب الوجود سے کیونکر برابر ہو سکتا ہے) بھی توضیح المرام مین موجود ہے - آپ بھی سمجھتے ہین کہ مرزا صاحب وحدۃ الوجود کے قایل ہین کلا ثم کلا - اے میرے پیارے دوستو - یہ اعتراض تو اس شخص پر وارد ہو سکتا ہے جو قایل ہو اتحاد حقیقی کا نعوذ باللہ منہا این ہم فیصلہ شد

اور یہ اعتراض کہ آیت کل شیئی ھالك الا وجھہ سے اتحاد ثابت نہین ہوتا اور اگر ہو بھی تو کچھ مفید نہین کہ اس مین کل شیئی مشترک ہے -

الجواب - بے شک معنے ظاہری آیہ سے اتحاد ثابت نہین ہوتا اور جو ایک طرح کے اشارہ سے اولیاء و عرفاء اتحاد مجازی نکالتے ہین وہ معنے بہت خفی ہین - غیر صریح حجت بینہ نہین ہو سکتے - مین نے ضمن مین دیگر آیات کے اس آیہ کو بھی لکھدیا تھا - لیکن وہ معنے خفی باطل بھی نہین کیونکہ اتحاد مجازی کو تو آپ بھی تسلیم فرما ہی چکے ہین کہ یہ وصف تو اولیٰ خاد مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی حاصل ہے اور یہ ثابت ہو چکا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو بطور کلی مشکک کے اعلے درجہ کا یہ وصف حاصل ہے اندرین صورت آیہ مذکورہ ایک خفی اشارہ اس اتحاد مجازی پر بھی کرتی ہے آفتاب اور ستارون کا وجود دو وجود ہین لیکن روز روشن مین سوائے وجود آفتاب کے دوسرا وجود ستارون کا موجود ہی نہین - شیخ بوستان لکھتا ہے ؎

رہ عقل جز پیچ در پیچ نیست + بر عارفان جز خدا ہیچ نیست + توان گفتن این با حقایق شناس + و لے خوردہ گیرند اہل قیاس + الے قولہ - و لے اہل صورت کجا پے برند + کہ ارباب معنے بہ ملکے درند + کہ گر آفتاب ست یکذرہ نیست + و گر ہفت دریاست یک قطرہ نیست + چو سلطان عزت علم برکشد - جہان

جہان سر بجیب عدم درکشند + اسے قولہ۔ مگر دیدہ باشی کہ در باغ و راغ + بتابد بشب کرمکے چون چراغ + یکے گفتش اسے کرمک شب فروز + چہ بودت کہ بیرون نیائی بروز + ببین کاتشین کرمک خاکزاد + جواب از سر روشنائی چہ داد + کہ من روز و شب جز بصحرا نیم + ولے پیش خورشید پیدا نیم + اگر آپ کہین کہ اقوال شیخ بوستان سے مسائل مہمہ مین یہ کیسا استناد ہے تو جواب یہ ہے کہ اس اتحاد مجازی کے ثبوت مین مولوی محمد حسین صاحب نے ایک بہت عمدہ نقل لکھی ہے شیخ محی الدین ابن عربی کی کتاب سے غایۃ الوصلۃ ان یکون الشیئی عین ما ظھر ولا یعرف کما رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وقد عانق ابن حزم المحدث فغاب احدھما فی الاٰخر فلم نر الا واحدا وھو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فھذہ غایۃ الوصلۃ وھو المعبر عنہ بالاتحاد۔ ولنعم ما قیل۔ جذبہ شوق بجد لیست میان من و تو + کہ رقیب آمد و نشناخت نشان من و تو + آگے رہا شبہ کہ جب ہر ایک شے مین یہ وصف مشترک ہے تو حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اس سے کیا فضیلت ہوئی تو اسکا جواب مکرر سہ کرر گذر چکا یاد کرو کلی مشکک کو۔ اور پھر جبکہ بقول آپکے سیاق و سباق کلام مرزا صاحب کا وحدۃ الوجود کے مسئلہ کو رد کرتا ہے تو اب تنازع ہی کیا رہا۔ اور جبکہ وحدۃ الوجود کا مسئلہ میری اور آپکی سمجھ سے باہر ہے تو پھر مین اسکا کیونکر قائل ہو سکتا ہون لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا۔ آپ مجھکو بلا وجہ الزام دیتے ہین +

اعتراض ششم۔ آپکا یہ ہے کہ ضمیر صورتہ مین راجع طرف قریب کے ہونی چاہئے بعید کی طرف کیون پھیرتے ہو۔

الجواب۔ جو آپ نے معنے حدیث کے سمجھے ہین وہ بھی صحیح ہین۔ اور جو احتمال اس ہیچمدان نے لکھا تھا وہ بھی درست ہے کیونکہ اسکو ترجیح اس وجہ سے ہے کہ مرجع ضمیر کا اس مین عمدہ ہوتا ہے۔ بخلاف آپکے احتمال کے کہ اس مین مرجع ضمیر کا فضلہ ہوتا ہے متعلقات فعل مین ضمیر کا رجوع عمدہ کیطرف مناسب ہے نہ فضلہ کی طرف۔ این ہم فیصلہ شد +

اعتراض ہفتم آپکا یہ ہے۔ ہر چہ ہست بدانکہ مظہر اوست۔ پھر اس وصف مظہریت سے حضرت صلعم کو کونسی فضیلت حاصل ہوئی۔

الجواب۔ یہ وصف بھی بدرجہ اکمل جس سے فوق متصور نہین۔ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہی مین

پایا جاتا ہے دوسرے مین نہین پایا جاتا۔ وہی کلی مشکک کا حال اور علاقہ ابنیت جو بطور استعارہ حضرت مسیح یا مثیل مسیح وغیرہ کو حاصل ہے وہ بدیہا کم ہے اس وصف وحدت تامہ سے جس کی تفصیل ہو چکی الحاصل واسطے سمجھنے کے آپ ان مراتب ثلثہ قرب الٰہیہ کو بطور استعارہ و تمثیل کے یون سمجھ لیجئےگا ایک طرح کے مقربین کو ایسا قرب الٰہی بالتشبیہ حاصل ہے جیسا کہ خادم خاص فرمانبردار کو اپنے مخدوم کے ساتھ یہ ادنیٰ درجہ قرب کا ہے جو فی نفسہ وہ بھی بہت بڑا ہے کہ اُس کی نسبت وارد ہے وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ دوسرا مرتبہ قرب کا بلا تشبیہ ایسا ہے جیسا کہ خلف الرشید پسر کو اپنے والد ماجد سے جس کی طرف اشارہ ہے فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا۔ تیسرا مرتبہ قرب کا کہ سب سے بڑھکر ہے اُس کی تمثیل بطور استعارہ کے ایسی ہے کہ کسی شخص کی تصویر جو آئینہ مین دکھائی دیتی ہو کہ اس مین تمام صفات ذی الصورت کے موجود ہونگے۔ ان تینون مراتب مین جو فرق ہے وہ اہل بصیرت پر پوشیدہ نہین ہے اور یہی خلاصہ اور حاصل ہے حضرت مجدد صاحب کی کلام کا جو توضیح المرام مین مذکور ہے۔

اعتراض ہشتم آپ کا یہ ہے کہ اتحاد سے مراد اگر اتحاد مجازی ہے تو کچھ موجب فضیلت نہین اور اگر اتحاد حقیقی مراد ہے تو کفر ہے۔

الجواب۔ جواب اس کا گذر چکا کہ قول اتحاد حقیقی کا بلا شبہ کفر ہے اور اتحاد مجازی مجھ کو اور آپ کو دونوں کو مسلم ہے جسکے مدارج بطور کلی مشکک کے مختلف ہین۔ سب سے اوپر کے مرتبہ پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا مقام ہے کہ اس مقام تک کوئی نہین پہنچ سکتا آدم ومن دونہ تحت لوائی۔

اعتراض نہم۔ اس محاورہ اور طرز استعمال مین کوئی خدشہ نہین۔

الجواب۔ پھر مرزا صاحب پر آپ کیون خدشہ کرتے ہین جو خدشہ آپکا مرزا صاحب پر ہے وہی بعینہٖ امام شافعی و ابن تیمیہ و ابن قیم پر وارد ہوتا ہے۔ قال الشافعی ان کان رفضا حب ال محمد + فلیشہد الثقلان انی رافض۔ وقال شیخ الاسلام ابن تیمیہ۔ ان کان نصبا حب صحب محمد + فلیشہد الثقلان انی ناصب۔ وقال ابن قیم۔ فان کان تجسیما ثبوت صفاتہ۔ لا یلم فانی الیوم عبد مجسم۔ ما ھو جوابکم من ھذہ الاکابر فھو الجواب من المجدد۔ اے میرے مخدوم۔ ذرہ میرے حال پر عنایت فرماکر خط حال اور خط سابقہ کو غور سے پڑھو ورنہ پھر مین بھی یہ مصرعہ پڑھے دیتا ہون سہ یارب مبادکس را مخدوم بے عنایت

اعتراض دہم۔ کتاب منصب امامت پر چلنے کی کیوں ہدایت ہے آیت مَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ج۔ کیا منسوخ ہو گئی۔ آخر خط تک۔

الجواب۔ گستاخی معاف تقویۃ الایمان پر چلنے کی کیوں ہدایت ہے کیا آیہ مذکورہ منسوخ ہو گئی جو تقویۃ الایمان وغیرہ پر چلنے کی ہدایت ہوتی ہے۔ ما هو جوابكم فهو جوابنا۔ علاوہ یہ کہ تقویت الایمان کو منصب امامت وغیرہ پر کیا ترجیح ہے جو انہیں چھوڑ کر اسپر چلیں بلکہ منصب امامت اور صراط مستقیم کو تقویت الایمان پر ضرور بالضرور ترجیح حاصل ہے۔ کیونکہ یہ دونوں کتابیں آخری تصنیف ہیں اور قول آخر قول سابق کا ناسخ ہوا کرتا ہے اور پھر یہ عرض ہے کہ میں نے آپکو منصب امامت پر چلنے کی کب ہدایت کی ہے خود آپنے خط اول میں لکھا تھا کہ مولانا اسمٰعیل صاحب شہید و مجدد نے ایسے مضامین کی جو توضیح المرام میں لکھے ہیں۔ تقویت الایمان میں مذمت کی ہے میں نے آپکے جواب میں الزاماً لکھا کہ خود حضرت مولانا اسمٰعیل صاحب نے ایسے مضامین کو منصب امامت صراط مستقیم میں صحیح فرمایا ہے اب فرمائیے کہ مولانا اسمٰعیل مجدد صاحب کی کتاب پر چلنے کا ذکر اولاً آپنے کیا یا میں نے۔ اور پھر یہ عرض ہے کہ تقویت الایمان اور منصب امامت وغیرہ میں کوئی تناقض بھی نہیں ہے جو تقویت الایمان پر چلنے سے منصب امامت وغیرہ ہاتھ سے جاتی رہے یا منصب امامت وغیرہ پر چلنے سے تقویت الایمان فوت ہو جاوے۔ کیونکہ ان دونوں میں کسی طرح کا تناقض اور تضاد نہیں ہے میں دو جملہ عرض کرتا ہوں۔ جیسے۔ زید باعتبار شجاعت کے مجازاً شیر ہے۔ اور زید باعتبار حقیقت کے ہرگز شیر نہیں ہے۔ ان دونوں میں کیا تناقض ہے۔ رسایل منطق میں آپنے دیکھا پڑھا ہوگا ۔ در تناقض ہشت وحدت شرط دان .. وحدت موضوع و محمول و مکان۔ الے آخرہ۔ جو ہدایات تقویت الایمان میں ہیں وہ باعتبار حقیقت کے ہیں اور جو معارف و اسرار منصب امامت وغیرہ میں مذکور ہوئے ہیں وہ دوسرے اعتبارات پر مسطور ہیں۔ لولا الاعتبارات لبطلت الحكمة۔ جو صاحب منصب امامت وغیرہ کے مضامین کا انکار کرتے ہیں وہ عین حکمت کو باطل کر رہے ہیں اور پھر یہ گذارش ہے کہ یہ سب نزاع بھی جانے دیجئے آپ سے میں اور کچھ نہیں کہتا آپ تقویت الایمان پر ہی عامل رہئیے لیکن حضرت حضرت مرزا صاحب کو مثل حضرت مولانا اسمٰعیل شہید و مجدد کی اور انکی کتاب توضیح المرام کو مثل کتاب منصب امامت وغیرہ کے تصور کیجئے جو حالت آخری حضرت مولانا اسمٰعیل صاحب شہید فی سبیل و مجدد کو حاصل ہوئی تھی

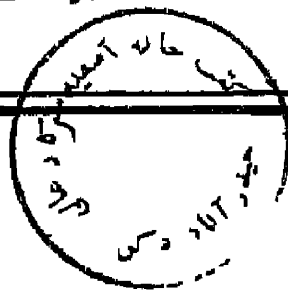
حالت ابتدا سے اس مجدد الوقت کی ہے۔ اور جیسے اسرار و معارف کتاب منصب امامت صراط مستقیم
مین لکھی ہین ویسے معارف توضیح المرام وغیرہ مین لکھے ہین پس این ہم فیصلہ شد۔ اے میرے پیارے
دوست پورے پورے غیر مقلد نہ آپ ہین اور نہ مین ہون۔ کسی مسئلہ کی جب ہم اور آپ تحقیق کرنے بیٹھے
تو بڑا کمال ہمارا یہ ہوگا کہ تقویت الایمان مین یون لکھا ہے اور منصب امامت مین وون لکھا ہے اور جلالین
مین ایسا کچھ مندرج ہے اور کمالین مین ایسا کچھا اور اگر زیادہ تر اس سے توغل علمی ہوگا تو مولوی محمد حسین
کی طرح حوالے مسلم الثبوت اور مطول حمد اللہ ملا حسن ارشاد الفحول دائرۃ الوصول کے ہونے لگین گے۔
اب آپ فرمایئے یہ تقلید نہین تو کیا ہے پورا پورا غیر مقلد تو وہی شخص ہوگا جو صاحب نفس قدسیہ اور مؤید
من اللہ ہو اور مرتبہ مجددیت پر اللہ تعالےٰ نے اسکو مبعوث فرمایا ہو میرے علم ناقص کے روسے یہ منصب
اس زمانہ مین سوائے حضرت مرزا صاحب کے اور کسی کو حاصل نہین ہے کلکتہ سے پنجاب تک اور
دامن کوہ ہمالہ سے بمبئی تک اس احقر نے سفر کیا اور اکثر علماء سے ملاقاتین ہوئین لیکن جو بات باوجود نہو نے
ملاقات کے اس مسافت بعید پر مین نے مرزا صاحب مین پائی وہ کسی مین نہین پائی ورنہ یہ عاجز
غیر مقلدون مین دم بھرنے والا کیونکر اول حضرت کا ارادتمند ہوجاتا۔ اور امتحان بغیر تو یہ آپ کا غلام
قایل نہین ہے قبلہ کسی شیخ و شاب کا کبھی آپ نے نہ سنا ہوگا کہ حضرت مرزا صاحب کے یہان مسلم الثبوت
کا درس ہو رہا ہے یا مطول پڑھائی جاتی ہے یا ملا حسن حمد اللہ کی تعلیم ہو رہی ہے لیکن باوجود اسکے
تمام علماء ہندوستان وغیرہ کو جو ان علوم مین ناواقف ہین ان کے مقابلہ کے واسطے بلایا جاتا ہے کوئی عالم
اس کا مقابلہ نہین کرتا اور نہ کر سکے گا۔ مولوی محمد حسین جو ان علوم مین ایک فاضل اجل شمار کیا جاتا ہے اس نے
جو حضرت مجدد سے مقابلہ اور مباحثہ کیا آپ نے سنا ہوگا کہ کیا نتیجہ اس کا حاصل ہوا جو اسرار اور معارف
حضرت مجدد نے اس مباحثہ مین بغیر کتاب اور سامان علم کے بیان کئے ہین وہ مصداق ما لا عین
رأت ولا اذن سمعت کے ہین اور مولوی محمد حسین صاحب کی تقریر مین بجز مضامین علوم رسمیہ کے
(وہ بھی صحیح طور پر نہین) کوئی دوسرا مضمون ہی نہین ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مولوی محمد حسین ایک پکے
مقلد ہین اور حضرت ایک پکے محقق پھر کیا اہل بصیرت کے نزدیک یہی مباحثہ ایک بڑا نشان آسمانی حضرت
مجدد کی مجددیت اور محدثیت کا نہین ہے اور اگر کسی صاحب کی نظر مین بعض کلام حضرت مجدد کا بظاہر خلاف
معلوم ہوا تو نفس الامر مین وہ خلاف اصول صحیحہ کے ہی نہین اور پھر ثانیاً کیا آپ یہ نہین جانتے کہ تمام علوم

رسمیہ مین بعض مسایل ایسے بھی ہین جو باہم مخالف ہین اور ان مین حق ایک جانب ہے۔ علم صرف سے لیکر منطق۔ معانی۔ بیان۔ اصول۔ فقہ۔ اصول حدیث وغیرہ مین کوئی ایسا علم نہین جس کے بعض مسایل مین اختلاف نہ ہو جو کتاب ان علوم کی کھولکر دیکھوگے اُس مین پاؤ گے۔ اخفش یون کہتا ہے سیبویہ یون کہتا ہے ابن سینا کا یہ مذہب ہے فارابی کا قول اُس کے خلاف ہے امام رازی نے یون کہا ہے ابن الصلاح یون فرماتے ہین لیکن ابن تیمیہ نے اسکا خلاف کیا ہے۔ توضیح تلویح مین فلان اصل کو متاصل کہا ہے ارشاد الفحول مین اس اصل کو رد کر دیا ہے۔ کہان تک مین اس اختلاف کی شرح کرون پھر اگر حضرت مجدد کا کوی کلام اصول فقہ یا اصول حدیث کے ظاہر مین کسی کو خلاف معلوم ہوتا ہو تو باوجود اختلاف موجودہ ان علوم کے یہ کیونکر ثابت ہو کہ حضرت مجدد غلطی پر ہین وہ تو اپنے ہر ایک مدعا پر کتاب اللہ کو جو جملہ دلایل شرعیہ سے مقدم ہے اور جملہ فرق اسلام کو مسلم ہے پیش کرتے ہین۔ اب اگر کسیکو طاقت علمی ہے تو ان کے اس مدعا کو قرآن مجید سے ہی توڑے۔ خبر حدیث سے ہی توڑے۔ خیر عقل سے ہی توڑے۔ علماے ہندوستان جو مدعو ہوئے ہین دیکھین ان مین کون کون اس میدان مین آتا ہے اور جبکہ کتاب اللہ کی نسبت لَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتَابٍ مُّبِيْنٍ وارد ہے تو کیا اس آیہ کو قرآن مجید مین اللہ تعالے کا کلام نہ کہا جاوے اور اسپر ایمان نہ لایا جاوے آگے رہا یہ امر کہ ایسا کھلا کھلا نشان بین حضرت مجدد کی مجددیت و ملہمیت و محدثیت پر ہم سب پر ظاہر ہو جاوے کہ کسی طرح کا حجاب کسی کو بھی نہ رہے تو یہ بات اللہ تعالے کی حکمت کے جو اُسنے ایمان بالغیب مین رکھی مخالف ہے دیکھو حضرت موسٰی علیہ السلام سے نبی جلیل القدر صاحب الکتاب کو بڑے بڑے معجزات دیئے گئے لیکن مخالفین کی نظرون مین ایک حجاب بھی قایم کر دیا گیا۔ ایک قبطی کو اُنکے ہاتھ سے قتل کروا دیا تاکہ مخالفین کی نظرون مین بہ فعل قتل اُن کی نبوت کا حجاب ہو جاوے۔ حضرت یونس ؑ نے عذاب کے نازل ہونے کی قوم مخالف کو بتعیین وقطع خبر دی۔ پھر اللہ تعالے نے اس عذاب کو ٹال دیا تاکہ مخالفین کی نظرون مین ایک حجاب ہو جاوے۔ خلفاے راشدین کی خلافت راشدہ مین طرح طرح کے حجاب مخالفین کیواسطے کھڑے کر دیئے حالانکہ یہ خلافت باقی نبوت اور تتمہ رسالت تھی۔ اور جیسے زور شور سے موعود کی گئی تھی۔ تاکہ روافض اور خوارج کی نظرون مین وہ حجاب خفی حجاب جلی ہو جاوین اے میرے پیارے دوستو کیا اچھا کہا ہے کسی شاعر نے ؎ درکارخانہ عشق از کفر ناگزیر است۔ آتش کرا بسوزد گر بولہب نباشد + مولانا شاہ ولی اللہ حکیم امت فرماتے ہین کہ یہ خفا اور حجاب اسواسطے ڈالے جاتے

ہیں کہ امتحان مخلصان و منافقان بمیان آید۔ الحاصل جو طعن آپ حضرت مرزا صاحب پر کرتے ہیں اس میں مولانا اسمٰعیل صاحب علیہ الرحمۃ بھی شریک ہیں۔ انا احمد بلا میم کو حدیث قرار دینا فی الحقیقت بڑا افترا اور کذب صریح ہے وہ کسی طرح پر درست نہیں سُبْحَانَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيمٌ اللہ تعالےٰ سارے جھوٹوں کا مُنہ کالا کرے۔ اور پھر یہ عرض ہے کہ جملہ انا احمد بلا میم میں کوئی حرف تشبیہ وغیرہ کا مذکور نہیں جس سے معنے مجازی مفہوم ہوں صرف معنے حقیقی متبادر ہوتے ہیں اور وہ بالاتفاق باطل ہیں بخلاف کلام مرزا صاحب کے کہ اس میں جابجا الفاظ مجازات و استعارات کی تصریح ہے جس سے سوا اتحاد مجازی کے اتحاد حقیقی مفہوم ہی نہیں ہوتا حتےٰ کہ شعر میں بھی لفظ آنچنان کا موجو ہے سہ آنچنان از خود جدا شد کز میان افتاد میم + لفظ چنان کا محض تمثیل کے واسطے آتا ہے معنے حقیقی یہاں پر مراد ہو ہی نہیں سکتے لا تطروني - کے معنے پر ہمارا ایمان ہے اور جو اطرائے مذہب نصارے کا ہے وہ بالکل شرک اور کفر ہے اس کی نسبت مرزا صاحب فرما چکے ہیں کہ ان کی طبیعتیں بسبب اس شرک کے ناپاک ہوگئی ہیں وغیرہ وغیرہ مگر اس حدیث میں وہی اطرا ممنع ہے جو نصارے کا سا ہو نہ وہ اطرا جو قرآن مجید اور سنت سے ثابت ہے اور جو اولیائے امتنے قرآن وحدیث سے آپکی مدح میں اطرا کیا۔ وہ کہاں ممنوع ہے لفظ حدیث کے لا تطروني کما اطرت النصارے سے ہیں نہ مطلق لا تطروني۔ جناب من تقویت الایمان کو لا الہ الا اللہ کی شرح اور تفسیر سمجھئے اور منصب امامت یا صراط مستقیم یا توضیح المرام کے مضامین محمد رسول اللہ کی تفسیر تصور کیجئے۔ ان میں وہ اطرا نہیں ہے جو یہود و نصارے نے کیا ہے۔ والسلام خیر الختام۔ مورخہ دوازدہم ستمبر ۱۸۹۱ء مطابق نہم صفر ۱۳۰۹ھ +

خاکسار

محمد احسن مہتمم مصارف ریاست بھوپال۔



حجۃ اللہ - ردّ شیعہ وغیرہ	عربی مترجم اردو	۶ر
تقریر جلسہ اعظم مذاہب منعقدہ لاہور بمقصود حیات انسانی و حقیقت اسلام و حیوان سے انسان بننے و انسان سے با اخلاق بننے و با اخلاق انسان سے با خدا انسان بننے کی تفصیل و توضیح	اردو	۳ر
فیصلہ آسمانی - دعا ذریعہ مخالفین سے فیصلہ کرنے کی تفصیل	"	۳ر
واقع البلاء - طاعون سے بچنے کا طریق و جواب بعض اعتراضات	"	۱ر
ضیاء الحق - ردّ عیسائی - و جواب بعض اعتراضات متعلق پیشگوئی عبداللہ آتھم۔	"	۲ر
نشان آسمانی گذشتہ اولیاء کی پیشگوئیاں مسیح موعود علیہ السلام کے لئے۔	"	۲ر
سر الخلافہ - ردّ شیعہ	عربی	۸ر
شہادۃ القرآن - حضرت اقدس ؑ کے مسیح موعود ہونیکا ثبوت قرآن مجید سے	اردو	۴ر
سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب رد عیسائیت	"	۲ر
ضرورۃ الامام - امام کی ضرورت - اپنا ثبوت مقابلہ بیکسر	"	۲ر
رسالہ جہاد مع ضمیمہ ممانعت جہاد پر	"	۱ر
راز حقیقت ثبوت قبر حضرت عیسیٰ سری نگر کشمیر محلہ خان یار میں۔	"	۱ر
ست بچن و آریہ دھرم - رد آریہ و سکھ	"	۱۴ر
مواہب الرحمن - نشانات صداقت حضرت اقدس ؑ چند پیشگوئیوں کا پورا ہونا	عربی مترجم فارسی	۶ر
اعجاز احمدی - مباحثہ موضع مد کا ذکر اور مولوی ثناء اللہ کو تحدی۔	اردو و عربی مترجم اردو	۳ر
کشتی نوح - طاعون سے بچنے کا طریق اور احمدی تعلیم کی تفصیل۔	اردو	۲ر
خطبہ الہامیہ - قربانی کی اصل حقیقت و ثبوت دعویٰ خود و تفسیر چند آیات۔	عربی مترجم فارسی و اردو	عہ ر

تحفہ گولڑویہ - مفتری صادق میں مابہ الامتیاز۔	اردو	۱۰ر
تحفہ غزنویہ - جواب اشتہار مولوی عبدالحق غزنوی	"	۳ر
تحفہ ندوہ - ندوۃ العلماء کو تبلیغ۔	"	ر
الہدیٰ - اخبار المنار کا جواب اور اسکو تحدی۔	عربی مترجم اردو	۶ر
تریاق القلوب - چند پیشگوئیوں پورا ہونیکی تفصیل	اردو	۱۲ر
جنگ مقدس - مباحثہ حضرت اقدس ؑ ہمراہ عبداللہ آتھم عیسائی - ردّ عیسائیت	"	۶ر
الحق بحث لدھیانہ - مابین حضرت اقدس ؑ و مولوی محمد حسین بٹالوی لدھیانہ میں	"	۶ر
تذکرۃ الشہادتین مع رسالہ عربی علامات المقربین	اردو و عربی	۵ر
تذکرۃ الشہادتین - اپنی جماعت کو دونوں شہیدوں کے ایمان نمونہ کیطرف تحریص و ترغیب	فارسی	۳ر
کشف الغطاء - اعلیٰ حکام کو اپنی نسبت واقفیت کرانا	اردو	۲ر
لیکچر لاہور - اسلام اور اس ملک کے دیگر مذاہب کا مقابلہ اور ثبوت مسیح موعود ہونے کا۔	"	۲ر
لیکچر سیالکوٹ - جسمیں حضرت اقدس ؑ نے کرشن کا اوتار ہونا اپنا ظاہر فرمایا ہے۔	"	۱۰ر
حضرت اقدس ؑ کی تقریروں کا مجموعہ	"	۳ر
الحق مباحثہ حضرت اقدس ؑ ہمراہ مولوی محمد بشیر بمقام دہلی۔	"	۸ر
مسیح ہندوستان میں - ثبوت سفر مسیح یروشلم سے بعد صلیب کشمیر کی طرف	اردو	
منن الرحمن - تمام زبانیں عربی زبان سے نکلی ہیں اور عربی زبان تمام زبانوں کی ماں ہے۔	"	
	"	
البلاغ - جسکا دوسرا نام فریاد درد ہے۔	"	
ترغیب المومنین۔	عربی مترجم اردو	
الفرقان - ردّ شیعہ۔	اردو	

[illegible]

نزول المسیح جسمیں ایک سو پچاس پیشگوئی کے پورا ہونیکا ثبوت درج کیا گیا ہے۔	اردو	
لجۃ النور۔ عربی مترجم اردو۔ درر ثمین اشعار	عربی مترجم اردو	
نجم الہدیٰ۔ چار زبان عربی اردو۔ فارسی انگریزی		

مصنفہ حضرت حکیم الامت مولنا مولوی نور الدین صاحب

ردّ تناسخ۔ ردّ آریہ۔ ردّ نسخ۔ ردّ شیعہ	اردو	۲ر
فصل الخطاب و ابطال الوہیت مسیح ردّ عیسائے	〃	۱ر
تفسیر سورہ جمعہ جو کسی موقع پر مولوی صاحب نے لکچر دیا تھا	〃	۴ر

مصنفہ حضرت مولنا مولوی عبد الکریم صاحب

لکچر بر گناہ۔ سیرۃ مسیح۔ دعوۃ الندوۃ	اردو	۱۰ر
خلافت راشدہ۔ ردّ شیعہ قرآن مجید سے	〃	۸ر

مصنفہ حضرت مولنا مولوی سید محمد احسن صاحب

اعلام الناس حصہ دوم۔	اردو	۴ر
شمس بازغہ۔ ردّ کتاب گولڑوی۔	〃	عہ ر
فک الشک۔ چند اعتراضوں کا جواب۔	〃	۱ر
تحذیر المومنین۔ احسن الکلام	〃	۴ر
سواء السبیل۔ صیانۃ الناس	〃	۱ر۱۰
مسک العارف جہل حدیث تصدیق دعویٰ حضرت	〃	۱۰ر
آیات الرحمٰن۔ ردّ عصائے موسیٰ	〃	۸ر
صیانۃ القرآن۔ رد مولوی چکڑالوی	〃	۳ر

مصنفہ میر حامد شاہ صاحب

مسلمانوں کا خدا اور اسکے حضور دعا۔	اردو	۱ر
پنج ارکان اسلام و سخن معقول	نظم 〃	۱ر
دعوت دلکی و لکچر اسلام۔		۱ر
غسل مصفّےٰ۔ مصنفہ مرزا خدا بخش صاحب	اردو	۸ر

دیگر تصانیف سلسلہ احمدیہ کی متعلق جو احباب کی ہیں

وفات نامہ مسیح مع پیشگوئی لیکھرام و آتھم	نظم پنجابی	۴ر
پیغام حق یعنی سچا اسلام۔		ر

پنج حقیقت۔ وفات مسیح۔ پسندیدہ حضرت اقدس	نظم پنجابی	۱۰ر
کامن احمدی۔ عورتوں کے لئے مفید۔	〃	۱ر
عاقبۃ المکذبین۔ چمکار حق۔ کاسر الصلیب	〃	۱ر
پنج بیان حصہ اول و دوم ۲ر ۱ر	〃	۳ر
حقیقت نزول مسیح۔	〃	۶ر
جام شہادت۔ مرثیہ مولوی عبد اللطیف صاحب شہید	نظم اردو	۱۰ر
دعوۃ الحق۔ ردّ عیسائی۔ اردو۔ قاعدہ	اردو و عربی	۱ر
قاعدہ یسرنا القرآن۔ اس سے بچہ چھ ماہ تک قرآن مجید ختم کر سکتا ہے۔	عربی و اردو	۳ر
واقعات صحیحہ مع ضمیمہ متعلق فرار پیر گولڑوی	اردو	۲ر
عربی بول چال۔ عربی زبان سیکھنے کیلئے بہت عمدہ ہے	〃	۹ر
رپورٹ جلسہ اعظم مذاہب منعقدہ لاہور	〃	۸ر
رسالہ فضل حق۔ تائید حق۔	〃	۴ر
دعوۃ الحق مع ضمیمہ منظوم تبلیغ	〃	۱ر
سلاسل التعلیم بچوں کو عربی سکھانے کیلئے مع تصاویر	عربی	۲ر
سیرۃ النبی رسول اللہ صلعم کے اخلاق میں	عربی مترجم اردو	۱۰ر
سلاسل فضائل۔ رسول کے فضائل میں	〃	۲ر
حمائلیں و قرآن مجید مترجم و غیر مترجم	۱۳ر ۱ر	تا عہ

مصنفہ ڈاکٹر عبد الحکیم خانصاحب

تفسیر القرآن بالقرآن پارہ اوّل۔	اردو	۶ر
تفسیر القرآن بالقرآن پارہ عم۔	〃	۲ر
تفسیر سورہ فاتحہ یعنی ذکر الحکیم نمبر ۲	〃	۴ر
ذکر الحکیم نمبر ۱۔	〃	۲ر
مفتاح القرآن۔	〃	۴ر
تشخیص الامراض۔	〃	۸ر